حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
محمد علی چراغ

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

محمد علی چراغ

نذیر سنز پبلیشرز
40اے اردو بازار لاہور فون:042-37123219
www.nazeersons.com
info@nazeersons.com

Marfat.com

بانیِ ادارہ: نذیر سنز پبلیشرز

نذیر حسین 1941-2005

اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

297.9227
ح 94 ع

96442

2010

تحسین حسین، محمد عمران

نے نذیر سنز پبلیشرز لاہور سے شائع

گنج شکر پرنٹرز۔ لاہور

نذیر سنز پبلی

40 اے اردو بازار لاہور فون: 7123219/...

www.nazeersons.com

info@nazeersons.com

Marfat.com

فہرست

باب-۱ خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروقؓ ایک تعارف ۷

ولادت
قبول اسلام
دفاعی جنگیں
عرب جنگجو
انسان آزاد ہے
دولت باعث زوال
اسلامی رواداری
پیغام امن
قبطیوں کے ساتھ حسن سلوک
اسلام کا اعجاز
دنیا کا عظیم ترین فاتح
ہرمزان کی حیلہ سازی
ایک عام مسلمان کا فیصلہ
مجالس مشاورت
خلیفہ کے اختیارات اور حیثیت

اعتماد اور بے باکی
حاکم یا خادم!
گورنروں کی صورت حال
سفری تفتیشی افسر
احسن معاشرتی نظام
اقتصادی استحکام
زرعی محصولات
رفاہ عامہ
عسکری نظم و نسق
ذمیوں سے حسن سلوک
احساسِ ذمے داری
سادگی اور راست بازی
خود تو پیدل سواری پہ غلام
ایک اہم مکالمہ
بعد از رسولؐ

Marfat.com

باب-۲ حضرت عمر بن خطابؓ ۴۲

سفارت بنی عدی
خطاب بن نفیل
ولادت حضرت عمرؓ
ابتدائی عہد
جوانی کے اشغال
خاندانی پس منظر
اسفار عرب و عجم
عصری اثرات

باب-۳ واقعہ قبول اسلام ۵۱

تبلیغ اسلام
قافلہ اسلام
اعلانیہ دعوت حق
دشمنان اسلام کی کارروائیاں
ہجرت حبشہ
ابو طالبؓ اور حضرت حمزہؓ
نئی صورت حال اور کفار
عمر بن خطابؓ کا جوش
قبول اسلام
ایک نئے عہد کا آغاز
اہل کفر کی نئی تحریک
عہد ادبار اور حضرت عمرؓ

باب-۴ خدمت نبویؐ سے آغاز خلافت تک ۶۶

ہجرت نبویؐ
حضرت عمرؓ کی ہجرت
کفار کے نئے فیصلے
اسلامی بھائی
اذان کے بارے میں تجویز
جنگ بدر میں حضرت عمرؓ
ایرانی جنگ کے بارے میں تجویز
خطیب قریش کا فیصلہ
غزوہ احد میں حضرت عمرؓ
حضرت عمرؓ کا جذبہ
جنگ خندق
بنی قریظہ کی سرکوبی
حضرت عمرؓ کا مشورہ
جوش ایمانی
غزوہ حنین میں حصہ
مسئلہ ایلا اور حضرت عمرؓ
عدیم المثال نمونہ
جذباتی کیفیت
عہد صدیقیؓ میں کردار

Marfat.com

باب-۵ خلافت فاروقیؓ ۸۹

محدث و ملہم
اللہ کی طرف راہیں
پہلا خطاب
حق کا تقاضا صبر ہے
مناقب و مراتب
خیر امت
حضرت عمرؓ کی غیرت
فتح مبین
حضرت عمرؓ کی رائے اور آیات قرآنی
جاء الحق و زہق الباطل
اللہ کے مال میں حضرت عمرؓ کا حصہ
واقعہ قرطاس

باب-٦ اسلامی فتوحات اور فروغ اسلام ۱۰۰

جنگ پل
آرمینیا پر فوج کشی
ابلہ اور بصرہ
اسلام کا فلسفہ حیات
معرکہ قادسیہ
کرمان اور سیستان کی فتح
دار الہجرت کی تعمیر
خراسان کی فتح
فتح مدائن
رومیوں پر فتوحات
معرکہ جلولا
یرموک کا معرکہ
جنگ تستر
فتح بیت المقدس
جنگ نہاوند
مصر میں اسلامی فتوحات
اموال غنیمت
فسطاط کی فتح
تخت ایران پر حملے
تسخیر اسکندریہ
آذربائیجان
مکران اور سندھ

باب-۷ نظم و نسق حکومت ۱۲۳

رعایا کی خوشنودی
اللہ پر بھروسہ
نیو ورلڈ آرڈرز
عدل و انصاف
مجالس مشاورت
احتساب کا عمل

Marfat.com

والی اور عامل
حضرت عمر فاروقؓ کا نظم و نسق
ایک فلاحی نظام
زمینوں پر لگان
اہم مکتوبات
کتاب اللہ اور سنت
عمومی ہدایات
جوہر شناسی
اہم ہدایات
سپہ سالار کا انجام
ایک علامتی خط
دیوان عطا کا قیام
ذمیوں کے ساتھ سلوک

باب-۸ فضائل حضرت عمر فاروقؓ ۱۴۴

حاکم و محکوم
خلیفہ اور عام آدمی
محاسب و محتسب
عوام کی خدمت
عمل کے فرائض
خلیفہ کا مقام
محبت رسولؐ
تجمیع القرآن
اجتہاد کی ایک مثال
معاوضہ قبول کرنا
تقویٰ کیا ہے!
اجتماعی اجتہاد
تدوین حدیث
دوسرے مذاہب کی عزت
قانون کی اہمیت
دیوان کا قیام اور دیگر خصوصیات
شہادت حضرت عمرؓ

Marfat.com

باب-۱

خلیفہ ثانی سیدنا فاروق اعظمؓ ایک تعارف

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ خلفائے راشدہ میں سب سے اہم مقام رکھتے ہیں کیونکہ ان کے دور خلافت میں اسلام "قریبا" تین براعظموں کے بیشتر حصوں میں پھیل چکا تھا۔ حال ہی میں نیویارک سے ایک بڑی اہم کتاب "دی ہنڈرڈ" چھپی ہے۔ اس کتاب کے مصنف مائیکل ایچ ہارٹ نے تاریخ انسانی کی ایک سو ایسی شخصیات کے بارے میں مختصر معلومات بہم پہنچائی ہیں کہ جنہوں نے انسانی تاریخ میں سب سے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اپنی اس کتاب میں مصنف نے ان عظیم الشان اور تاریخ ساز شخصیات کی اپنے طور پر رینکنگ یعنی درجہ بندی بھی کی ہے۔ شخصیات کی اس رینکنگ میں سب سے پہلا نمبر پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کی شخصیت کو دیا گیا ہے۔ اسلامی دنیا میں بعض حوالوں سے یہ کتاب ایک طرح سے متنازعہ کتاب کا درجہ اختیار کر گئی ہے۔ مصنف نے اپنی اسی کتاب میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام شخصیات میں "قریبا" وسط کے قریب (۵۱) اکاون نمبر پر رکھا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ مصنف کی رینکنگ صحیح ہے یا نہیں، اس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جس رائے کا ایک غیر مسلم ہوتے ہوئے اظہار کیا ہے، ذیل میں اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

"عمر بن الخطابؓ (۵۸۶ - ۶۴۴ء) مسلمانوں کے دوسرے اور غالبا سب سے بڑے خلیفہ تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کے نوجوان ساتھیوں میں سے تھے۔ ان کی ولادت بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کی طرح مکہ ہی میں ہوئی۔ ان کی ولادت کا صحیح سال تو معلوم نہیں ہو سکا لیکن تاریخی اعتبار سے سال ولادت ۵۸۶ء سمجھا جاتا ہے۔

ایک وقت تھا کہ حضرت عمر فاروقؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کا سب سے بڑا مخالف اور دین اسلام کا دشمن تھا۔ لیکن پھر جب حالات نے یک دم پلٹا کھایا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دین اسلام کو قبول کر لیا اور اس کے بعد وہ اسلام کے سب سے بڑے

Marfat.com

حامی و موئید بن گئے۔ (ان کی مثال عیسائی دنیا میں سینٹ پال کی ہے۔) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو پیغمبر خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم کے سب سے بڑے اور قریبی مشیر اور صلاح کار بن گئے تھے۔ اور عمر بھر وہ اس پر کاربند رہے۔

رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم ۶۳۲ء میں اپنا کوئی جانشین مقرر کئے بغیر رحلت فرما گئے۔ اس موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوری طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانشینی اور خلافت کی حمایت کر دی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بذات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے سسر بھی تھے۔ حضرت عمر بن الخطاب کے اس فوری عمل کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ جانشینی کا کسی قسم کا تنازعہ نہ پیدا ہوا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے پہلے خلیفہ بن گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت کامیاب خلیفہ اور رہنما تھے، لیکن وہ صرف دو سال تک بطور خلیفہ خدمات انجام دے کر فوت ہو گئے تھے۔

اپنی وفات کے قریب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بطور خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نامزدگی کر دی تھی۔ (حضرت عمر فاروقؓ بھی رسول خداؐ کے سسر تھے) لہٰذا اس نامزدگی کے باعث ایک بار پھر جانشینی کا معاملہ کسی طرح کی نزاع کا باعث نہ بن سکا۔ اس طرح حضرت عمر بن الخطاب ۶۳۴ء میں خلیفہ دوم مقرر ہوئے۔ وہ ۶۴۴ء تک منصب خلافت پر متمکن رہے۔ پھر انہیں ایک ایرانی یہودی نے شہید کر دیا تھا۔ یہودی کے زخموں کے باعث حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی بستر شہادت پر ہی تھے کہ اپنے جانشین کے لئے چھ آدمیوں کی ایک کمیٹی بنا دی تھی۔ گویا اس طرح ایک بار پھر جانشینی اور طاقت کے حصول کا مسئلہ باسانی حل ہو گیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بنائی ہوئی اس کمیٹی نے حضرت عثمان غنیؓ کو اپنا تیسرا خلیفہ چن لیا تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ ۶۴۴ء سے ۶۵۶ء تک، خلافت کے منصب پر خدمات انجام دیتے رہے۔

خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطابؓ کے دس سالہ عہد خلافت میں جو عظیم الشان فتوحات حاصل ہوئیں انہوں نے عربوں کو اوج ثریا پر پہنچا دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے آغاز کے ساتھ ہی مسلمان فوجوں نے شام اور فلسطین پر کامیاب حملے کر دیئے تھے۔ اس وقت شام اور فلسطین بازنطینی سلطنت کا حصہ تھے۔ ۶۳۶ء میں عرب مسلمانوں نے جنگ یرموک میں ایک فیصلہ کن اور روز روشن کی طرح واضح فتح حاصل کر لی تھی۔ اس طرح بازنطینی فوجوں کو خفت اور ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر اسی سال مسلمانوں نے دمشق پر بھی قبضہ

Marfat.com

کر لیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یروشلم پر بھی مسلمان جنگ کے بعد قابض ہو چکے تھے۔ گویا ۶۴۱ء تک عرب مسلمانوں نے شام اور فلسطین کو زیر نگین کرنے کے بعد آج کی دنیا کے ترکی کی جانب بھی بڑھنا شروع کر دیا تھا۔ پھر ۶۳۹ء میں تو مسلمانوں نے مصر پر بھی حملوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ اس سے پیشتر مصر بھی بازنطینی حکمرانوں کے ماتحت تھا۔ اس سارے پس منظر میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں عرب مسلمانوں نے پورے مصر پر صرف تین ہی برسوں میں مکمل انضباط اور قبضہ کر لیا تھا۔

اسی دور میں عراق پر ایران کے ساسانی حکمرانوں کا اختیار و تسلط تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منصب خلافت سنبھالنے کے بعد عراق پر حملوں کا آغاز بھی کر دیا تھا۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بھی عراق کی جانب مہم کشی کی گئی تھی۔ لیکن ۶۳۷ء میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں جنگ قادسیہ میں مسلمانوں کی فتح و نصرت نے عربوں کی فتوحات اور کامرانیوں کے دروازے کھول دیئے تھے۔ اس طرح ۶۴۱ء تک عراق عربوں کے زیر تسلط آچکا تھا۔ عہد عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مسلمانوں نے صرف انہی فتوحات ہی کو سب کچھ نہیں سمجھ لیا تھا بلکہ انہوں نے تو براہ راست ایران پر حملوں کا آغاز بھی کر دیا تھا۔ اس طرح ۶۴۲ء میں عساکر اسلامی نے نہاوند کی کی جنگ میں ساسانیوں کے آخری حکمران پر بھی برتری اور تسلط حاصل کر لیا تھا۔ گویا ۶۴۴ء میں حضرت عمر بن الخطابؓ کی شہادت کے وقت مغربی ایران کے وسیع و عریض علاقوں پر مسلمان مجاہدین قابض ہو چکے تھے۔ یہ ممکن تھا کہ حضرت عمرؓ کی وفات پر عساکر اسلامی اپنی فتوحات کی رفتار میں کسی کمی یا کمزوری سے ہمکنار ہوتیں لیکن انہوں نے فتوحات کا یہ سلسلہ جاری و ساری رکھا۔ اس طرح مشرق میں بھی مسلمانوں نے پورے ایران کو فتح کر لیا اور پھر مغرب کی جانب ایران سے باہر شمالی افریقہ میں بھی فتوحات حاصل کر لیں اور وہ مزید بڑھتے ہی چلے گئے تھے۔

عہد فاروقی میں جو علاقے فتح ہوتے رہے' وہاں کے لوگ بھی جوق در جوق دین اسلام کو قبول کرتے رہے تھے۔ لیکن جہاں تک ایران کا تعلق ہے وہاں کی بیشتر آبادی نے دین اسلام کو قبول تو کر لیا تھا لیکن وہاں کے مسلمان حکمران عربوں کے زیر نگین نہیں رہے تھے بلکہ وہ خود مختار حکمرانوں کا درجہ اختیار کرتے چلے گئے تھے۔ لیکن ایران کے برعکس شام' عراق اور مصر اپنی خود مختار حکومتیں نہیں بنا سکے تھے۔ اس لئے عربوں ہی کے زیر نگین رہے یہی وجہ ہے وہ اسلامی ممالک آج تک عربوں ہی کے زیر تسلط ہونے کے باعث عربوں کی تہذیب و ثقافت کے گہوارے بنے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

حضرت عمر فاروقؓ نے اتنے وسیع و عریض ممالک کی فتوحات کے بعد وہاں پر بجا طور پر حکومتی پالیسیاں اور اصلاحات بھی نافذ کیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو اپنی فاتح افواج کے لئے اپنے ان مفتوحہ علاقوں میں عام شہروں کے شانہ بشانہ چھاؤنیوں والے شہروں کو بھی آباد کر دیا تھا۔ ان چھاؤنیوں والے شہروں کے قیام کے باعث ایک طرف تو فوجوں کی مستقل سکونت رہتی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ فوجی بھی شہری زندگی کی دیگر سہولتوں اور رحمتوں سے فیض یاب ہوتے رہتے تھے۔ ان فوجی شہروں اور چھاؤنیوں کے قیام کی بدولت مسلمان مجاہدین اور فوجی زیر نگین لوگوں سے خراج بھی وصول کرتے تھے۔ اور خراج کی وصولی کے بدلے میں ان لوگوں کو تحفظ اور امن کی دولت سے متصف کرتے تھے۔ مسلمانوں کی اس طاقت و حشمت اور بالادستی کے باوجود بھی خراج گزاروں کو جبراً" داخل اسلام یا مشرف بہ دین متین نہیں کیا جاتا تھا' بلکہ ان خراج گزاروں کو اپنے اپنے مذاہب پر کاربند رہنے کی پوری آزادی اور تحفظ حاصل تھا۔ (مسلمانوں کی اس رواداری کی واضح مثالوں سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ مسلمان مجاہدین صرف مذہبی حوالوں ہی سے فتوحات نہیں کر رہے تھے بلکہ وہ نیشنلسٹ حوالوں سے بھی جنگ و جدل میں مصروف تھے)۔

حضرت عمر فاروقؓ کی کامرانیاں اور فتوحات قابل تحسین و تبریک اور پر اثر ہیں۔ وہ بانی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کے بعد نشر و تبلیغ اسلام میں سب سے اہم اور کبائر میں سے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس تیزی کے ساتھ اس دنیا میں اسلام پھیلایا' اس کی مثال نہیں ملتی' بلکہ دنیا کے جن خطوں اور ممالک میں ہمیں آج اسلام دکھائی دیتا ہے' وہ حضرت عمرؓ ہی کے دور میں پھیلا ہوا اسلام ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں عرب مسلمانوں نے دنیا کے جن ممالک اور خطوں پر قبضہ کر لیا تھا' ان میں سے بیشتر علاقوں پر آج بھی مسلمان ہی آباد اور قابض ہیں۔ اس قدر وسیع و عریض خطوں اور علاقوں میں فروغ اسلام کا سہرا اصل میں تو بانی اسلام حضور عالی مرتب نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے سر ہے لیکن اسلام کی اس حد تک ترویج و ترقی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات سے ہرگز اغماض نہیں برتا جا سکتا۔ کیونکہ لا محالہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چند ایک فتوحات در حقیقت بانی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کی اساسی مساعیوں کا فطری اور امری ثمر تھیں' لیکن اس کے باوجود متعدد فتوحات حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتی کوششوں اور ان کی بے مثال کرداری خوبیوں اور اعلیٰ و ارفع قیادت کا کرشمہ ہیں۔ یہ ان کی بے نظیر قیادت اور امت مسلمہ کی سربراہی کا نتیجہ ہے کہ کئی عظیم

Marfat.com

الشان اور صدیوں سے مستحکم اور قائم سلطنتیں بھی ان کی باج گزار بن گئیں۔

مغربی دنیا میں حضرت عمر فاروقؓ کی شخصیت اپنی عظمتوں اور فتوحات کے باوجود زیادہ متعارف نہیں، اس لئے ممکن ہے کہ بعض لوگ حیران ہوں کہ میں نے انہیں رینکنگ میں شارلی مین اور جولیس سیزر سے پہلے لکھ کر فوقیت کیوں دی ہے۔ لیکن اس حقیقت سے ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا کہ عرب دنیا نے حضرت عمر بن الخطابؓ کے دور خلافت جس قدر بڑی، عظیم اور وسیع و عریض سلطنت اسلام کی قائم کی، جولیس سیزر اور شارلی مین کسی بھی طرح سے اس سطح اور معیار پر نہیں پہنچتے"۔

یہ رینکنگ تو مائیکل ایچ ہارٹ کی ہے کہ اس نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو اکاون نمبر پر رکھا ہے۔ لیکن تاریخ اسلام میں وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے بعد دوسرے خلیفہ ہیں۔ ان کی خلافت راشدہ اسلام کی عظمت اور شان و شوکت کے عظیم الشان عہد پر محیط ہے۔ "ان کی شخصیت گلستان اسلام کی وہ بے مثل بہار ہے کہ جس کی نظیر و مثل تاریخ عالم میں نہیں ملتی"۔

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ایک بار عظیم الشان رومی سلطنت کا ایک سفیر، اپنے شاہانہ اور پر تفاخر لباس کو زیب تن کئے ہوئے مدینہ میں آتا ہے۔ اس سفیر کو اپنی سلطنت کی عظمت اور قوت و شہامت پر بھی بڑا زعم ہے۔ وہ اسلامی دنیا کے مرکزی شہر مدینہ منورہ میں پہنچتا ہے، اور وہ کسی سادہ سے راہ گیر سے دریافت کرتا ہے۔ "تمہارے خلیفہؓ کا محل کہاں واقع ہے"۔

وہ سادہ سا عرب مسلمان رومی سفیر کے اس عجیب و غریب سوال پر حیران رہ گیا، تو اس نے اپنی سادگی ہی کے ساتھ جواباً" پوچھا "کیا کہا محل اور کس کا محل"!۔ یہ سن کر رومی سفیر نے قدرے وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ "میرا مطلب ہے تمہارے خلیفہ کا محل۔ یعنی مسلمانوں کے حکمران کا محل"!۔ اس پر راہ گیر نے بتایا۔ "اچھا آپ کا مطلب ہے کہ خلیفتہ المسلمین حضرت عمرؓ کہاں رہتے ہیں۔ آیئے میں آپ کو وہیں لے چلتا ہوں جہاں وہ اس وقت موجود ہیں"۔

اس کے چند ہی ثانیوں کے بعد رومی سفیر یہ دیکھ کر حیران اور ششدر رہ گیا کہ مسلمانوں کا خلیفہ عمرؓ مسجد کے برہنہ فرش پر لیٹا ہوا ہے۔ اس رومی سفیر کو بتایا گیا کہ وہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جو اپنے وقت کا سب سے بڑا حکمران ہے۔ اور اس کی فوجوں نے اس وقت کے تین بڑے بڑا عظموں پر اپنا تسلط جما رکھا ہے۔۔۔۔ اس قدر بڑے حکمران کو یوں مسجد میں پڑے دیکھ کر رومی سفیر ہکا بکا رہ گیا۔ اور اس نے اس واقعے کی رپورٹ جب اپنی حکومت

Marfat.com

کو بھجوائی تو اس سے پوری سلطنت روم لرز کر رہ گئی' رومیوں پر اسلام اور مسلمانوں کی ہیبت چھا گئی -----

ولادت — حضرت عمر بن خطابؓ مکہ مکرمہ میں ۴۰ سال قبل از ہجرت نبوی میں پیدا ہوئے۔ ان کا سلسلہ نسب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم سے آٹھویں واسطے سے ملا ہوا ہے۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آباؤ اجداد سفارتی مناصب پر فائز تھے اور تجارت بھی کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ مکہ کے کل سترہ لکھے پڑھے افراد میں سے ایک تھے' اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جب رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم پر ظہور نبوت ہوا' اس وقت ان سترہ پڑھے لکھے افراد کا خاصا چرچا تھا۔

قبول اسلام — حضرت عمر فاروقؓ نے ستائیس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ ان کے قبول اسلام کا ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ مشرف بہ اسلام ہونے سے پہلے وہ اس نئے دین اسلام کے سب سے بڑے اور طاقت ور دشمنوں میں سے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن وہ پیغمبر اسلامؐ کو ختم کر دینے کی نیت سے نکل کھڑے ہوئے۔ راستے میں انہیں نعیم ابن عبداللہ ملا اور دریافت کیا کہاں جا رہے ہو عمرؓ! اس پر عمر بن الخطابؓ نے بتایا کہ انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ و سلم کو ختم کر دینے کا ارادہ کیا ہوا ہے۔ اور اسی کی جانب جا رہے ہیں۔ عمرؓ کا یہ عزم و ارادہ دیکھ کر نعیم ابن عبداللہ نے طعن آمیز انداز میں کہا "اے عمرؓ! محمد کو قتل کرنے سے پہلے ذرا اپنے گھر کی خبر تو لے لو"۔

یہ طعنہ سن کر عمر بن الخطابؓ جلدی سے اپنے گھر کی جانب مڑے۔ بڑی سرعت کے ساتھ گھر پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ان کا بہنوئی قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے۔ اس عمل کو دیکھ اور سن کر عمرؓ غضب اور غصہ سے لال پیلا ہو گیا اور اپنے بہنوئی کو پیٹنا شروع کر دیا ----- عمرؓ کی بہن بھی دین اسلام کو قبول کر کے مسلمان ہو چکی تھیں۔ اس مار پیٹ کے باوجود وہ اپنے دین اسلام سے منہ موڑنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ عمر بن الخطابؓ نے اپنی بہن کو بھی بہت پیٹا' لیکن وہ دین پر ڈٹے رہے۔ بالآخر عمرؓ کو ان کی بہن نے ذرا توقف کرنے کے لئے کہا۔ اس کے بعد عمر بن خطابؓ نے خود کہا کہ مجھے وہ پڑھ کر سناؤ کہ جو تم لوگ میرے آنے سے پہلے پڑھ رہے تھے۔ اس پر عمر بن الخطابؓ کی بہن نے انہیں قرآن حکیم کی چند آیات سنائیں۔ جنہیں سن کر وہ مسحور ہو گئے۔ اب حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ وہ جلد از جلد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو جائیں' اس لئے وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ صورت حال دیکھ کر عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

Marfat.com

بہن اور بہنوئی نے فرط جذبات میں اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ یہ نعرہ قریبی پہاڑی تک گونج اٹھا۔ اس کے بعد عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دین اسلام کو قبول کر لیا۔

حضرت عمرؓ کے مسلمان ہو جانے پر پورے مسلمانوں کی قوت میں بہت اضافہ ہوا۔ وہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ان کے سب سے بڑے مشیر بنے رہے۔ اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر اسلام کے دوسرے خلیفہ مقرر ہوئے۔ انہوں نے اپنے ساڑھے دس سالہ دور خلافت میں اسلام کی بہترین خدمات انجام دیں اور اسلامی دنیا کو ترقی بخشی۔ لیکن انہیں ۶۴۴ء میں شہید کر دیا گیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک مجوسی فیروز المعرف ابو لولو نے قتل کر دیا تھا۔

یہ دین محمدیؐ کی رحمتیں اور برکتیں تھیں کہ اس نے مشاجرت زدہ اور قبائلی جنگوں میں صدیوں سے الجھے ہوئے عربوں کو اتحاد و استحکام کا سبق دے کر ایک مضبوط قوم بنا دیا تھا۔ اور پھر انہی لوگوں کی بدولت تاریخ میں وہ عظیم الشان انقلاب رونما ہوا کہ جس کی کہیں اور نظیر نہیں ملتی۔ ظہور اسلام کے صرف تیس ہی سال کے بعد بدوی عرب اپنے عہد کی ایک محترم اور معزز قوم بن کر وسیع و عریض سلطنت کی حکمران بن گئی تھی۔ عربوں نے جلد ہی اپنے عہد کی عظیم الشان سلطنتوں روم اور فارس پر غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ حالانکہ ان قدیم اور مضبوط سلطنتوں پر قیصر رومی اور خسرو جیسے مضبوط اور مستحکم حاکم تھے۔ ان سلطنتوں تک مسلمان صرف ترویج دین ہی کے لئے پہنچے۔ ان عظیم المرتبت مسلمانوں میں خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ جنگ اور امن میں ہر اعتبار سے عظیم الشان دکھائی دیتے ہیں۔ اس پس منظر میں تاریخ میں بہت کم لوگ ایسے گزرے ہیں کہ حضرت فاروق اعظمؓ جیسی خوبیوں اور اوصاف کے مالک ہوں۔ انہوں نے نظام حکومت، تبلیغ و توسیع دین اور بالخصوص عدل و انصاف کے حوالے سے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں، ان کی مثال کہیں اور ممکن نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی فلاح و بہبود اور تعمیراتی کاموں میں بڑی دلچسپی لی۔ اور انہوں نے ہر طرح سے لوگوں کی خدمت اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے پر ہمہ وقت اپنے آپ کو تیار رکھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ہزاروں میل دور اسلامی فوجوں کو مسلسل بہتر اور مؤثر ہدایات جاری کرتے رہے۔ اس پر مستزاد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس امر سے بھی بخوبی واقف اور آگاہ تھے کہ دنیا کے کس حصے میں

Marfat.com

کتنی فوج اور کس مسلمان جرنیل کی زیر کمان روانہ کرنا مناسب اور بہتر ہے۔ اس اعتبار سے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگی بصیرتیں ہمیشہ بار آور ثابت ہوئیں' اور ان کا انتخاب بھی احسن نتائج کا موجب بنا۔ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے پناہ جنگی بصیرت اور عسکری منصوبہ بندی تھی کہ مسلمانوں کی چھوٹی افواج نے بھی بڑی بڑی اور زیادہ مسلح فوجوں کو کئی مقامات پر شکست فاش سے دو چار کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منصوبہ بندیاں اور ترتیب اس طرح سے ہوتی تھی کہ مسلمانوں کے لئے فتح یاب ہونا اس کا ایک فطری نتیجہ ہوتا تھا اور ان فتح کیے ہوئے علاقوں اور ممالک کے انتظام و انصرام کے لئے بھی ان کی باقاعدہ اور واضح ہدایات ہوتی تھیں۔

دفاعی جنگیں۔ بعض غیر مسلم مورخوں نے اسلام کی اس قدر تیزی کے ساتھ ترقی اور توسیع کے حوالے سے یہ الزام بھی لگایا ہے کہ اسلام تلوار اور طاقت کے بل بوتے پر پھیلا ہے۔ لیکن اس مفروضے کے برعکس اب جدید تحقیقات اور تاریخی حوالوں کی متوازن جانچ پڑتال کے بعد یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے کہ بالخصوص خلفائے راشدین کے عہد میں مسلمانوں نے صرف اپنی دفاعی جنگیں کی ہیں۔

اسی پس منظر میں سر ولیم میور' جو ایک انگریز مورخ ہے' اس نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "دی رائز' ڈیکلائن اینڈ فال آف دی کیلی فیٹ" میں بجا طور پر لکھا ہے کہ "عراق کی فتح کے بعد حضرت زیدؓ فوج کے سپہ سالار نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس امر کی اجازت حاصل کرنے کی درخواست کی کہ خراسان میں ایرانی فوجیں بھاگی جا رہی ہیں' ان کا تعاقب کر کے انہیں ختم کیا جا سکے۔ لیکن اس موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایرانی فوجوں کے تعاقب کی ممانعت کر دی تھی اور فرمایا تھا کہ میری خواہش ہے کہ عراق اور ماورائے عراق کے مابین پہاڑی سلسلہ حائل رہے۔ اس طرح میرا خیال یہ ہے کہ پہاڑیوں کی اس قدرتی رکاوٹ کے باعث ایرانی ہم تک اور ہم ایرانیوں تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ اس لئے میرے خیال میں عراق کے میدانی علاقے ہی ہمارے لیے کافی ہیں۔ بلکہ "میں تو ہزاروں لوگوں کے اتلاف کے بجائے مزید فتوحات نہیں کرنا چاہتا۔ اس پس منظر میں بہرحال میرے نزدیک لوگوں کی حفاظت اور تحفظ مقدم ہے"۔

اس کے بعد ولیم میور ہی استدلال کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "یہ اس دور کی بات ہے کہ جب دنیا بھر پر مسلمانوں کے چھا جانے کا تصور ابھی محض واہمہ ہی تھا' لیکن مسلمانوں کے ذہن میں اس وقت بھی یہ حقیقت اور سنہری اصول موجزن تھا کہ کسی طرح سے بھی فروغ اسلام قتل

Marfat.com

انسانیت کے نام اور قیمت پر نہ ہو"۔ گویا اس واضح تاریخی تناظر میں یہ ثابت ہے کہ مسلمان ترویج دین میں تہدیم انسانیت کے قائل نہیں ہیں۔

فارس اور روم کے حکمران عربوں کو ہمیشہ حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس طرح ظہور اسلام کے بعد سے جب مسلمانوں نے قوت حاصل کرنا شروع کی اس وقت سے تو ان بڑی سلطنتوں نے مسلمانوں کو بالکل ختم کر دینے کے عزائم بنا لیے تھے۔ اپنے انہی عزائم کے پس منظر میں ایرانی حکمرانوں نے بحرین کے لٹیروں اور ڈاکوؤں کو اسلام کے خلاف مستحکم کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس طرح انہوں نے سجاح کو اپنا سردار بنا لیا تھا' اور سجاح نے تو عورت ہونے کے باوجود بھی اپنی نبوت کا دعویٰ بھی کر دیا تھا۔ سجاح نے اپنی نبوت کی دکانداری عراق کے کچھ غلاموں میں چمکالی تھی۔ اور وہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے بھی بڑھ آئی تھی۔

ایران کے مشہور سپہ سالار اور جرنیل رستم نے تو یہاں تک قسم کھا رکھی تھی کہ وہ عربوں کا مکمل طور پر قلع قمع کر کے ہی دم لے گا۔ اس لیے ایران والوں کے اس طرح کے مذموم عزائم عرب مسلمانوں کے لئے ایک مستقل خطرہ بنے ہوئے تھے' لیکن مسلمانوں کو بھی اب تو دین اسلام نے ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیا تھا۔ وہ اپنے دین کے لئے ہر طرح کی بڑی سے بڑی قربانی کے لئے بھی تیار تھے' لہٰذا مسلمانوں نے ایرانیوں کے اس چیلنج کو کشادہ دلی سے قبول کیا تھا۔ اس ساری صورت حال کے باوجود مسلمانوں پر ان کی مرضی اور خواہش کے برخلاف ان پر جنگ ٹھونس دی گئی تھی۔ پھر اس صورت میں جنگ و جدل سے بچنا مسلمانوں کے لئے ناگزیر ہو گیا تھا۔

گویا پھر جب مسلمانوں نے اپنے اوپر جبراً" ٹھونسی جانے والی جنگ میں مجاہدانہ حصہ لیا تو ایرانی حکمران مسلمانوں کی اس بدلی ہوئی کیفیت کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اس سے پیشتر بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ایرانیوں کو جو خفت اور ہزیمت اٹھانا پڑی تھی' ابھی تو اس کی یاد بھی باقی تھی لیکن اس تازہ شکست نے تو ایرانیوں کو ششدر کر کے رکھ دیا تھا۔ اس طرح ایرانیوں کی ہر شکست اور ہزیمت ایرانیوں کو اور بھی متوحش اور متکبر کرتی رہی تھی۔ سلطنت ایران جس قدر عظیم الشان تھی' اسی قدر اس کے وسائل اور ذرائع بھی وسیع و عریض اور بے پایاں تھے۔ اس لئے وہ کسی بھی دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے بڑی سے بڑی فوج اور بے بہا سامان جنگ بھی مہیا کر سکتے تھے۔ وہ اپنا دفاع کرنے کے بجائے پے بہ پے اور تازہ دم افواج کے ساتھ مسلسل اور تواتر کے ساتھ بھرپور حملے بھی کر سکتے تھے۔ ان کی کمک کا سلسلہ ہمیشہ جاری و ساری رہ سکتا تھا' اس قدر افواج اور سامان حرب و ضرب کے بل

Marfat.com

بوتے پر ایرانی دشمن کو تہس نہس کرنے کے لئے بہر طور ضرورت سے زیادہ مضبوط تھے۔ ان کے مقابلے میں تعداد میں کہیں کم مسلمان تو کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتے تھے' اور پھر مسلمانوں کے پاس سامان حرب کی بھی شدید قلت تھی۔ اس اعتبار سے رومیوں اور ایرانیوں کے مقابلے میں نہتے اور تعداد میں قلیل مسلمانوں کا آنا ایک طرح کا مذاق اور رائی کو پہاڑ کے مقابلے میں لانے کے مترادف تھا۔ متحارب فوجوں میں اس طرح کا عدم توازن اور تفاوت تاریخ عالم میں کہیں اور دکھائی نہیں دیتا۔

عرب جنگجو۔ حضرت عمر فاروقؓ کا دور خلافت شروع ہونے سے پہلے مسلمان مجاہدین فتوحات حاصل کرنے لگے تھے' لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں فتوحات کی رفتار میں سرعت پیدا ہو گئی تھی۔ اس وقت مسلمان دو محاذوں پر برسرپیکار تھے۔ شام میں مسلمان رومی فوجوں سے نبرد آزما تھے اور دوسری طرف عراق میں ایرانی خسرو کی فوجوں سے مقابلہ تھا۔ ایرانی فوجوں کی کمان اس وقت بوران دخت کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے ایرانی فوجوں کا کمانڈر انچیف رستم کو بنا رکھا تھا' لیکن ایرانی فوجوں کے یہ عظیم الشان انتظامات بھی مسلمانوں کے پائے استقامت کو نہیں روک سکے تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ رستم نے عراق میں ایرانی فوجوں کی سرپرستی بھمن کے سپرد کر دی تھی' اور بھمن وہ ظالم شخص تھا کہ جس نے عرب مسلمانوں کی مکمل تباہی اور بربادی کی قسمیں کھا رکھی تھیں۔

پھر ۶۳۵ء میں بریت میں ایک خون ریز جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں تو ایرانیوں کو اس قدر شدید حملوں کا مقابلہ کرنا پڑا کہ وہ بھاگتے ہوئے اپنے مردہ سپاہیوں کی لاشوں کو بھی نہ سنبھال سکے۔ مسلمانوں کے جرنیل مثنیٰؓ نے بتایا کہ وہ اس سے پیشتر بھی قبل از اسلام ایرانی فوجوں کے ساتھ جنگوں میں شریک رہا ہے' اس وقت صرف ایک سو ایرانی سپاہی ایک ہزار عرب سپاہیوں پر غالب آ سکتے تھے' لیکن اب تو یہ صورت حال ہی مختلف ہو چکی تھی کہ مٹھی بھر مسلمان مجاہدین ہزاروں ایرانی سپاہیوں کو تہہ تیغ کر لیتے تھے۔

سعد بن ابی وقاصؓ مسلمان کمانڈر تھے۔ لہٰذا انہوں نے سلطنت ایران کے علاقہ عراق میں ایرانیوں کو بے بس کر دیا تھا' اس کے بعد ایرانی دوبارہ عراق میں کبھی قوت حاصل نہ کر سکے۔ ایرانیوں کا مشہور جرنیل رستم مسلمانوں کے مقابلے میں بہت بڑی فوج لے کر آ گیا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کا کمانڈر بیمار تھا' لہٰذا اس نے خالدؓ بن ارفطا کو فوج کی کمان دے دی تھی۔

اس جنگ کا ایک دلچسپ واقعہ یوں بیان کیا جاتا کہ ایک مشہور زمانہ شاعر ابو محجن ثقفی کو شراب نوشی کے جرم میں قید و بند میں ڈال رکھا تھا۔ ابو محجن ثقفی نے مسلمان کمانڈر کی اہلیہ

Marfat.com

سلمٰی کو ایک درخواست بھجوائی کہ اسے مسلمانوں کی جانب سے جنگ میں حصہ لینے کی اجازت دی جائے' اور جنگ کے بعد وہ یقیناً اسی قید میں واپس آکر اسیر ہو جائے گا۔ اس وعدے پر ابو محجن ثقفی کی خواہش کے مطابق اس کی درخواست مان لی گئی۔ اس طرح اس نے جنگ میں حصہ لیا۔ اس کے بعد ابو محجن ثقفی میدان جنگ میں بڑی ہی بہادری اور دلیری کے ساتھ لڑتا رہا۔ اس شخص کی جرات اور بہادری کو دیکھ کر مسلمان فوجی اور سپاہی خود بھی حیران رہ گئے۔ لیکن جنگ کے خاتمے پر اس شخص نے واپس آکر اپنے آپ کو دوبارہ اسارت خانے میں قید کر لیا۔ لیکن جب مسلمان کمانڈر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو اس شخص کی اس قدر جرات' بہادری اور وعدے کی پاسداری کا علم ہوا تو اسے قید و بند سے آزاد کر دیا تھا۔

اس جنگ میں تعقع کی منصوبہ بندی پر عمل کیا جا رہا تھا۔ تعقع نے مسلمانوں کی فوج کو کئی ٹکڑیوں میں تقسیم کر رکھا تھا' اور کئی ٹکڑیوں کو ریزرو میں رکھ لیا تھا۔ فوج کی یہ ٹکڑیاں دشمن پر بار بار حملہ کرتی تھیں۔ اس طرح دشمن تو مسلمانوں کی فوج کی تعداد کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا اور فوج کے یہ حصے ہمیشہ تازہ دم رہتے تھے۔ دشمن ان حملوں کی تاب نہ لا کر بھاگنے پر مجبور ہو گیا تھا' بلکہ اس وقت مسلمانوں کے مقابلے میں ایرانیوں کا بھاگ جانا ہی مقدر ہو چکا تھا۔ اس جنگ میں رستم اعظم نے اپنی جان بچانے کے لئے بھاگنا چاہا لیکن وہ بھی کامیاب نہ ہو سکا اور قتل کر دیا گیا۔

انسان آزاد ہے۔ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ اس جنگ کے نتائج کے بارے میں بے حد فکر مند تھے۔ اس جنگ کی ساری منصوبہ بندی انہوں نے خود ہی کی تھی' وہ مدینہ میں بیٹھ کر بھی عراق جیسے دور دراز علاقوں میں جنگی منصوبہ بندی اور اس پر عمل کرنے پر توجہ دیتے تھے۔ انہیں چونکہ اپنی جنگی منصوبہ بندی پر اور اس کے نتائج کا حتمی یقین ہوتا تھا اس لئے وہ خود لحوں تک مدینہ سے باہر پیغامیوں کے ذریعے خبروں کے منتظر رہتے تھے۔ جو پیامی فتوحات کی خوش خبریاں لاتے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود ان کے ساتھ پیدل مدینہ تک آتے اور اس پیامی سے جنگ کی صورت حال کے بارے میں تفصیلات دریافت فرماتے رہتے۔ اور پھر جب آپ مدینہ میں آجاتے تو لوگ ان سے جنگ کی خبروں کے بارے میں پوچھتے تھے۔ اس حوالے سے کئی پیامیوں کو یہ بعد میں پتا چلتا کہ ان سے جو شخص جنگ کی تفصیلات معلوم کر رہا تھا وہ خود حضرت عمرؓ تھے۔ بعد میں جب ایسے پیامی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آکر معذرت کرتے تو حضرت عمرؓ ان لوگوں سے برملا فرماتے کہ "اے میرے اسلامی بھائیو! میں آپ لوگوں پر کوئی ایسا حاکم نہیں ہوں کہ جو آپ کو غلام بنانا چاہتا ہو۔ میں تو اللہ اور اللہ

Marfat.com

کے بندوں کا خادم ہوں۔ مجھے امور خلافت کی بجا آوری کے بڑے کٹھن فرائض سونپے گئے ہیں۔ اس لئے یہ میرا فرض ہے کہ میں آپ لوگوں کے تحفظ اور بہتری کے لئے کام کروں، اور یقین کیجئے، وہ دن میری زندگی کا بہت برا دن ہو گا کہ جس دن آپ کو کسی امر میں میرا انتظار کرنا پڑے۔ میں آپ سب لوگوں کو امور سلطنت کی پوری صورت حال سے آگاہ رکھنا چاہتا ہوں۔ اور یہ آگاہی میں آپ لوگوں کو اپنی زبان سے نہیں بلکہ اپنے اعمال سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں۔

ایرانی فوجوں اور حکمرانوں نے مسلمانوں کے مقابلے میں مداین کے مقام پر آخری مزاحمت کی۔ یہاں پر ایرانی فوجوں نے دریائے دجلہ کا پل توڑ کر ایک طرح سے اپنے آپ کو مسلمانوں سے محفوظ کر لیا تھا۔ لیکن مسلمانوں کے لشکر کا کمانڈر حضرت سعدؓ سب سے پہلے خود اپنے گھوڑے سمیت دریائے دجلہ کو عبور کرنے کے لئے کود گیا تھا۔ اور اس کے بعد ان کی پوری فوج نے آناً فاناً گھوڑوں ہی کے ذریعے سے دریا عبور کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس منظر کو دیکھ کر ڈرے اور سہمے ہوئے ایرانی فوجی پکارنے لگے تھے کہ جنوں کی فوج آن پہنچی ہے۔ پھر مداین میں مسلمانوں کی ایرانی فوجوں کے ساتھ گھمسان کی جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت بھی ملا۔

دولت باعث زوال۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اس سارے اور ڈھیروں مال غنیمت کی رقم کو مدینہ کی مسجد میں ایک انبار کی صورت میں رکھ دیا تھا۔ اس مال غنیمت میں قیمتی ایرانی قالین بھی موجود تھے۔ اس دولت کے ڈھیر کو دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو دیئے تھے۔ جب لوگوں نے اس امر کا سبب پوچھا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ افسوس یہی مال و متاع ہی ایرانیوں کے زوال کا باعث بنا ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ دولت ضرورت مند لوگوں میں تقسیم کروا دی تھی۔ انہوں نے اس قیمتی ایرانی قالین پر بھی کوئی توجہ نہ دی اور حکم دیا کہ اس کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر کے بانٹ لئے جائیں۔ لیکن یہاں پر اس حقیقت کا اقرار کرنا ضروری دکھائی دیتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی افواج کی اس طرح سے اخلاقی تربیت کی گئی تھی کہ کسی بھی مسلمان فوجی نے اس مال غنیمت میں سے کچھ بھی نہیں لیا تھا۔

دوسری طرف مسلمانوں کے لئے رومی سلطنت بھی ایک مستقل خطرہ بنی ہوئی تھی۔ بلکہ شام میں رومی حکومت تو بہت مضبوط تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بھی اس جانب توجہ دی گئی تھی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس محاذ پر

Marfat.com

متعین کیا تھا۔ اس طرح یکے بعد دیگرے شام کے شہر فتح ہونے لگے تھے۔ کئی شہروں کے باسیوں نے خود بخود ہی مسلمانوں کے لئے اپنے شہروں کے دروازے کھول دیئے تھے۔ دمشق شہر میں بہت بڑے فوجی قلعے تھے لیکن اس شہر کو فتح کرنے کے لئے ایک جانب سے حضرت خالد بن ولیدؓ نے حملہ کیا تھا اور دوسری طرف سے کمانڈران چیف حضرت ابو عبیدہؓ حملہ کرتے ہوئے آرہے تھے۔ دونوں مسلمان جرنیل شہر کے عین وسط میں آپس میں مل گئے تو اس کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے اعلان کیا کہ اب کوئی مسلمان کسی شہری کو کسی بھی طرح سے نقصان نہ پہنچائے۔ اس کے بعد مسلمان جرنیل نے دمشق میں معاہدہ امن کر لیا تھا۔

اسلامی رواداری – مشرقی روم کے دارالحکومت انتیوب کو مسلمانوں نے شدید مزاحمت کے ساتھ فتح کیا تھا۔ یہاں پر رومی گورنر ارتابین نے اپنی حفاظت کے لئے بھاری فوج جمع کر رکھی تھی۔ اس نے اپنی فوج کے کچھ چھوٹے حصے یروشلم' غزہ اور رملہ کے مقامات پر متعین کئے ہوئے تھے اور پھر فوجوں کا بڑا اجتماع اجنادین کے مقام پر تھا۔ لہٰذا مسلمانوں نے ان فوجوں پر شدید حملے کئے' لیکن رومی فوجوں نے شدید مزاحمت کی۔ اس وقت حضرت ابو عبیدہؓ حمص کے مقام پر تھے۔ لیکن انہوں نے محسوس کیا کہ اب انہیں اجنادین کی جانب روانہ ہو جانا چاہئے۔ اس لئے اس جرنیل نے مسلمانوں کے خزانچی کو حکم دیا کہ وہ حمص کے لوگوں کو ان کے جزیئے کی رقم واپس کر دیں کیونکہ اب اس نئی صورت حال میں مسلمان' غیر مسلموں کی بہتر طور پر شاید حفاظت نہ کر سکیں۔ اس طرح جزیئے کی تمام رقم غیر مسلموں کو واپس کر دی گئی۔ مسلمانوں کی اس رواداری اور حسن سلوک نے تمام غیر مسلموں کو اپنا والا و شیدا بنا لیا تھا۔ حمص کے متعدد لوگ دھاڑیں مار کر رونے لگے اور دعائیں مانگنے لگے کہ اللہ آپ لوگوں کو جلد اور دوبارہ یہاں پھر لائے۔ اسی موقع پر یہودیوں نے اپنی توریت پر قسمیں کھائیں کہ وہ لوگ رومیوں کو کسی بھی قیمت پر اپنے شہر پر قبضہ نہیں کرنے دیں گے۔

اس کے بعد ۶۳۲ء میں یرموک کے مقام پر رومیوں اور مسلمان مجاہدین کے درمیان ایک خونی جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں رومیوں کی تعداد تین لاکھ سپاہیوں سے زیادہ تھی۔ اور مسلمان مجاہدین کی تعداد بمشکل چھیالیس ہزار تھی۔ اور ان میں سے کئی غیر تربیت یافتہ اور نہتے بھی تھے۔ لیکن اس کے باوجود مسلمان مجاہدین جذبے اور بہادری کے ساتھ دشمن سے لڑے۔ اس جنگ میں مسلمانوں نے قریباً" ایک لاکھ رومی سپاہیوں کو خاک میں ملا کر رکھ دیا تھا۔ جب کہ صرف تین ہزار مسلمان مجاہدین نے شہادت پائی۔ مسلمانوں کی اس عظیم الشان فتح پر قیصر روم نے بصد حسرت و یاس شام کو خیرباد کہہ دیا اور وہ خود قسطنطنیہ میں چلا گیا تھا۔

Marfat.com

پیغام امن۔ معرکہ یرموک میں بچنے والے کچھ رومی سپاہی بھاگ کر یروشلم کے محصوروں اور مقفل شہر میں آگئے تھے۔ اس شہر کے محاصرے میں رومیوں نے خاصی مزاحمت کی تھی۔ مسلمانوں نے اس کے باوجود بدستور محاصرہ جاری رکھا۔ پھر ایک دن شہر کے پادریوں اور پروہتوں نے کہا کہ وہ یروشلم کو محاصرین کے حوالے کر دیں گے لیکن ان کی شرط یہ ہے کہ وہ صرف مسلمانوں کے خلیفہ کے سامنے ہتھیار ڈالیں گے۔ یہودیوں کی اس خواہش پر خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود عازم یروشلم ہوئے۔ انہوں نے مدینہ سے یروشلم تک اپنے ایک خدمت گار کے ساتھ سفر کیا۔ یہ سفر ان دونوں ساتھیوں نے صرف ایک اونٹ پر طے کیا۔ دونوں ساتھی باری باری اونٹ کی سواری کرتے رہے۔ جب شہر کے قریب پہنچے تو اس وقت خدمت گار اونٹ پر سوار تھا اور حضرت عمرؓ اونٹ کی مہار تھامے ہوئے پیدل چل رہے تھے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر یروشلم کے راہب بے حد متاثر ہوئے اور انہوں نے برملا اقرار کیا کہ یروشلم پر قبضہ کرنے والے کی نشانیاں جو ہماری کتابوں میں بیان کی گئی ہیں وہ ہو بہو سچ ثابت ہوئی ہیں۔ اس لئے ہم اس شہر کو مسلمانوں کے حوالے کرتے ہیں۔ اس کے بعد بڑے پادری نے شہر کی چابیاں خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر دیں۔ پادریوں نے خلیفۃ المسلمین کو یہاں تک بھی دعوت دے دی کہ وہ عیسائیوں کے چرچ میں اپنی نماز ادا کر لیں۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ "اگر مسلمانوں کے خلیفہ نے اس عمل کا آغاز کر دیا تو عین ممکن ہے بعد کے برسوں میں مسلمان معاہدہ امن کی خلاف ورزی کرنے کے مرتکب ہو جائیں اور عیسائیوں کی عبادت گاہوں کا تحفظ کرنا ممکن نہ رہے"۔ عیسائیوں کو تو مسلمانوں نے معاہدہ کے امن کے لئے چند شرائط پیش کر دیں، لیکن یہودیوں نے بخوشی اور خود اپنی مرضی سے مسلمانوں کے ساتھ تعاون کر لیا اور اپنی کئی عمارتیں مسلمانوں کے حوالے کر دیں۔

شام کی مکمل فتح کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کی فتوحات کو اس دور کی پوری معلوم دنیا نے تسلیم کر لیا تھا۔ شام کی فتح کے حوالے سے ایک مشہور مورخ لکھتا ہے کہ "شام نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنے دروازے وا کر دیئے تھے۔ اس کا تاریخی پس منظر یوں ہے کہ سات سو سال پہلے شام کے مقدونی حکمران کو پومپئی نے معزول کر دیا تھا۔ اس طرح شام میں اپنی آخری شکست کے بعد رومیوں نے ان لوگوں کو ایک شکست خوردہ قوم سمجھنا شروع کر دیا تھا، لیکن اس کے باوجود یہ لوگ عربوں پر اور ان کے علاقوں پر حملے کرتے رہتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ ان شامی لوگوں نے اپنی حفاظت اور عربوں سے محفوظ رہنے کے لئے ایک وسیع و عریض

Marfat.com

صحرا حائل کر رکھا تھا۔ وہ اس طرح کہ انہوں نے ان صحراؤں میں بھی متعدد حفاظتی مورچے اور کمین گاہیں بنا رکھی تھیں' ان مورچوں اور کمین گاؤں کی بدولت وہ لوگ اپنے آپ کو ایشیائی حملہ آوروں سے بھی محفوظ رکھتے تھے۔ لیکن صدیوں پہلے ان علاقوں کے شہر' مورچے اور کمین گاہیں اور قلعے تباہ و برباد ہو چکے تھے' اور ان علاقوں کی آبادی شمالی علاقوں کی جانب جانے پر مجبور ہو چکی تھی۔ اس حوالے سے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ باز نطینیوں نے مسلمان حملہ آوروں کے لئے فتوحات کے حوالے سے ابتدائی کام کر دیا تھا۔ باز نطینی بربریت کے مقابلے میں مسلمانوں کی روا داری اور امن کا پیغام بہر صورت زیادہ پر کشش تھا"۔

شامی علاقوں میں سے رومی فوجوں کی صفائی کرنے کے بعد اسلامی فوج نے ایران یعنی فارس اور اس کی ریاستوں کی جانب رخ کیا۔ اس طرح انہوں نے ۶۴۳ء میں آذربائیجان کو' اسی سال میں بوستان کو' اور پھر ۶۴۴ء میں آرمینا' سیستان اور مکران کو بھی فتح کر لیا تھا۔ بلاذری جیسا مورخ تو یہاں تک بھی لکھتا ہے کہ اس وقت مسلمان فاتحین تو مکران سے آگے سندھ کی بندرگاہ دیبل تک بھی پہنچ چکے تھے۔ لیکن طبری کے بیان کے مطابق معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ نے مکران سے آگے مشرق کی جانب مسلمان فوجوں کو بڑھنے سے روک دیا تھا۔

اسی طرح دوسری جانب بحیرہ اسود کے علاقوں میں ایک مسلمان کمانڈر سلیشیا یعنی طارسوس کے دارالحکومت تک بھی پہنچ گیا تھا۔ اس مسلمان کمانڈر کا نام عیفں تھا اور رومی لوگوں کے نزدیک اس کی حیثیت ایک جنگجو اور بہادر دہشت گرد بگولے کی تھی۔

قبطیوں کے ساتھ حسن سلوک۔ ایرانی علاقوں میں سے رومی فوجیوں نے شکست کے بعد سکندریہ میں جا کر پناہ لی تھی۔ اس حوالے سے اب یہ رومی فوجیں شام کے مسلمان فاتحین کے لئے ایک طرح کا خطرہ بن گئی تھیں۔ اس لئے حضرت عمر بن العاصؓ نے خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ انہیں مصر کی جانب پیش قدمی کی اجازت دی جائے۔ لہٰذا اس درخواست پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت دے دی' اور اس کے بعد ۴۲-۶۴۱ء میں مسلمان فوجوں نے عمر بن العاصؓ کی سرکردگی میں سکندریہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ مصر کے عیسائیوں نے اپنی بجائے قبطیوں کو بلا کر پیش کر دیا۔ مسلمان فاتحین نے ان قبطیوں کے ساتھ خاصا رحم دلانا سلوک کیا' اور انہیں زمینیں بھی دے دیں۔

مسلمانوں کی فتح سکندریہ کے حوالے سے بعض متعصب دشمنوں اور خائن مورخوں نے لکھا ہے کہ سکندریہ کی فتح میں مسلمان حملہ آوروں نے وہاں کا تاریخی اور اہم کتب خانہ بھی

Marfat.com

تباہ کر دیا تھا۔ لیکن بعد کے متوازن خیال اور غیر جانبدار مغربی مورخین اور سکالرز نے واضح طور پر لکھا ہے کہ سکندریہ کے کتب خانے کو پہلے تو جزوی طور پر جولیس سیزر نے برباد کیا تھا' اور پھر رومی حکمران شاہنشاہ تھیوڈوسیس نے بھی تباہ و برباد کر دیا تھا۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ شاہنشاہ تھیوڈوسیس خود بھی عیسائیت کا دلدادہ تھا لیکن اس نے دشمنی اور عداوت کی آگ میں سکندریہ کے بچے کھچے کتب خانے کو بالکل نابود کر دیا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ ہی کے عہد خلافت میں رومی شاہنشاہوں کا سمندروں کے راستے سے مقابلہ کرنے کی خاطر مسلمانوں نے ایک مضبوط بحری بیڑا بھی بنا لیا تھا۔ اس طرح جلد ہی عرب مسلمانوں نے بحری بالا دستی بھی قائم کر لی تھی۔ مسلمانوں کے بحری بیڑے کو دیکھ کر رومی بحری بیڑا ہیلی سپونٹ کی جانب بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے جزیرہ نمائے یونان کے گرد و نواح میں کئی جزائر پر قبضہ کر لیا تھا۔

اسلام کا اعجاز۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں مسلمانوں کی شاندار فتوحات میں عربوں کی بحریہ کی بھی بڑی اہم اور مثالی خدمات سامنے آتی ہیں۔ یہ مسلمانوں کی بحری قوت ہی کا کرشمہ تھا کہ انہوں نے نہایت مختصر مدت میں بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کر لیں' دوسرے خلیفہ راشد کے عہد میں مسلمانوں کی قلمرو وسیع و عریض علاقوں یعنی شام' مصر' عراق فارس' خوزستان' آرمینیا' آذربائیجان' کرمان' خراسان' مکران اور بلوچستان کے خطوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ مٹھی بھر عرب مجاہدین نے صرف جذبہ جہاد اور ایمان اور ایقان کی روشنی کے باعث' جنگی ساز و سامان کی قلت کے باوجود دنیا کی عظیم الشان سلطنتوں کی نخوت اور غرور کو الٹ کر رکھ دیا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ بانی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنی تعلیمات کے ذریعے سے عربوں میں ایک نئی اور زندگی افروز روح پھونک دی۔ عربوں کے اندر ایک نیا حوصلہ اور اعتماد پیدا کر دیا۔ اس طرح ان کا مرنا اور جینا سب ان کے پروردگار ہی کے لئے ہو گیا۔

خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطابؓ نے بھی اپنے فوجی جنرلز کے انتخاب اور تقرر میں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی طرح بڑے حزم و احتیاط سے کام لیا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے فوجی جنرلز کے ساتھ ہمہ وقت گہرا اور مکمل رابطہ برقرار رکھا۔ اس پر مستزاد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے جنرلز کے ذریعے سے مفتوحہ علاقوں اور سلطنتوں کے حکمرانوں اور لوگوں کے لئے نہایت آزادانہ اور ترقی پسندانہ شرائط کو رائج رکھا۔ اس بہترین سلوک اور مسلمانوں کی انسانی رواداری کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ مسلمانوں کے زیر تسلط

۹۶۴۴۲

Marfat.com

اور محکوم قوموں نے کبھی مسلمان حکمرانوں سے بغاوت نہ کی اور ہمیشہ مسلمانوں کی سرپرستی کو قبول کیے رکھا۔

حضرت عمر فاروقؓ جنگی حکمت عملی میں اپنی مثال آپ ہی تھے۔ اس حوالے سے انہوں نے مسلمان فاتحین کو جو جا بجا ہدایات دیں اور مفتوح اقوام اور قبائل کے ساتھ جس طرح کے احسن انسانی حسن سلوک اور رواداری کی تلقین کی' اس کی تاریخ عالم میں کہیں اور نظیر نہیں ملتی۔ تاریخ طبری سے ہمیں مثالیں ملتی ہیں کہ خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطابؓ عساکر اسلامی سے ہزاروں میل دور بیٹھ کر بھی ہر جرنیل اور ہر کمانڈر کی رہنمائی فرماتے اور انہیں موقع محل' قوموں کی اجتماعی نفسیات' ملکوں کی جغرافیائی حالت اور دشمن کی بھاری اور بہتر طور پر مسلح فوجوں کے مقابلے میں کامران و کامیاب ہونے کے لئے جا بجا ہدایات جاری کرتے رہتے تھے۔ گویا حضرت عمر عساکر اسلامی کو مرکز میں بیٹھ کر کنٹرول کرتے اور مرکز اسلامی ہی سے مفتوح اقوام کے لئے "نیو ورلڈ آرڈرز" جاری فرماتے تھے۔ آج سے صدیوں پہلے کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جاری کردہ نیو ورلڈ آرڈرز ہر لحاظ سے انسانیت افروز اور ظلم و بربریت کے خلاف ہوتے تھے۔ ان میں لوگوں کے لئے فلاح اور بھلائی موجود تھی۔ جہاں داری اور جاں بانی دونوں ان نیو ورلڈ آرڈرز میں ہوتے تھے اور سب پر فائق ترویج دین اور ترقی اسلام کا جذبہ ہی رہتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مسلم فاتحین نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں اپنی محکوم اقوام اور ملکوں کو اس قدر زیادہ اور آزادانہ مراعات اور سماجی آزادیاں دے رکھیں تھیں کہ آج کے جدید ترین دور میں بھی کوئی فاتح قوم مفتوح قوم کو دینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی۔ مسلمانوں کے اس معاشرتی حسن اخلاق اور بے تحاشا آزادیوں کے باعث لوگ ان کے گرویدہ ہو گئے اور اس کا لامحالہ یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ مسلمانوں کے لئے محکوم لوگوں پر حکومت کرنا آسان ہو گیا۔

دنیا کا عظیم ترین فاتح۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عاملین اور جرنیلوں کو شدت کے ساتھ اس امر سے منع کر رکھا تھا کہ کمزوروں اور بے سہارا لوگوں کو قتل نہ کیا جائے۔ اسی طرح دوسری قوموں کے عبادت خانوں اور مزارات کو بھی نقصان نہ پہنچایا جائے۔ اور پھر مفتوح ممالک اور اقوام کے ساتھ ایک بار جو معاہدہ امن طے پا جاتا' اس پر پوری ذمے داری کے ساتھ کاربند رہا جاتا۔ دنیا کے دیگر بڑے بڑے فاتحین مثلاً سکندر اعظم' سیزر' اٹیلا' چنگیز خان اور ہلاکو وغیرہ کے مقابلے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوحات بیک مادی مادی بھی تھیں اور روحانی بھی۔ اسکندر اعظم نے جب شام کے شہر سور کو فتح کیا' تو اس نے وہاں پر

Marfat.com

شہریوں کے قتل عام کا حکم دے دیا تھا' اس کے ساتھ ساتھ تقریباً" ایک ہزار معزز شہریوں کی لاشوں کو درو دیوار پر لٹکا دیا تھا تاکہ لوگ عبرت حاصل کرتے رہیں۔ اسی طرح جب ایران کے شہر **اصطخر** کو فتح کیا گیا تو وہاں پر بھی یہی عبرتناک کھیل رچایا گیا۔ پھر اٹیلا' چنگیز اور ہلاکو تو اس سے بھی بڑھ کر بربریت پسند تھے۔ ان کے عام شہریوں پر مظالم تو ضرب المثل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن ان ظالم اور سفاک فاتحین کی موت کے بعد مفتوحہ ممالک اور علاقے دوبارہ آزادی حاصل کر لیا کرتے تھے' اور ان کی سلطنت بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی تھی۔ برعکس ان کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں فتح کئے ہوئے ممالک اور علاقے تو آج تک بھی مسلمانوں ہی کی سلطنتوں کے روپ میں موجود ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کی دانش مندانہ قیادت' ہمدردانہ سیادت اور منظم حکومت کی مثال دنیا میں کہیں اور دکھائی نہیں دیتی۔ ان کا سارا نظام حکومت اس قدر مستعد اور منظم تھا کہ اس جیسا استحکام اور یگانگت تو آج کی بعض حکومتوں میں بھی دکھائی نہیں دیتی۔ اپنی اس تاریخی تخصیص کے باعث حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خطہ ارض کے سب سے بڑے فاتح بن جاتے ہیں۔

مسلمانوں بالخصوص حضرت عمر فاروقؓ کی بہ حیثیت خلیفتہ المسلمین ایمانداری' غیر مسلموں کے ساتھ کیے ہوئے وعدے اور رواداری' غیر مسلموں کی عزت نفس کی پاسداری اور بالعموم تمام مسلمانوں کے بہتر اور احسن سلوک نے غیر مسلموں میں بھی مسلمان حکمرانوں اور عمال کے لئے ایک احترام اور وقار پیدا کر رکھا تھا۔ اس سلسلے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تمام جرنیلوں' کمانڈروں اور عمال سے نصیحت کیا کرتے تھے کہ غیر مسلم رعایا کے لئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کی ذمے داری کو یاد رکھا جائے۔ ان لوگوں سے جو اقرار کیے گئے ہیں' ان پر کاربند رہا جائے۔ ان کے دشمنوں سے ان لوگوں کی بجا طور پر حفاظت کی جائے۔ اور ان پر کبھی سختی نہ کی جائے۔

ہرمزان کی حیلہ سازی۔ ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایرانی چیف ہرمزان مسلمانوں کا شدید دشمن تھا' اس نے مسلمانوں کو ختم کر دینے کی قسمیں بھی کھا رکھیں تھیں' مسلمانوں کے ساتھ ایک جنگ میں وہ مسلمانوں کا قیدی بن گیا تھا۔ ہرمزان کو جب مدینہ منورہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا تو اسے خدشہ تھا کہ اسے جلد ہی اس کی دشمنی اور شدید عداوت کے باعث قتل کر دیا جائے گا۔ اس موقع پر ہرمزان نے ایک ترکیب سوچی اور خلیفہ عمر بن الخطابؓ کے سامنے پینے کے لئے ایک گلاس پانی طلب کیا۔ جب

Marfat.com

پانی کا گلاس لایا گیا اور ہرمزان کو پینے کے لئے پیش کر دیا گیا تو ہرمزان نے وہ پانی پینے سے پس و پیش سے کام لیا۔ خلیفتہ المسلمین نے اس امر کی وجہ دریافت کی تو ہرمزان نے کہا کہ مجھے خدشہ ہے کہ مجھے پانی پیتے ہی میں قتل نہ کر دیا جائے۔ ہرمزان کے اس خطرے اور خدشے پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے وعدہ کر لیا کہ جب تک وہ پانی کا بھرا ہوا وہ گلاس نہیں پی لے گا' اس وقت تک اسے قتل نہیں کیا جائے گا ------ اس وعدے پر ہرمزان نے بڑی چالاکی کے ساتھ پانی کا بھرا ہوا گلاس دور پھینک دیا۔ اور کہا کہ مسلمانوں کے خلیفہ نے میرے ساتھ پانی کا گلاس پینے تک نہ قتل کرنے کا وعدہ کر لیا ہے۔ اس لئے میں یہ پانی نہیں پیوں گا۔ اور مجھے یقین ہے خلیفہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا! ---- اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے وعدے کی پاسداری کرتے ہوئے' اور ہرمزان کی جان بچانے کی حیلہ سازی پر اسے قتل نہ کیا۔ کہا جاتا ہے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل کو دیکھ کر مسلمانوں کے وعدے کی پاسداری کو دیکھتے ہوئے ہرمزان نے اسلام کو بخوشی قبول کر لیا تھا۔

ایک عام مسلمان کا فیصلہ۔ اسی طرح ایک اور واقعہ بھی ہے کہ اسلامی لشکر چندی صبور کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ اسی دوران میں ایک دن اس شہر کے باسیوں نے شہر کا دروازہ کھول دیا اور وہ سب حسب سابق اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے' عام لوگوں نے بھی اپنا معمول کا کام کاج شروع کر دیا۔ اس صورت حال کو جب مسلمان کمانڈر نے دیکھا تو اس نے لوگوں کے اطمینان اور پر سکون ہونے کی وجہ معلوم کی۔ مسلمان کمانڈر کو بتایا گیا کہ شہریوں کا کہنا ہے کہ انہیں ایک مسلمان غلام نے سب کچھ معاف کر دیا ہے' اس لئے انہوں نے شہر کا دروازہ کھول دیا ہے۔ مسلمان کمانڈر نے جلد ہی اس معاملے میں خلیفتہ المسلمین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رہنمائی حاصل کی۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس غلام مسلمان کی پیش کردہ شرائط کو بخوشی قبول کر لینے کی ہدایت کی' اور فرمایا کہ 'مت کے ایک عام مسلمان کا جو فیصلہ ہے وہی اس کے کمانڈر کا فیصلہ ہے اور وہی خلیفتہ المسلمین عمر بن الخطاب کا فیصلہ ٹھہرے گا۔

سبحان اللہ' حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عام مسلمان کے فیصلے اور ان کی شرائط کو بخوشی قبول فرما کر ایک جانب تو ہر امتی اور مسلمان کی رائے کو اہم اور وقیع ہونے کی سند بخشی اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح فرمایا کہ ایک عام مسلمان کے وعدے کی بھی اتنی ہی اہمیت اور وقعت ہے جتنی کہ مسلمانوں کے کمانڈر یا خلیفہ کی۔

Marfat.com

مجالس مشاورت۔ دور خلافت راشدہ میں صحیح معنوں میں جمہور کی رائے کو وقعت دی گئی اور جمہوری قدروں پر اسلامی اساس پر عمل بھی جاری رکھا گیا۔ خلفائے راشدہ کے عہد میں اسلامی تعلیمات اپنی تمام تر رحمتوں کے ساتھ مجسم ہوتی رہیں۔ اور اسی دور میں قرآنی اصول یعنی مشاورت کے لئے ایک اہم مجلس مشاورت یعنی شوریٰ قائم ہوئی کیونکہ پیغمبر اسلام نبی رحمت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم بھی بڑے بڑے امور کے فیصلے میں بجا طور پر مشاورت سے کام لیا کرتے تھے' یہاں تک بھی کہا جاتا ہے کہ اسلام میں جمہوری قدروں کے احترام کا بیج حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے عہد میں بویا گیا۔ اس بیج سے جو پودا نکلا اس کی آبیاری خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ہوئی اور پھر خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں وہی پودا ایک کامل اور تناور درخت بن گیا۔ حضرت عمر بن خطابؓ کے عہد خلافت میں دو طرح کی مجالس مشاورت موجود تھیں۔ ان میں سے ایک مجلس کا مقام ایک طرح سے آج کی اصطلاح میں اسمبلی کا سا تھا۔ یہ اسمبلی مملکت سے متعلقہ امور کے بارے میں فیصلے کرتی تھی اور دوسری مجلس مشاورت ایک طرح کی خصوصی مجلس تھی۔ اس اعلیٰ مجلس کے ممبران ایسے افراد تھے کہ جن کا ذاتی کردار و عمل سب سے احسن اور مثالی تھا' ان کی شخصیت ہر اعتبار سے بے داغ تھی۔ اس مجلس خاص کے اراکین گاہے گاہے عام معمول کے معاملات اور اہم نوعیت کے امور نمٹانے کے لئے ملتے رہتے تھے۔ یہی اعلیٰ سطحی مجلس مشاورت ہی حکومتی مناصب پر لوگوں کا تقرر کرتی اور بعض ناگزیر صورتوں میں معزولی اور تنزلی کے فیصلے بھی کرتی تھی' اس مجلس مشاورت کے تمام فیصلوں پر عمل درآمد ضروری اور آئینی طور پر لازمی تھا۔ یہ حضرت عمر فاروقؓ کی انسانی ہمدردی اور اسلامی رواداری کی اعلیٰ ظرفی تھی کہ وہ بعض امور کے فیصلوں میں غیر مسلموں کی رائے بھی حاصل کر لیا کرتے تھے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ عراق میں نظم و نسق کی خاطر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں پارسی سرداروں سے بھی باہم مشورہ حاصل کیا جاتا تھا۔ اسی طرح مصری امور کو حل کرنے کے لئے بھی غیر مسلموں کی رائے کو بھی اہمیت دی جاتی تھی۔ بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے دور خلافت میں مصری لوگوں کا ایک قبطی نمائندہ مدینہ منورہ میں موجود رہتا تھا۔ یہاں تک بھی شواہد ملے ہیں کہ مفتوحہ ملکوں اور علاقوں میں مقامی گورنروں کے تقرر میں بھی غیر مسلم آبادی کے مشورے حاصل کر لئے جاتے تھے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض مناصب پر تعیناتی کے لئے باقاعدہ انتخابات کا طریقہ کار بھی رائج تھا۔ اس پس منظر میں جب کوفہ' بصرہ اور شام میں ٹیکس آفیسروں کو تعین کرنے کا معاملہ پیش آیا تو

Marfat.com

اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقامی لوگوں کو باقاعدہ یہ اختیار دیا کہ وہ اپنے اپنے صوبوں میں بہتر' ذمے دار اور ایماندار افراد کو متعین کر لیں۔ اس کے بعد ان میں سے اہل اور مناسب افراد کی تقرری کی حضرت عمرؓ منظوری دے دیتے تھے۔ اس طرح کی آزادی کا اختیار اور لوگوں کی رائے کو اہمیت دینے کے باعث حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل' مناسب' بہتر اور ذمے دار عامل مل جاتے تھے کہ جن کی بدولت انہیں اپنی انتظامیہ میں دشواری پیش نہیں آتی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں عوام کا پورا پورا ہاتھ ہے' عمرؓ کا ہر طرح کا نظام حکومت لوگ خود ہی چلاتے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ عہد عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایک ناتواں بوڑھی کو بھی یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ بھرے مجمعے میں حضرت عمر خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی بھی معاملے میں بازپرس کر سکتی تھی۔ اور پھر یہ تھا کہ خلیفۃ المسلمین کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اسی وقت اور اسی مجمعے میں اپنی وضاحت پیش کرے اور اپنے قول و فعل کا ثبوت فراہم کرے۔

خلیفہ کے اختیارات اور حیثیت ۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کی یہ بھرپور کوشش تھی کہ وہ لوگوں اور انتظامیہ میں صحیح اسلامی جمہوری قدروں کو عملی طور پر متعارف کرائیں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے عوام کے لئے تمام مناصب پر فائز حکومت کارندوں اور عمال کے لئے ضروری قرار دے رکھا تھا کہ وہ لوگوں کی اجتماعی اور انفرادی شکایات سن کر ان کا حتی الامکان ازالہ کریں۔ ہر طرح کے فیصلوں میں فلاح و بہبود' عدل و انصاف' انسانی بہتری اور بھلائی اور دینی ترویج و ترقی کو ملحوظ رکھا جائے۔ لوگوں کی جائز شکایات کا ازالہ کرنے میں ہرگز تساہل سے کام نہ لیا جائے' جس قدر جلد ممکن ہو عدل و انصاف کے تقاضے پورے کیے جائیں۔

حضرت عمر فاروقؓ جس امر کی تبلیغ کرتے اس پر خود بھی سختی سے کاربند ہوتے تھے۔ بلکہ وہ تو اپنے آپ کو لوگوں کا سب سے بڑا خادم تصور کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی خدمت کی جو مثالیں خلفائے راشدین نے خود اپنے عمل سے قائم کی ہیں باقی پوری تاریخ انسانی اس سے تہی داماں ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنی بڑی اور وسیع و عریض سلطنت کے بہت بڑے حکمران ہونے کے باوجود بھی خود ایک عام انسان کی سی سادہ اور بے تکلف زندگی گزارتے تھے۔ ہر کس و ناکس کو یہ حق اور اختیار حاصل تھا کہ وہ خلیفہ سے کسی بھی معاملے میں بازپرس کر سکے۔ اسی پس منظر میں خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار فرمایا کہ "بیت المال پر میرا اس سے زیادہ کوئی حق و اختیار نہیں کہ میں اس کا محافظ ہوں' بعینہ اس طرح

Marfat.com

جیسے کوئی شخص کسی یتیم کی جائیداد کا محافظ محض ہوتا ہے۔ ہاں! اگر میرے مالی حالات بہتر ہوتے تو میں اپنے لئے بیت المال سے گزارہ الاؤنس بھی وصول نہ کرتا۔ اس لئے مجھے خود کسی طرح کے معاوضے یا اعزازیئے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے صرف ایک عام آدمی کی سطح کی ضروریات زندگی سے زیادہ کسی چیز کی طلب اور ضرورت نہیں ہے۔ میرے بھائیو' میں آپ سب کا خادم ہوں' میرے اعمال و افعال اور کاموں کو۔ آپ لوگوں نے میرے لئے تعین کرنا اور انضباط میں رکھنا ہے۔ آپ میرے اعمال و افعال کے بارے میں میرا محاسبہ کرسکتے ہیں۔ میرے کاموں میں ایک کام یہ بھی ہے کہ میں سرکاری رقوم یا قومی مالیات کو نہ تو بے جا روکے رکھوں اور نہ اسے ضائع ہونے دوں۔ میرا یہ منصب ہے کہ میں جہاں تک ممکن ہو سکے لوگوں کی بھلائی اور بہتری کے لئے کام کرتا رہوں"۔

اعتماد اور بے باکی۔ یہ حضرت عمر فاروقؓ ہی کا دور تھا کہ ایک عوامی مجمعے میں ایک شخص نے باآواز بلند کہا "اے عمر! خوف خدا کرو"۔ لوگوں نے اس پر چاہا کہ اس شخص کو خاموش کرا دیا جائے لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو ایسا کرنے سے منع کر دیا' اور فرمایا کہ "اگر لوگوں میں اس قدر بے باکی اور بے تکلفی پیدا نہیں ہو گی' تو وہ کسی طرح کی بھلائی اور بہتری نہیں کر سکیں گے۔ اگر ہم ان لوگوں کو بولنے کا موقع نہیں دیں گے' اور انہیں سنیں گے نہیں تو ہم سے بھی بھلائی اور بہتری نہیں ہو سکے گی"۔

بہرصورت لوگوں کے اسی طرح کی بے تکلف اور بے باک رویے نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلوک اور رویے میں بہتر تبدیلیاں پیدا کر دی تھیں۔ ان میں بے تحاشا اعتماد اور بھروسہ پیدا ہو گیا تھا۔ وہ عدل و انصاف اور سچائی اور ایمانداری کے پیکر بن گئے تھے۔ اس سے ان کے لئے امور سلطنت کی بجا آوری بھی آسان اور راست ہو گئی تھی' اور لوگوں کو بھی حقیقی رائے عامہ کی قوت اور اثر کا اندازہ ہونے لگا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مختلف امور کے لئے مختلف شعبے اور محکمے قائم کر رکھے تھے۔ ہر محکمے' ادارے اور شعبے کا ایک بڑا افعال' لائق اور ایماندار سربراہ ہوتا تھا۔ انہوں نے اپنے دور میں عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ رکھا ان دونوں بڑے اداروں کی علیحدگی کے باعث انہوں نے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کیں' لیکن ان سے پہلے دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں میں یہ دونوں ادارے عملی طور پر علیحدہ نہیں ہو سکے تھے۔ گویا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں عدلیہ اس قدر آزاد اور خود مختار تھی کہ اس کی مثال تو آج کے جدید ترین دور میں بھی نہیں ملتی۔ اس طرح قاضیوں پر گورنروں کو کوئی

Marfat.com

اختیار حاصل نہیں تھا' اس لئے وہ قاضی کسی منصب کی رو رعایت کے بغیر عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے رہتے تھے۔

حاکم یا خادم۔ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کی انتظامیہ کی کامیابی کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ مختلف محکموں اور اداروں میں بڑا لائق' ذہین اور فعال سٹاف مقرر کیا جاتا تھا۔ جب بھی کسی علاقے یا صوبے کے گورنر کا تقرر کیا جاتا تو اس کی تقرری کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب ایک واضح فرمان ایک مکتوب کی صورت میں جاری کیا جاتا' اور پھر گورنر کے لئے لازم تھا کہ وہ اپنی تقرری کا فرمان ایک اجتماع میں پڑھ کر سنائے تاکہ عوام الناس کو بھی معلوم ہو جائے کہ وہ کن شرائط کے تحت ان پر گورنر بنایا گیا ہے۔ اس طرح لوگوں کو یہ بھی بخوبی معلوم ہو جاتا کہ ان کے گورنر کو کیا کیا مراعات اور اختیارات حاصل ہیں' اور یہ بھی کہ اس گورنر کی ذمے داریاں کیا کیا ہیں' اور کن کن صورتوں میں وہ اپنی صوابدید اختیار کرنے کا مجاز ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گورنروں کے ایک اجلاس میں تنبیہی انداز میں فرمایا تھا کہ عاملین کرام "اس حقیقت کو کبھی فراموش نہ کیجئے کہ 'میں نے آپ لوگوں کا تقرر اس لئے نہیں کیا کہ آپ عوام الناس پر حاکم اور خود مختار بن گئے ہیں۔ بلکہ آپ کے تقرر کا مقصد یہ ہے کہ تمہیں میں نے لوگوں کا خادم بنایا ہے۔ اس لئے تمہیں چاہیے کہ اپنے کردار و عمل سے ایسی مثالیں قائم کریں کہ عوام الناس بھی ان کی پیروی کرنے میں فخر محسوس کریں"۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں اس طرح کا نظام قائم کر رکھا تھا کہ حاکم و محکوم کے درمیان کوئی تفاوت موجود نہ رہے بجز دونوں کے فرائض اور ذمے داریوں کے۔ اس دور میں حاکموں تک عوام کی رسائی بڑی آسان اور سہل تھی' یہی وجہ ہے کہ کوئی عام شہری بھی سلطنت کے سب سے بڑے سربراہ تک باآسانی اور براہ راست پہنچ سکتا تھا۔ ہر گورنر کو اپنی تعیناتی اور تقرری پر ایک ضمانت نامہ پر کر کے دینا پڑتا تھا کہ "وہ ہمیشہ سادہ اور عام لباس پہنا کرے گا۔ اسی طرح عام اور سادہ غذا کھائے گا۔ اور اس کے علاوہ ہر حاجت مند اور کسی بھی طرح کے شکایت کنندہ کو گورنر تک رسائی میں کسی بھی وقت مشکل اور دقت نہیں ہو گی"۔

گورنروں کی صورت حال۔ فتوح البلدان کا مصنف لکھتا ہے کہ اس دور میں کسی بھی منصب دار کے تقرر کے وقت اس شخص کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کی تفصیل حاصل کی جاتی تھی' اور پھر ان منصب داروں کی ہر طرح کی جائیداد کی تفصیل باقاعدگی سے تیار کی جایا کرتی تھی۔ یہی نہیں بلکہ بڑے بڑے منصب داروں کی جائیدادیں گاہے بگاہے چیک بھی

Marfat.com

کی جایا کرتی تھیں تاکہ اگر کسی کی جائیداد میں کوئی اضافہ ہوا ہو تو اس کا محاسبہ کیا جا سکے۔ ہر عامل اور بڑے افسر کے لئے یہ لازمی قرار دیا گیا کہ وہ خودحج کے موقع پر حاضر ہو اور لوگوں کی سر عام شکایات سننے کا اہتمام بھی کرے۔۔ "کتاب الخراج" کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی بڑے سے بڑے حاکم کے خلاف بھی لوگوں کو اپنی شکایات کرنے کا حق حاصل تھا' اور یہی نہیں بلکہ ایسے حاکموں کے خلاف شکایات پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی۔ اس طریقہ کار سے عملی طور پر یہ صورت پیدا ہو جاتی کہ لوگ بڑے سے بڑے منصب دار کے خلاف آزادانہ اظہار رائے کرتے اور اس طرح اُن لوگوں کا مسلسل محاسبہ ہوتا رہتا تھا۔

ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ کسی شخص نے گورنر کے خلاف شکایت کی کہ اس نے اس شخص کو ناحق کوڑوں کی سزا دی ہے۔ اس شکایت پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شکایت کنندہ کی درخواست پر فوری طور پر تحقیقات کیں' اور جب شکایت کنندہ کا مؤقف درست ثابت ہوا تو اس پر متعلقہ گورنر کو بر سر اجتماع اتنی ہی تعداد میں کوڑوں کی سزا دے کر انصاف کے تقاضے پورے کیے گئے۔

سفری تفتیشی افسر۔ عدل و انصاف کے نظام کو نہایت مؤثر اور بہتر بنانے کی خاطر حضرت عمر فاروقؓ نے ایک سفری تفتیشی افسر کو بھی مقرر کر رکھا تھا۔ یہ سفری تفتیشی افسر وسیع اختیارات کا مالک ہوتا تھا۔ عہد فاروقی میں ایک 'مستند' باوقار' ذہین اور ایماندار شخص حضرت محمد بن مسلمہ انصاری اس عہدہ جلیلہ پر فائز تھا۔ وہ جس بھی ملک یا صوبے میں جا پہنچتے چلے جاتے تھے اور لوگوں کی موقع پر شکایات سنتے اور ان کا ازالہ کرتے تھے۔ ان سے ایک بار کسی شخص نے کوفہ کے گورنر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے خلاف شکایت کی کہ انہوں نے لوگوں کے عام راستے میں ایک محل تعمیر کر کے لوگوں کی آمد و رفت کو مشکل اور دوبھر بنا دیا ہے۔ اس شکایت پر حضرت محمد بن مسلمہ انصاری نے فوری طور پر محل کے اس حصے کو منہدم کروا دیا کہ جس کے باعث لوگوں کو آمدورفت میں دقت کا سامنا ہوتا تھا۔ یہی نہیں بلکہ کوفہ کے اس گورنر کو بھی اس لاپرواہی پر معزول کر دیا گیا تھا۔

اسی طرح ایک بار مصر کے عامل یعنی گورنر کے خلاف یہ رپورٹ موصول ہوئی کہ اس نے اپنے گھر کے باہر ایک گیٹ کیپر کو بھی مقرر کر رکھا جس کے باعث عوام الناس کی رسائی عملی طور پر مشکل ہو چکی ہے۔ اس رپورٹ کے موصول ہونے پر حضرت محمد بن مسلمہ انصاری نے مصر کے گورنر کو مدینہ منورہ میں طلب کیا۔ رپورٹ میں جو کچھ کہا گیا تھا جب وہ درست اور صحیح ثابت ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس گورنر کو سرعام شرمندہ اور نادم کیا اور

Marfat.com

علی الاعلان اس کی سرزنش کی۔

عاملین کے خلاف شکایات کے حوالے سے حضرت عمر فاروقؓ اکثر خصوصی کمیشن بھی مقرر کرتے رہتے تھے۔ گویا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان انتظامی احتیاطوں اور کارروائیوں کے باعث مختلف منصب دار اور عاملین ہمہ وقت اپنے محاسبے کے ڈر سے بھی انتظامیہ کو بگڑنے نہیں دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وسیع و عریض سلطنت میں اس دور میں ایک مثالی نظام اور نظم و نسق قائم تھا۔ مرکز اسلام مدینہ منورہ سے ہزاروں میل دور بھی کسی منصب دار یا افسر کی یہ مجال نہیں تھی کہ وہ اپنے کسی عمل سے عوام الناس یا حکومت اور اسلام کے مفادات کے خلاف جا سکے۔ کسی بھی عامل میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ اپنے کسی عمل سے خلیفہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ناراضگی کو مول لے سکے۔ کیونکہ تمام منصب داروں اور ملازمین کو یہ بخوبی معلوم تھا کہ دنیا کے دیگر بادشاہ تحفظ خویش کے لئے ڈنڈا استعمال کرتے رہے لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کے حقوق اور مفادات کے تحفظ کے لئے' ڈنڈے کا استعمال کیا۔

احسن معاشرتی نظام ۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں یورپی مورخ نے لکھا ہے "تاریخ اسلام میں حضرت عمر بن الخطابؓ کا مقام و مرتبہ بلند ہے' انہوں نے اپنے غیر مسلم محکوموں کو جو مقام دے رکھا تھا وہ قابل ذکر تھا۔ عسکری خدمات دینے والوں کے لئے پنشن کا انتظام' فوجی مراکز یعنی امصار کا قیام' اور پھر ان میں سے اسلام کے بڑے بڑے شہروں کا ظہور' قاضی عدالتوں کا عدل و انصاف کا نظام اور طریقہ کار وغیرہ سب اسی کے قائم کردہ تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلامی اصولوں اور ضوابط کا نفاذ' شہری اور قانونی سزاؤں کے ضوابط اور قبیح معاشرتی عیوب پر سزاؤں کا نفاذ حضرت عمرؓ کے عہد میں بڑا مئوثر تھا"۔

ملک کی اقتصادی صورت حال کو مستحکم اور بہتر بنانے کے لئے بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خصوصی اقدامات کیے کہ جن کی بدولت معیشت کی بنیادیں خاصی مضبوط ہو گئیں۔ انہوں نے "دیوان" یعنی اقتصادی محکمے کا قیام عمل میں لا کر حکومتی محصولات میں خاطر خواہ اضافہ کیا۔ اس طرح اس وقت دولت مشترکہ کی آمدنی کے تین بڑے ذرائع زکوٰۃ' خراج اور جزیہ تھے۔ لیکن خراج اور جزیہ پر مغربی مورخین نے مسلمانوں کے بارے میں کئی طرح کی توجیحات پیش کی ہیں اور ان کا نفاذ ایک جابرانہ عمل بھی قرار دیا ہے۔ لیکن قدیم تاریخوں میں واضح طور پر موجود ہے کہ اس طرح کے ٹیکس رومی اور ساسانی حکومتوں میں بھی رائج تھے۔ لہٰذا مسلمانوں نے اس طرح کی ٹیکسوں میں اپنے پیش رو حکمرانوں کی پیروی کی تھی۔ لیکن اس میں

Marfat.com

بھی حقیقت ہے کہ مسلمانوں سے جو ٹیکس لئے جاتے تھے اس کے مقابلے میں غیر مسلموں کے ٹیکس تو بہت کم اور ہلکے ہوتے تھے۔

اقتصادی استحکام۔ اسلام اپنے نظام معیشت کے تحت دولت کی منصفانہ اور مساوی تقسیم کے حق میں ہے کیونکہ دولت کو چند ہاتھوں میں روکے رکھنا اسلامی تعلیمات کی روح کے منافی ہے۔ لہٰذا خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کے اس اصول کی سختی سے پیروی کی۔ اسی مقصد وحید کی خاطر حضرت عمر بن الخطابؓ نے بیت المال کا نظام قائم کیا تھا' تاکہ اس کے باعث دولت کو مرتکز کر کے روکا نہ جائے بلکہ اسے حق دار افراد میں بہتر طور پر تقسیم کیا جا سکے۔ اس بیت المال سے خلیفۃ المسلمین خود بھی اپنی ضرورت کے لئے معمولی رقم حاصل کیا کرتا تھا' کیونکہ خلافت کے منصب کی بجا آوری کے لئے بھی کسی نہ کسی شرح پر اعزازیہ دینے کی گنجائش تو ضرور تھی۔ اسی حوالے سے جب اعزازیے کا یہی معاملہ ایک خصوصی کمیٹی میں زیر بحث آیا تو' اس میں حضرت علیؓ کی اس رائے کو کمیٹی کے دیگر اراکین نے بھی تسلیم کر لیا کہ مسلمانوں کے خلیفہ کو بھی یہ حق ہے کہ وہ زندہ رہنے کی ضروریات پورا کرنے کے لئے ایک عام آدمی کے برابر بیت المال سے اعزازیہ حاصل کرے۔

زرعی محصولات۔ حضرت عمر فاروقؓ نے زرعی زمینوں کے لگان اور محصولات زمینوں کی زرخیزی اور پیداواری استعداد کے مطابق مقرر کر رکھے تھے۔ اسی طرح مختلف اجناس کی پیداوار کو بھی پیش نظر رکھا جاتا تھا۔ یعنی گندم کے مقابلے میں جو کی پیداوار پر مالیہ کی رقم نصف ہوتی تھی۔ چراگاہوں اور بے آباد اور بانجھ زمینوں پر کسی قسم کا محصول عاید نہیں ہوتا تھا۔ اس سارے پس منظر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لگان اور مالیہ زرعی کے نظام کو پیداواری حوالوں کے تحت منظم کر کے رائج کیا تھا۔ اس کے علاوہ صوبہ مصر کی زمینوں کی پیداوار کا مدار چونکہ بیشتر دریائے نیل کی طغیانیوں پر ہوتا تھا' اس لئے یہاں کی پیداوار پر لگان کی شرح قدرے رعایتی اور کم رکھی گئی تھی۔ بعض تاریخی حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں صوبہ عراق سے سالانہ محصولات کی رقم چھیاسی کروڑ درہم تھی۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد بھی اس رقم میں کمی بیشی نہیں ہوئی تھی۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہاں کے لوگ خوشحال بھی ہوتے گئے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور حکومت میں زرعی میدان میں اس قدر ہمہ پہلو اصلاحات نافذ کیں کہ ان کی مثال آج کے جدید ترین اور مہذب ممالک میں بھی نہیں ملتی۔ انہوں نے

Marfat.com

اس عہد میں بھی نظام جاگیرداری کو ختم کیا' اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بڑی بڑی زمینداریاں ختم ہو گئیں اور چھوٹے مزارعوں اور زراعت پیشہ افراد کو بھی کئی طرح کے تحفظات میسر آگئے۔ رومی لوگوں نے جب شام اور مصر کو فتح کیا تھا تو انہوں نے وہاں کے عام زراعت پیشہ لوگوں سے ان کی زمینیں چھین کر اپنے فوجیوں اور شاہی خاندان کے افراد میں تقسیم کردی تھیں' لیکن اب مسلمانوں کی فتوحات کے بعد شام اور مصر کی یہی زمینیں وہاں کے عام کاشت کاروں کو دوبارہ دے دی گئی تھیں۔ یہی نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی پابندی عاید کر رکھی تھی کہ کسی بھی مفتوحہ علاقے کی اراضی مسلمان فوجیوں کو ہتھیانے کی اجازت نہیں ہے اور نہ کوئی مسلمان فوجی ان زمینوں کو زیر کاشت لائے۔ گویا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان زرعی اقدامات نے مقامی کاشت کاروں میں ایک بار پھر احساس ذمے داری' تحفظ اور حق ملکیت کے باعث زیادہ محنت اور لگن کا جذبہ پیدا کیا۔

رفاہ عامہ۔ ایک فرانسیسی مورخ کا کہنا ہے کہ "عرب مسلمانوں کی زرعی اصلاحات اور مالیہ اور لگان کی بڑی فراخدلانہ اور ترقی پسندانہ پالیسیوں نے عربوں کی فتوحات کو بھی قدرے آسان بنا دیا تھا۔ یہ عرب مسلمانوں کی فراخدلانہ پالیسیوں ہی کا اعجاز تھا کہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں عیسائی قبطی ہمیشہ رومی عیسائیوں کے مقابلے میں عرب مسلمانوں کا ساتھ دیتے رہے تھے۔ خلیفتہ المسلمین ان جاری کردہ زرعی اصلاحات پر بھی مطمئن نہیں تھا بلکہ اس نے تو اسی شعبے میں مزید کئی اہم اقدامات اپنائے تھے۔ انہوں نے کاشتکاروں کے فائدے کے کئی منصوبے شروع کیے۔ نئی نہریں کھدوائیں' اسی طرح کنوؤں اور ندی نالوں کے ذریعے سے آبپاشی کے انتظامات کیے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے رفاہ عامہ کے لئے کئی باقاعدہ محکمے بھی بنائے' یہ محکمے ان کے تعمیراتی اور فلاحی کاموں کی نگرانی بھی کیا کرتے تھے۔ اس حوالے سے مشہور مورخ مقریزی لکھتا ہے کہ رفاہ عامہ اور فلاحی کاموں کے لئے سوا لاکھ سے زیادہ تعداد میں تو ایسے محنت کش اور مزدور موجود تھے جو حکومت کی جانب سے ہمہ وقت کام کاج میں مصروف رہتے تھے' اور محنت کشوں اور مزدوروں کی یہ تعداد صرف مصر ہی میں متعین تھی۔ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں خوزستان اور اہواز میں کئی نئی نہریں تعمیر کی گئیں۔ اسی دور میں ایک نہر جس کا نام "نہر امیر المومنین" تھا وہ بحرہ احمر کو دریائے نیل سے ملاتی تھی۔ اس طرح مرکز اسلام اور مصر تک نقل و حمل ٹرانسپورٹ کا نظام زیادہ فعال اور مئوثر ہو گیا تھا۔ گویا یہ نہر اتنی بڑی تھی کہ اس میں جہاز اور کشتیاں بھی چل سکتی تھیں۔

نظام عدل و انصاف۔ خلیفتہ المسلمین حضرت عمر فاروقؓ اپنی مئوثر انتظامیہ اور بے

Marfat.com

ریا عدل و انصاف کے باعث بھی پوری دنیا میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتے۔ عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لئے قاضیوں کا تقرر و تعین عمل میں لایا گیا تھا۔ ان قاضیوں کا تقرر براہ راست خلیفہ خود کرتے تھے اور قاضی متعلقہ صوبوں کے گورنروں کی کسی بھی طرح کی مداخلت سے محفوظ اور مبرا ہوتے تھے۔ وہ پہلے حکمران ہیں کہ جنہوں نے عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے کی خاطر عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ رکھا۔ اسی حوالے سے فان ہیمر لکھتا ہے کہ مسلمانوں نے عدلیہ کو انتظامیہ سے دور اولیٰ میں بھی علیحدہ ہی رکھا ہے' یہی وجہ ہے عدل و انصاف کے حوالے سے کسی طاقت ور یا منصب دار میں بھی کسی قسم کا تفاوت برقرار نہیں رکھا جاتا تھا۔

ابو موسیٰ اشعریؓ کو حضرت عمرفاروقؓ کی جانب سے ایک مکتوب میں عدل و انصاف کے اصول و ضوابط کے بارے میں لکھا گیا فقہ میں بھی اس ضمن میں بہت زور دیا گیا ہے۔ اور اسلام میں عدل و انصاف کو جو برتری اور تفوق حاصل ہے' اس کا رومی قانون سے بخوبی مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اس ضمن میں خلیفتہ المسلمین نے عدل کے نفاذ کے لئے مساوات کے اصول پر عمل کیا' کیونکہ وہ یہ بخوبی سمجھتے تھے کہ انصاف اور عدل کی نظر میں سب برابر ہوتے ہیں۔ مختلف عدالتوں کی کارکردگی اور عدل کے تقاضے پورے ہوتے دیکھنے کے لئے حضرت عمرؓ خود بھی عدالتوں میں جایا کرتے تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ کسی عدالت میں حضرت عمرؓ کی بھی پیشی تھی۔ اس لئے عدالت کے قاضی زید بن ثابتؓ نے خلیفتہ المسلمینؓ کو دیکھ کر ذرا سا احترام کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے فرمایا کہ "اے زیدؓ جب تک تم خلیفہ کے ساتھ بھی عام آدمی کا سا سلوک اور برتاؤ نہیں کرو گے' تم اس وقت قاضی کے منصب کے لائق ہی نہیں ہو سکتے"۔

جبلہ بن الایہام غسانی شام میں ایک چھوٹی سی ریاست کا حکمران تھا۔ ایہام نے جلد ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ ایک بار وہ حج کرنے کے لئے آیا ہوا تھا کہ اس کے لباس پر کسی غریب عرب کا پاؤں آگیا تھا۔ اس پر جبلہ نے اس عربی کے منہ پر تھپڑ دے مارا تھا۔ اس پر اس عربی نے بھی اسے جواباً" تھپڑ مار دیا تھا۔ جبلہ اپنی اس بے عزتی پر حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا اور اس معمولی عربی کو قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ کیا' اور کہا کہ اگر اس طرح کا کوئی ادنیٰ شخص مری اپنی ریاست میں ایسی گستاخی کرتا تو میں اس شخص کو ضرور پھانسی چڑھا دیتا۔ جبلہ کی اس بڑھ پر حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "یقیناً اسلام

Marfat.com

سے پہلے عدل و انصاف کے ایسے ہی اصول و ضوابط رائج تھے' لیکن آج تو اسلام کی موجودگی میں حاکم و محکوم سب برابر ہیں"۔

عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے میں حضرت عمر بن الخطابؓ اس قدر سخت اور سنجیدہ تھے کہ وہ اس حوالے سے کسی کی بھی رو رعایت نہیں کرتے تھے۔ جو بھی شخص مجرم ہوتا اسے سزا دی جاتی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بار ان کے اپنے بیٹے سے شراب پینے کا جرم سرزد ہوا۔ اس پر خلیفہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جرم ثابت ہونے پر اپنے بیٹے کو بھی سزا دینے میں توقف سے کام نہ لیا۔ لہٰذا انہوں نے اپنے بیٹے کو بھی کوڑے مارنے کی سزا دی۔ کہا جاتا ہے کہ اس سزا کے دوران ان کا بیٹا فوت ہو گیا لیکن اس کے باوجود انہوں نے حد کی تعداد کے مطابق اپنے ہاتھ سے باقی کوڑے ان کی لاش پر پورے کیے۔ دنیا کی تاریخ اس سطح کی کوئی ایک بھی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

عسکری نظم و نسق۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عسکری نظم و نسق میں بھی بہتر خدمات انجام دیں۔ اس طرح انہوں نے مدینہ' کوفہ' بصرہ موصل' فسطاط' دمشق' ہمز اور فلسطین وغیرہ میں انتظامیہ کے بڑے بڑے فوجی مراکز قائم کر دیئے۔ ان مراکز میں بڑی بڑی فوجی بارکوں کی تعمیر بھی کی گئی۔ فوج کو مؤثر اور زیادہ مستحکم اور فعال بنانے کے لئے انہوں نے معمولی سے معمولی عسکری امور پر بھی خصوصی توجہ دی۔ انہوں نے فوج کو بنیادی طور پر دو بڑے یعنی رضا کار اور مسلسل فوجی حصوں میں تقسیم کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے آرمینیا اور آذر بائیجان میں بڑی بڑی فوجی چھاؤنیاں بھی قائم کیں۔ خلیفتہ المسلمین نے عسکری نظام کے تحت فوج میں ایسے ایسے شعبے اور محکمے قائم کیے جن کے باعث فوجوں کی تعمیر و ترقی مسلسل اور متواتر ہوتی رہتی تھی۔ ان کی فوج میں جا بجا سرنگیں بچھانے والوں اور اس کا مقابلہ کرنے والوں کے علیحدہ شعبے موجود تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج کا کمانڈر انچیف اسلامی شعائر کی ہر حالت میں پابندی کرتا تھا' اور وہ تمام نمازیں بھی باقاعدگی سے ادا کرتا تھا۔ گویا مسلمان ہر شعبے اور میدان عمل میں بجا طور پر شعائر اسلامی کی پابندی کرنا اپنا فرض اولین جانتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ' غیر مسلموں کے ساتھ اپنے بہتر اور رواداری کے سلوک کے باعث بھی بڑے ہی ہر دلعزیز تھے۔ اسلام کی آمد سے پہلے دیگر قبائل جو رومی اور ساسانی حکمرانوں کے زیر نگیں تھے' ان لوگوں کی حیثیت غلاموں سے بھی بدتر تھی۔ شام میں تو عیسائیوں کو اپنی ذاتی اراضی رکھنے کی بھی آزادی نہیں تھی۔ یہی نہیں بلکہ جب کبھی کسی عیسائی کی زمین پر قبضہ ہو

Marfat.com

جاتا تو اس زمین کا مالک بھی قبضے میں آجاتا تھا۔ لیکن جب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ان ملکوں کو فتح کیا گیا تو انہوں نے محکوم لوگوں کی تمام زمینیں انہی کو واپس لوٹا دی تھیں۔ انہوں نے ایلیا کے عیسائیوں پر فتح حاصل کرنے کے بعد انہیں امن و سکون بخش دیا۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے یہاں تک بھی آزادی دے دی کہ جو غیر مسلم ان کی پناہ میں ہوں گے انہیں اپنے گرجوں میں جانے کی آزادی اور اجازت ہوگی' اور اسی طرح ان کے عبادت گھروں اور گرجوں کی بھی حفاظت کی جائے گی۔ غیر مسلموں کو اپنی عبادت گاہوں کی حفاظت اور اپنے اپنے طریقوں کے مطابق عبادت کرنے کی بھی آزادی ہو گی۔ کسی غیر مسلم کے مذہب کی تضحیک نہیں کی جائے گی۔

ذمیوں سے حسن سلوک۔ امام شافعی نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بار اس دور میں کسی مسلمان سے ایک عیسائی شہری قتل ہو گیا۔ یہ معاملہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم میں لایا گیا' حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقتول عیسائی کے وارثوں کو اختیار دیا کہ وہ مسلمان سے بدلہ لے سکتے ہیں۔ لہٰذا اس عیسائی کے قتل کے بدلہ میں مسلمان کا سر بھی تن سے جدا کر کے انصاف اور عدل کے اسلامی تقاضے پورے کر دیئے گئے۔ اس دور میں ذمیوں اور غیر مسلم محکوم لوگوں کو بھی معاشرے میں ایک مناسب مقام دیا جاتا تھا' بلکہ ان لوگوں کی رائے اور مشوروں کو بھی عام امور میں پوری پوری اہمیت اور وقعت دی جاتی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ تمام مسلمان عمال سے اس امر کی بالخصوص ضمانت حاصل کرتے تھے کہ وہ ذمیوں اور محکوم غیر مسلموں کے حقوق اور مفادات کا ہر حال میں دھیان رکھیں گے' اور بوقت ضرورت ان کی خاطر جان تک کی بھی بازی لگا دیں گے۔ بعض خاص حالات میں تو حضرت عمر فاروقؓ نے متعدد غیر مسلم ذمیوں کو خراج دینے سے بھی مستثنیٰ قرار دے دیا تھا' یہی نہیں بلکہ ان لوگوں کے لئے کئی خصوصی رعایتیں بھی دے رکھی تھیں۔ یہی وجہ ہے مسلمانوں کے زیر نگیں ذمیوں اور غیر مسلمانوں کو زیادہ تحفظات اور سہولتیں میسر آگئی تھیں' اس طرح وہ ذمی لوگ کئی امور میں اپنے ہم مذہبوں کے بجائے مسلمانوں کا ساتھ دیتے تھے۔ حمص کے عیسائی اور یہودی تو مسلمانوں کی واپسی کا ہمیشہ انتظار کرتے رہتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے غیر مسلم محکوم اور ذمی لوگوں پر حکومت کی جانب سے جزیہ نافذ کر رکھا تھا۔ لیکن اس کے باوجود جو غیر مسلم شہری مسلمانوں کی فوج میں ملازمت اختیار کر لیتے تھے' انہیں اس جزیئے کی چھوٹ دے دی جاتی تھی۔ حضرت ابو عبیدہ جو شام میں عساکر اسلامی کا کمانڈر انچیف تھا' اس نے حمص سے واپسی پر وہاں کے لوگوں سے وصول کیا ہوا جزیہ بھی

Marfat.com

واپس کر دیا تھا کہ اب وہ چونکہ اس علاقے سے جا رہے ہیں اس لئے ممکن نہیں کہ وہ ان لوگوں کی بیرونی حملے کی صورت میں حفاظت کر سکیں۔ اسی طرح جب جرجومہ کے غیر مسلم افراد نے مسلمانوں کی فوج میں ملازمت اختیار کر لی تھی تو انہیں بھی ہر طرح کے جزیئے سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا تھا۔ مسلمانوں کی رواداری' ایمانداری اور اصول پرستی کی ان مثالوں کو دیکھ کر یروشلم کے عیسائی سردار اور بڑے بڑے پروہت بھی ششدر رہ گئے تھے کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو ان لوگوں کی کھلی دعوت پر بھی ان کے گرجے میں نماز ادا نہیں کی تھی۔ اس انکار میں مصلحت یہ پوشیدہ تھی کہ اگر خلیفتہ المسلمین نے عیسائی گرجے میں نماز گزار لی تو بعد میں دوسرے مسلمان کہیں اسی عمل کی ادائیگی میں عیسائیوں کی عبادت گاہوں ہی کو نقصان نہ پہنچانے لگیں' اور اس عمل کو بھی معاہدہ امن ہی کی شق نہ سمجھنے لگیں! حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایسے ہی لازوال کارناموں' محکوموں اور ذمیوں کے ساتھ حسن سلوک اور بے تحاشا ہمدرد رویے اور دلجوئی کے باعث ان کی انتظامیہ زیادہ فعال اور مستعد تھی اور وہ خود بھی تمام لوگوں میں مقبول اور ہر دلعزیز تھے۔

احساس ذمے داری۔ حضرت عمر فاروقؓ کے قول و فعل میں ذرہ بھر بھی تفاوت نہیں تھا' وہ جس امر کی تبلیغ کرتے اس پر خود بھی عمل پیرا ہوتے۔ دوسروں کی خدمت کرنا ان کا سب سے بڑا اصول اور عملی نعرہ بھی تھا۔ اس ضمن میں انہوں نے کبھی اپنی آل اولاد کی بھی پرواہ نہیں کی تھی۔ انہوں نے اپنے بیٹے پر بھی جرم ثابت ہونے پر سزا عملی طور پر نافذ کر دی تھی۔ ان کا دوسرا بیٹا عبداللہ بن عمر بہت دیندار اور پارسا تھا' اور اہل علم میں شامل تھا۔ لیکن اس پارسائی اور ذاتی قرابت داری کے باوجود حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعزازیئے اور وظائف کے تعین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھیوں اور قرابت داروں ہی کو ترجیح دی تھی۔ اور ان لوگوں کا اپنے بیٹے سے زیادہ وظیفہ مقرر کیا تھا۔ لیکن دیگر اکثر معاملات وہ قریش اور غلاموں میں برابر کا سلوک کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب عمر بن الخطابؓ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کا اعزازیہ زیادہ مقرر کیا تو آپ کے بیٹے عبداللہ نے ایک طرح سے گلہ کیا' لیکن اس پر خلیفہ نے فرمایا کہ "اے عبداللہ بن عمر! اسامہ بن زید کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے قریبی ترین ساتھیوں میں سے ہے"۔ اس پر عبداللہ بن عمرؓ اسلام کی بہترین خدمات کے زعم کے باوجود چپ ہو گیا تھا۔

خلیفتہ المسلمین دوسروں کی خدمت گزاری میں بھی بہت افضل اور فائق تھے۔ انہیں لوگوں کی خدمت میں سکون قلب میسر آتا۔ وہ راتوں کی تنہائی میں بھیس بدل کر گلیوں بازاروں

Marfat.com

میں گشت کیا کرتے تھے اور لوگوں کی خدمات کرتے۔ ایک رات اپنی گشت کے دوران انہوں نے مدینہ کے اقصاء کے ایک مکان میں دیکھا کہ ایک بوڑھی کچھ پکا رہی ہے' لیکن اس کی بچیاں قریب بیٹھی ہوئی بھوک سے بلک بلک کر رو رہی ہیں۔ اس واقعے پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لحہ کے توقف کے بعد اس خاتون سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟۔۔۔۔ اس دیگچی میں کچھ نہیں پکایا جا رہا ہے' صرف پانی ہی کو ابالا جا رہا ہے۔ بلکہ بچوں کو یہ کہہ کر بہلایا جا رہا ہے کہ ان کے لئے میں کچھ کھانے کے لئے پکا رہی ہوں۔ اس کے بعد خلیفتہ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بارے میں بتایا اور فوراً مدینہ میں پہنچ کر کھانے پینے کے سامان کا تھیلا اٹھایا اور اس بڑھیا کی طرف چل دیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین میل تک یہ بوجھ اٹھا کر اس بڑھیا کے گھر پہنچے اور پھر اس سے معذرت کر کے وہ سامان اس کے سپرد کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ اس کے اگلے دن اس بڑھیا کے لئے کفالت کا ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔

سادگی اور راست بازی۔ خلیفتہ المسلمین حضرت فاروق اعظمؓ نے خود نہایت سادہ اور عام آدمی کی سی زندگی بسر کی۔ اتنی وسیع و عریض اسلامی سلطنت ہونے کے باوجود ان کی زندگی کا معیار نہایت معمولی تھا۔ ایک بار جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کوفہ کا گورنر پہنچا تو اس وقت آپ جو کی روٹی زیتون کے روغن کے ساتھ کھا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر کوفہ کے گورنر نے کہا "یا امیر المومنین! آپ کی اس قدر عظیم سلطنت میں بہت زیادہ گندم بھی پیدا ہوتی ہے' لیکن آپ گندم کی روٹی کیوں نہیں کھاتے"۔ اس پر حضرت عمر بن الخطابؓ کسی حد تک ترش لہجے میں بولے "کیا آپ کے خیال میں میری سلطنت کے ہر کس و ناکس کو گندم کی روٹی میسر ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر میرے لئے کسی بھی طرح سے واجب نہیں ہے کہ میں بھی گندم کی روٹی کھاؤں"۔

ایمانداری اور حق گوئی اور راست بازی خلیفہ دوم کے سب سے اہم اور امتیازی فضائل تھے۔ ایک بار کا ذکر ہے کہ دوران خلافت حضرت عمر بن الخطابؓ بیمار ہو گئے۔ بیماری کے دوران میں معالج نے آپ کے لئے شہد کھانا بھی تجویز کیا۔ اس دور میں بیت المال میں ٹنوں کی صورت میں شہد موجود تھا۔ لیکن خلیفتہ المومنین نے اس وقت تک شہد کا ایک قطرہ بھی اپنے تصرف میں لانا قبول نہ کیا کہ جب تک بیت المال کے لئے مقررہ کردہ کمیٹی نے انہیں اس امر کی اجازت نہ دی۔

حضرت عمر فاروقؓ کی زوجہ محترمہ ام کلثوم نے سفارتی حوالے سے آئے ہوئے ایک رومی

Marfat.com

وفد کی کسی شہزادی کو خوشبویات کی چند ایک شیشیاں تحفے کے طور پر پیش کیں۔ اس سفارتی تحفے کے بدلے میں رومی شہزادی نے عطر کی وہی شیشیاں بیش قیمت موتیوں سے بھر کر واپس کیں۔ اس امر کی جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ہوئی تو انہوں نے وہ تمام بیش قیمت موتی بیت المال میں جمع کروا دیئے اور یہ بھی فرمایا کہ یہ تحائف ہمارے لئے نہیں ہیں بلکہ یہ حکومت اور عوام کی ملکیت ہیں۔ اس پر آپ کی زوجہ محترمہ کو بھی اعتراض نہ ہوا۔

خود تو پیدل' سواری پہ غلام۔ خلیفتہ المومنین حضرت عمر فاروقؓ ہمیشہ لوگوں کی معاشرتی فلاح و بہبود اور سماجی مساوات پر خصوصی توجہ دیتے۔ یہ حضرت فاروق اعظمؓ کی مساوات ہی کا اعجاز ہے کہ یروشلم کے راہبوں نے بھی آپ کی اس عظمت کا اعتراف کیا' اور وہ حیران رہ گئے کہ جب ایک عظیم الشان فاتح کے طور پر یروشلم میں داخل ہوئے تو اس وقت سواری کے اونٹ پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھی سوار تھا اور خلیفتہ المومنین خود اونٹ کی مہار تھامے ہوئے تھے۔ واقعہ یوں ہے کہ سواری کا اونٹ قدرے کمزور تھا اور وہ لمبے سفر میں دو مسافروں کا بوجھ سہارنے سے عاری تھا لہٰذا مدینہ منورہ سے یروشلم تک کا سفر خلیفتہ المومنین اور ان کے ایک ساتھی غلام نے کیا۔ اور اس سفر میں وہ باری باری ایک ایک منزل پر سواری کرتے تھے۔ گویا ایک آدمی سوار رہتا اور دوسرا اونٹ کی مہار تھامے ہوئے ساتھ ساتھ پیدل چلتا تھا ---- لہٰذا جب یہ دونوں سوار یروشلم میں پہنچے تو اس وقت غلام کی سواری اور خلیفتہ المومنین کی مہار تھام کر پیدل چلنے کی باری تھی۔ یہ عدل و انصاف اور معاشرتی انصاف دیکھ کر یروشلم کے راہب حیران اور ششدر رہ گئے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بتاتے ہیں کہ "خلیفتہ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار ان کے پاس تشریف لائے' اور انہیں ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ جب حضرت فاروق اعظمؓ سے پوچھا گیا کہ مسئلہ کیا ہے' تو اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ مدینہ منورہ میں ایک کارواں پہنچا ہے اور چونکہ اس کارواں کے افراد طویل سفر کے باعث تھکے ماندے ہیں۔ اس لئے یہ خلیفتہ المومنین کا فرض ہے کہ وہ ان لوگوں کے مال اسباب کی نگہداشت اور نگرانی کرے تاکہ وہ لوگ بے فکر ہو کر چند لمحے آرام کر سکیں---- اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کارواں کی رات بھر نگرانی اور رکھوالی کرتے رہے۔

ایک اہم مکالمہ۔ لوگوں کے اجتماع سے اپنے ایک خطاب کے دوران میں خلیفتہ المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو متوجہ کراتے ہوئے فرمایا' "میرے

Marfat.com

بھائیو! اگر کبھی میں راست راہ سے بھٹک جاؤں تو آپ لوگوں کا کیا کردار ہو گا؟"۔

اس پر سامنے ہی سے ایک عام سا آدمی اٹھ کھڑا ہوا' اور بولا "ہم آپ کا سر تن سے جدا کر دیں گے"۔

اس تیز اور تند جواب پر حضرت عمر فاروقؓ نے اس شخص کے جذبہ ایمانی کو پرکھنے کے لئے برملا یہ کہا "کیا اس طرح کے الفاظ آپ نے میرے لئے یعنی خلیفہ کے لئے کہے ہیں"۔
اس شخص کا اسی سطح کا اور فوری جواب بڑا ہی اٹل تھا' اس کا انداز تخاطب بھی بے روک تھا۔
"ہاں! میں یہ الفاظ آپ ہی کے لئے بول رہا ہوں"۔

ان فی البدیہہ مکالمات کو سن کر حضرت عمر فاروقؓ بے حد خوش ہوئے' اور حق کی خاطر اس شخص کی بے باکی اور جرات و ہمت پر ایک بار پھر پکار اٹھے "خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہماری قوم میں ایسے افراد موجود ہیں کہ جو مجھے راہ راست سے بھٹکنے سے بچا سکتے ہیں"۔

بعد از رسولؐ۔ ایک یورپی مورخ لکھتا ہے کہ "یہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے کردار و عمل کی عظمت ہے کہ انہیں اس قدر وسیع و عریض سلطنت اور بے بہا قوت و حشمت کے بجائے ان کی ذاتی انسانی صفات کے حوالے سے بھی بہت شہرت ملی۔ اس اعتبار سے وہ ایک عظیم رہنما ہی نہیں تھے بلکہ اسلام کے اعلیٰ اوصاف کے بھی مثالی پیکر تھے۔

اس حقیقت میں بھی کوئی ریب نہیں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسی کردار و عمل' صفات انسانی اور اوصاف اسلامی ہی کے پیش نظر بانی اسلام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ "اگر خداوند کریم میرے بعد کوئی پیغمبر مبعوث کرتے تو وہ عمر بن الخطاب کے سوا کوئی اور نہ ہوتا"۔

خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کا تاریخ عالم میں بہت بلند اور امتیازی مقام ہے۔ تاریخ ان جیسی کوئی اور مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ دنیا کا کوئی اس قدر عظیم اور بڑا حکمران ہو' اور اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کا سب سے بڑا خادم بھی ہو اور دشمنوں پر اس کے بے پناہ دہشت بھی ہو۔ عام اور سادہ انسان' انکسار اور فروتنی کا مجسمہ لیکن دشمنان دین کے لئے بے حد شدید' قناعت پسند' سادگی کا پیکر' ہمیشہ اپنے عوام کی پہنچ اور رسائی پر حاضر' راتوں کو بھیس بدل بدل کر اپنے عوام کے احوال سے آگاہی حاصل کرنے والا حکمران' کسی بھی طرح کے حفاظتی دستے سے بے نیاز اور لوگوں کے درمیان موجود رہنے والا بہت بڑی سلطنت کا سربراہ ---- غالباً ایسے ہی عظیم المرتبت شخص کے لئے شاعر مشرق علامہ اقبال نے کہا ہے کہ۔

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک وہ شبنم

Marfat.com

دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

مصر کا مشہور عیسائی مصنف جرجی زیدان حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمتوں، فضائل اور ان کی کامیابیوں اور کامرانیوں کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ۔

"حضرت عمر فاروقؓ کے عہد زرین میں انہوں نے بے شمار ممالک پر فتوحات حاصل کیں، جابرانہ سلطنتوں کو انہوں نے تہس نہس کر دیا ساسانی اور رومی شاہنشاہوں کے بے بہا خزانے ان کے مجاہدین کے قدموں پر ڈھیر ہوتے گئے۔ ان سب سے بڑھ وہ خود بھی پرہیز گاری، پارسائی اور اعتدال پسندی کی زندگی کا خوگر تھا۔ زمانے کی جدید ضرورتوں اور بدلتے ہوئے حالات اور تقاضوں کے حوالے سے وہ جدت پسند تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف میدانوں میں ان کی نافذ کردہ اصلاحات کو کوئی دوسرا حکمران بے توجہ نہیں چھوڑ سکا۔ وہ عوام کے اجتماعات کو اپنے پھٹے پرانے اور پیوند زدہ لباس میں خطاب سے نوازتا رہا۔ وہ جو کچھ کہتا وہی صحیح کر دکھاتا تھا۔ اس کے قول اور فعل کی ہم آہنگی لوگوں کو اس کا گرویدہ بناتی چلی گئی۔ اپنی انتظامیہ اور عساکر میں اس نے بہتر نظم و ضبط پیدا کیا۔ وہ گورنروں اور جرنیلوں پر کڑی نظر رکھتا اور ان کا ہمہ وقت محاسبہ جاری رکھتا تھا۔ اس عظیم حکمران کے محاسبے سے بہت بڑا جرنیل خالدؓ بن ولید بھی نہ بچ سکا۔ وہ تمام لوگوں کے لئے سچا، ہمدرد، انصاف پسند اور رحم دل بھی تھا، حتیٰ کہ ان کے ایسے فضائل سے غیر مسلم بھی فیض یاب ہوتے رہتے تھے۔ اس ساری صورت حال کے باوجود اس کا پوری اسلامی دنیا میں احسن اور قوی نظم و نسق جاری و ساری تھا"۔

وہ اپنے بعد بھی اسی طرح کے نظام کو جاری اور رواں دواں رکھنے کا متمنی تھا۔ ان کے آخری کلمات ان کی بہترین حکومتی پالیسیوں کا نچوڑ ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ "میں اپنے جانشین کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ غیر مسلم رعایا کے ساتھ اللہ اور اس کے رسولؐ کی ذمے داری یاد رکھے۔ ان سے جو اقرار کئے جائیں ہمیشہ پورے کیے جاتے رہیں۔ ان کے دشمنوں سے ان کی حفاظت کی جائے۔ ان پر کبھی سختی نہ کی جائے"۔

Marfat.com

باب۔ ۲

حضرت عمر بن الخطابؓ

"طریقت ولایت کے دوسرے رہنما' اہل ہدایت کے رہبر' یگانہ زمان' جہان کے بادشاہ عادل' نصیب وافر سے بہرہ مند' نفس کافر پر سب سے زیادہ سخت گیر' اصحابؓ کے سپہ سالار' امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں"۔ اس پس منظر میں داراشکوہ کہتا ہے کہ صوفی کے لئے لازم ہے کہ وہ حضرت فاروق اعظمؓ کی طرح دل کی اور دنیائے جسم کی حفاظت کرے اور اس میں عدل قائم کرے تاکہ وہ شیطان کے شر اور حرص و نفس پرستی۔ سے محفوظ رہے۔

حضرت علیؓ اکثر حضرت عمر فاروقؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ وہ "رشید الامر" ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر معاملہ میں درست کار اور صحیح الرائے تھے۔ کسی کام میں بھٹکنے والے نہیں تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے رتبے اور درجہ میں اس قدر بلند و بالا اور ارفع ہیں کہ تاریخ عالم میں اور کہیں نظیر نہیں ملتی۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ خالص عرب تھے اور عربوں کی تمام تر خوبیوں' اوصاف اور رسوم و رواج کے بھی پروردہ تھے۔

اہل عرب عموماً عدنان یا قحطان کی اولاد ہی میں شمار کیے جاتے ہیں۔ تاریخی طور پر عدنان کا یہ سلسلہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ "الفاروق" میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب یوں بتایا گیا ہے کہ "عمر بن خطابؓ بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن فرط بن زراع بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر بن مالک" ---- گویا عدنان کی گیارھویں پشت میں فہر بن مالک ہیں۔ فہر بن مالک عربوں میں صاحب اقتدار اور جاہ و حشم کے بھی مالک تھے۔ عدنان یا قحطان کے حوالے سے فہر بن مالک ہی کی آل اولاد بعد میں قریش کے لقب سے مشہور ہو گئی تھی۔ پھر یہ بھی ثابت ہے کہ اس قریش ہی میں دس بزرگوں اور رجال نے اپنی لیاقت و ذہانت اور بصیرت ر قابلیت میں بہت ممتاز مقام حاصل کیا تھا۔ اور پھر ان دس شخصیتوں کے حوالے سے بعد میں دس جدا جدا اور اور امتیازی قبیلے بن گئے تھے۔ ان قبائل کے نام مورخین کے مطابق۔ ہاشم' امیہ' نوفل' عبدالدار' اسد' تیم' مخزوم' عدی' جمح اور سہم

Marfat.com

ہیں- حضرت عمر بن خطابؓ ان معتبر قبائل میں قبیلہ عدی میں سے ہیں- قبیلہ عدی میں عدی اور مرۃ دو بھائی تھے- مرۃ دراصل نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم کے اجداد میں سے ہیں- اس نسبت سے حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم سے مل جاتا ہے-

سفارت بنی عدی- ظہور اسلام سے پیشتر عربوں کے خاندان قریش نے مختلف طرح کی ذمہ داریاں اور کام اپنے اپنے طور پر سنبھال رکھے تھے- گویا اس طرح سے قریش کی قائم کردہ ایک چھوٹی سی ریاست اس دور میں بھی کئی حوالوں سے ایک طرح کے ابتدائی اور قبائلی سے جمہوری نظام کی غمازی کرتی تھی' یوں ریاست کے امور میں ہر قبیلہ کسی نہ کسی امر کا ذمے دار تھا- ان امور کو مختلف صیغوں یا شعبوں کے نام بھی دے رکھے تھے- اس تقسیم کار کے مفید نظام میں بنی عدی کے سپرد صیغہ سفارت تھا- یہ شعبہ بھی ریاستی نظام میں خاصا اہم تھا- اس شعبہ سفارت کے حوالے سے کسی بھی دوسری قوم یا قبیلے کے ساتھ راہ و رسم' تجارت یا لین دین کی غرض سے سب سے پہلے سفارتی امور کی تکمیل اور بجا آوری بنی عدی کے ذمے دار افراد ہی اپنے ایک خاص طریقہ کار کے تحت کرتے تھے- اس طرح یہ بلا تامل کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کا یہ قبیلہ عدی ہر طرح کے بیرونی معاملات اور امور کے لئے ایک سفیر کے طور پر کام کرتا تھا- قبیلہ عدی نے اس دور میں بیرونی قبائل کے ساتھ سفارتی امور میں اس قدر اہم اور ذمے دارانہ خدمات انجام دی تھیں کہ اب تو دیگر کئی قبائل کے بڑے بڑے رئیس بھی اپنے بعض معاملات میں بنی عدی ہی کے وسیع النظر افراد کو اپنے ثالث اور فیصلوں کے لئے کبھی کبھار منصف بھی بنا لیتے تھے- بیان کیا جاتا ہے ثالثی اور عدل و انصاف کے کئی معاملات اپنی نوعیت اور پیچیدگی کے اعتبار سے مہینوں بحث مباحث کا موجب بنے رہتے لیکن ایسے معرکوں میں بھی بنی عدی کے لوگ بڑی خوبی اور حسن معاملہ فہمی کے باعث معتبر انداز میں سرخرو ہوتے تھے- بنی عدی میں اس صیغہ کے حوالے سے ایک طرح کا امتیازی وقار اور دبدبہ بھی چلا آرہا تھا-

حضرت عمر بن الخطابؓ کے دادا نفیل بھی اپنے سپرد ان سفارتی خدمات کو بجا طور پر سر انجام دیتے رہے تھے- نفیل بن عبدالعزیٰ اپنی معاملہ فہمی' حکمی خدمات اور ذہانت و لیاقت کے باعث خاصی شہرت کے مالک تھے- کہا جاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے جد امجد عبدالمطلب اور حرب بن امیہ میں عربی ریاست کے حوالے سے جب ایک نزاع پیدا ہوئی تو اس وقت انہوں نے بھی نفیل بن عبدالعزیٰ ہی کو اپنا حکم تسلیم کیا تھا- حضرت عمر بن الخطابؓ

Marfat.com

کے دادا نفیل بن عبدالعزیٰ نے اس نزاع کا ہر طرح سے اور ہر پہلو سے جائزہ لے کر فیصلہ جناب عبدالمطلب ہی کے حق میں دیا تھا۔

اپنے منصب سفارت کے ناتے سے بنی عدی کے بزرگوں کو بیرونی دنیا کے بارے میں راست اور وافر معلومات حاصل تھیں' اس قبیلہ کے لوگ اپنے فرائض کی بجا آوری کے لئے اکثر طویل سفر بھی کر لیا کرتے تھے۔ اس اعتبار سے بنی عدی کے لوگ ایک طرح کے سیلانی اور کسی حد تک تجارت پیشہ بھی ہو چکے تھے۔ معاملات کو بہتر طور پر سلجھانے میں بنی عدی دور جاہلیت میں بھی ممتاز و معتبر تھا۔

خطاب بن نفیل۔ نفیل بن عبدالعزیٰ کے دو بیٹے عمرو اور خطاب تھے۔ عمرو اپنے اس عہد اور خاندان کے دوسرے افراد کے مقابلے میں معمولی قابلیت کے حامل تھے ——— لیکن خطاب قدرے زیادہ روشن خیال' جدت پسند اور دور جاہلیت کی رسوم و رواج اور متعدد ضعیف الاعتقادیوں سے بغاوت کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اپنے روایتی دین پر بڑی پختگی سے کار بند تھے۔ اس کے برعکس عمرو کے ایک بیٹے زید یعنی خطاب کے بھتیجے نے تو اسی عہد میں بت پرستی تک کو ترک کر دیا تھا اور دین ابراہیمی کے وہ ایک پر چارک بن گئے تھے۔ خطاب بن نفیل اپنے اس بھتیجے زید بن عمرو کا اس قدر دشمن بن گیا کہ زید کو بالآخر مکہ شہر سے مجبوراً نکلنا پڑا تھا۔

خطاب بن نفیل خود بھی بنی عدی کے سرداروں میں تھا۔ اس کے قبیلہ کی امیہ کے باپ عبدالشمس کے لوگوں سے پرانی عداوت اور مخاصمت تھی۔ شاید اس دیرینہ مخاصمت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ قبیلہ امیہ کے لوگ اپنی عددی اکثریت کے باعث زیادہ طاقت ور ہو جاتے تھے۔ لیکن تاریخی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ بنی عدی کے لوگ غیور ضرور تھے' اس لئے وہ قبیلہ امیہ کی اکثریت اور عددی برتری کے باوجود مقابلہ ضرور کرتے تھے' یہ الگ بات ہے کہ عددی اکثریت ہی غالب رہتی تھی۔ خطاب بن نفیل قبیلہ امیہ سے ہر حال میں اپنے آپ کو کمتر نہیں سمجھتا تھا۔ اس نے اسی حوالے سے اپنی سفارتی حیثیت کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے دشمن کے مقابلے کی خاطر ایک اور قبیلہ بنی سہم سے بھی اپنے تعلقات قائم کر لیے تھے۔ بلکہ اس کے کچھ عرصہ بعد خطاب بن نفیل اپنے خاندان کو لے کر وادی سہم میں جا بسا تھا۔ اس کے باوجود خطاب کے چند ایک مکانات مکہ کے علاقہ میں بھی رہ گئے تھے۔ اپنی ان حکمت عملیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خطاب بن نفیل عربوں اور بالخصوص قریش کے وقار اور عظمت کی حفاظت کرنا بخوبی جانتے تھے' اور وہ خود بھی قدر اور عزت کی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں۔

Marfat.com

ولادت حضرت عمر۔ حضرت عمر فاروقؓ کے والد خطاب بن نفیل اپنی سرداری اور غیور ہونے کے حوالے سے بہت ممتاز مقام کے حامل تھے۔ رعب اور دبدبہ کے بھی مالک تھے۔ دنیاوی دولت کی بھی کمی نہیں تھی' اس لئے انہوں نے بڑے بڑے گھرانوں میں کئی شادیاں کیں۔ ان کی ایک اہلیہ ختمہ یا ختتم ابن ہشام بن مغیرہ کی صاحبزادی تھیں' اور مغیرہ اس وقت قریش کی فوجوں کی کمان کا ذمے دار تھا۔ اسی عنان افواج کے حوالے سے وہ "صاحب الاعنہ" بھی کہلاتے تھے۔ حضرت خالدؓ بن ولید انہی مغیرہ کے پوتے تھے۔

خطاب بن نفیل پہلے صفا اور پھر علاقہ سہم میں جا کر آباد ہو گئے تھے۔ خطاب میں وادی سہم میں جا کر بھی غیرت اور قوت کے اظہار میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا تھا۔ بہر صورت وہ اس عہد میں بھی مکہ کی پوری معاشرتی زندگی میں ایک اہم مقام کے حامل تھے۔

ابتدائی عہد۔ انہی خطاب بن نفیل کے گھر ہجرت نبوی سے چالیس سال قبل یا ۵۸۸ء میں حضرت عمر بن الخطابؓ پیدا ہوئے۔ مکہ اور اس کے گردو نواح کا پورا علاقہ اپنی جغرافیائی حیثیت سے ایک دشوار گزار لیکن ایک تجارتی شاہراہ پر واقع ہونے کے باعث قابل کشش تھا' اور پھر یہاں پر بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ کی موجودگی نے تو اس شہر کو مذہبی طور پر بھی بے حد فضیلت بخش رکھی تھی۔ یہاں کے جو لوگ تجارت پیشہ سے وابستہ نہیں تھے وہ بکریاں' بھیڑیں اور اونٹ وغیرہ پالا کرتے تھے۔ خطاب بن نفیل ایک حد تک سفارتی فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ اونٹوں کی تجارت میں بھی دلچسپی لیتے تھے۔ اس اعتبار سے بھی انہیں قریش میں ایک راست باز تاجر کا اہم درجہ حاصل تھا۔

چند ایک روایات میں موجود ہے کہ خطاب بن نفیل کے گھر بیٹے کی پیدائش کا خاصا چرچا ہوا اور خطاب کے گھر میں غیر معمولی انبساط و مسرت کا اظہار کیا گیا اور کئی طرح کے روایتی جشن بھی منائے گئے۔ حضرت عمرؓ کی ابتدائی زندگی کے حالات تفصیل کے ساتھ تذکروں میں موجود نہیں ہیں' لیکن ان کے بچپن کے بارے میں یہ بخوبی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ آپ کا بچپن بھی دیگر قبائلی بچوں کی طرح گزرا۔ اس وقت عام رواج یہ تھا کہ بچوں کو اوائل عمر ہی سے بھیڑ بکریوں اور اونٹوں کی رکھوالی اور چرانے کے لئے بھیج دیا جاتا تھا۔ گویا اکثر عربوں کی کٹھن زندگی کا آغاز عہد طفولیت سے ہو جاتا تھا۔ حضرت عمر بن خطابؓ کے ایک اپنے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بچپن میں مکہ کے نواح میں علاقہ ضجنان میں اونٹ چرایا کرتے تھے۔ اور جب کبھی وہ گرمی اور بھوک پیاس سے تھک ہار کر بیٹھ جاتے تو ان کے والد سرزنش کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

جوانی کے اشغال۔ غالباً اس دور میں یہ عربوں کا ایک رواج تھا کہ وہ اپنے گرد و پیش کی زندگی کے بارے میں جلد ہی واقف ہو جاتے تھے۔ پھر ان لوگوں کا زمین اور زمین کی پیداوار' گھاس پھونس' چھدری وادیوں' نخلستانوں اور ریگستانی امور سے زیادہ واسطہ ہو جاتا تھا۔ پھر وہ جن جانوروں کو ان کٹھن وادیوں میں چرایا کرتے ان کے بارے میں بھی لوگوں کو وافر معلومات ہوتی تھیں۔ ایسی وادیوں میں اکثر مسابقت اور مقابلے کے مشاغل زیادہ مقبول ہوتے تھے۔ ان مشاغل میں پہلوانی' چپہ گری' زور آزمائی اور طاقت کے مظاہروں پر زیادہ توجہ دی جاتی تھی۔ حسب دستور حضرت عمر بن الخطابؓ نے بھی ایک خاص عمر تک پہنچتے پہنچتے ان مروجہ مشاغل اور امور میں مہارت حاصل کر لی تھی۔

عربوں میں فن انساب' تقریر و تکلم اور شاعری وغیرہ کو بھی بڑی اہمیت حاصل تھی۔ اور پھر نسب دانی کا فن حضرت عمرؓ کے خاندان کا ایک خاصا بھی سمجھا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کے باپ اور دادا بھی اس فن میں مشہور سمجھے جاتے تھے' لہٰذا نسب دانی کے فن کو حضرت عمرؓ نے بھی اختیار کیا تھا۔

اپنی جوانی کے دور میں حضرت عمر بن خطابؓ مضبوط ڈیل ڈول کے مالک تھے۔ اس پر ان کا لمبا قد بھی ایک امتیازی جسمانی وصف تھا' اس لئے ہر سال منعقد ہونے والے عکاظ کے میلے کے مشاغل میں بھی حصہ لیا کرتے تھے۔ عکاظ کے اس سالانہ میلے میں پوری عرب دنیا سے ماہرین فن اور اہل فن جمع ہو کر اپنے کمالات کے جوہر دکھاتے تھے۔ علامہ ابوالحسن احمد بن یحییٰ بلاذری اپنی "کتاب الاشراف" میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی جوانی کے دور میں عکاظ کے دنگل میں کشتی بھی لڑا کرتے تھے۔ گھڑ سواری میں تو انہیں کئی ہم عصر افراد پر برتری حاصل تھی۔

خاندانی پس منظر۔ ابتدائی علوم و فنون کے حصول اور مروجہ تعلیم و تربیت کے بعد انہوں نے اپنے خاندانی منصب سفارت کے ساتھ ساتھ تجارت میں بھی دلچسپی لینا شروع کر دی تھی۔ خاندان میں سفارتی عمل دخل ہونے کے باعث اس قبیلہ کے قریباً" تمام افراد میں علمی' ادبی اور شعری ذوق بھی پیدا ہو چکا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دادا نفیل کی ادبی حیثیت اور ان کے علمی ذوق کے تو لوگ معترف تھے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کے ایک چچا زاد بھائی زید بن عمرو کی روشن ضمیری مشہور تھی' ان کے تو کئی ایک اشعار بھی موجود ہیں۔

زید بن عمرو خاصے ذہین اور سمجھدار شخص تھے' انہوں نے تو زمانہ جاہلیت میں بھی بت پرستی جیسے فعل قبیح کو خیرباد کہہ رکھا تھا۔ زید بن عمرو کے دو عربی شعروں کا ترجمہ یوں ہے کہ

Marfat.com

"ایک خدا کو مانوں یا ہزاروں ارباب کو مانوں' میرے لئے اس میں کوئی تامل نہیں ہے۔ کیونکہ دیگر امور کی تو تقسیم ہو چکی ہے۔ اور پھر میں نے لات اور عزیٰ سمیت تمام بتوں کو ترک کر دیا ہے۔ اور میرا یہ بتوں کو خیرباد کہنا علی وجہ البصیرت ہے' اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ صاحب بصیرت ایسا ہی کرتا ہے"۔

زید بن عمرو کی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد خطاب بھی شعرو شاعری کا شغف رکھتے تھے۔ علاقہ سہم میں مخالفین کی جانب سے معاندانہ رویے اور دھمکی کے جواب میں خطاب بن نفیل نے اپنی جاہ و حشمت' قوت' بہادری اور وقار کے بارے میں آٹھ شعر کہے تھے۔ ان شعروں میں قبیلہ عدی کے اوصاف اور غیرت مندی کا تذکرہ بھی کیا گیا تھا۔ گویا اس طرح والد کی طرف سے حضرت عمرؓ کو موروثی طور پر بھی شعرو شاعری اور علمی ماحول میسر آتا ہے۔ اس کے بعد تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محرک اور عملی زندگی میں یہ واضح طور پر ثابت ہوتا کہ وہ قوت تحریر و تقریر میں بھی یکتا تھے۔ اس طرح انہیں اس عہد کی روح عصر پر اثر انداز ہونے والے قریباً "تمام مشہور شعرا کے کلام پر بھی عبور تھا" ----- یہی نہیں بلکہ شعرائے عکاظ میں سے انہیں امراء القیس' زہیر اور نابغہ کا کلام زیادہ پسند تھا۔

حضرت عمر بن خطابؓ کے اجداد میں سے کئی بزرگ دور جہالت میں بھی بے جان اور بے شمار بتوں کی پوجا کرنے کو معیوب سمجھتے تھے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کی والدہ ختمہ بھی ایک روشن خیال اور خاندانی خاتون تھی۔ گو اسلام قبول کرنے سے پیشتر حضرت عمر بن خطابؓ صریحاً" بت پرستی کے پروردہ نہیں تھے لیکن اس کے باوجود وہ اپنے اجداد میں سے کئی بزرگوں کے بت پرستی سے انحراف کے رویے اور اپنے چچا زاد بھائی زید بن عمرو کے اس عہد کے مذہب کے خلاف الحادی نظریات سے بھی خاصے متاثر تھے۔ اس حوالے سے ایک معمولی سی لچک کے ساتھ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاندان طلوع اسلام سے قبل بھی بت پرستی سے نالاں تھا' لیکن اس کے باجود اس خاندان کے عادات و اطوار صلبی تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلام قبول کرنے سے پیشتر بھی عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادات اور رسوم و رواج کی تدوین و تطہیر ان کے علمی ادبی ذوق نے کر رکھی تھی۔ شبلی نعمانی نے اپنی کتاب "الفاروق" میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شعری ذوق اور حفظ اشعار کے حوالے سے جو ثبوت فراہم کیے ہیں' ان سے مترشح ہوتا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پسندیدہ اشعار ایسے ہوتے تھے کہ "جن میں خودداری' آزادی' شرافت نفس' حمیت اور عبرت کے مضامین ہوتے تھے"۔

Marfat.com

اپنے قبول اسلام کے بعد کے دور میں تو حضرت عمر فاروقؓ نے شعرو شاعری کے حوالے سے اصلاح معاشرہ کی جانب بھی اشارہ کیا ہے' اور وہ بجا طور پر یہ سمجھتے تھے کہ شاعری اپنے معیار و مرتبہ کے اعتبار سے معاشرے پر اچھے اثرات مرتب کر سکتی ہے کیونکہ شاعری ایک وظیفہ شعور ہے۔ اسی پس منظر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابو موسیٰ اشعریؓ کے نام ایک فرمان میں یہاں تک بھی مذکور ہے کہ "لوگوں کو اشعار یاد کرنے کا حکم دو کیونکہ وہ اخلاق کی بلند باتیں اور صحیح رائے اور انساب کی طرف راستہ دکھاتے ہیں"۔

عین عروج شباب تک پہنچتے پہنچتے حضرت عمر فاروقؓ نے مروجہ تعلیم و تربیت میں امتیازی ذہانت اور قابلیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے باقاعدہ لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا تھا۔ اس طرح قریش میں انہیں بھی چنیدہ اور چیدہ افراد میں شمار کیا جانے لگا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت قبیلہ قریش میں تقریر و ترقیم میں ممتاز صرف سترہ آدمی تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی انہی سترہ افراد میں شمار ہوتا تھا۔

اسفار عرب و عجم۔ پھر آمدہ برسوں میں حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے آبائی منصب سفارت کے ساتھ ساتھ پیشہ تجارت کو اپنا لیا تھا۔ ان کے والد خطاب بھی ایک کامیاب تاجر تھے۔ اس پیشہ تجارت کی بدولت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی کئی ممالک کے سفر کرنے کا موقع ملا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ بیرونی علاقوں کے سفر صرف تجارتی نوعیت کے نہیں ہوتے تھے بلکہ وہ ان اسفار کے دوران ان ممالک کے ممتاز افراد اور نامور لوگوں سے بھی ملتے رہتے تھے۔ اس طرح حضرت عمرؓ دیگر ادیان اور ملتوں سے بھی بخوبی آگاہ ہو چکے تھے اور ان کی جغرافیائی اور معاشرتی معلومات میں بھی خاصا اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ دوسرے لوگوں کے رسوم و رواج کا بھی انہیں علم ہوتا رہتا تھا۔ اپنے ان اسفار کے دوران میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عہد جاہلیت میں بھی عراق اور شام کے بڑے بڑے حکام' تجار اور بادشاہوں سے بھی ملاقاتیں کر لی تھیں۔ ان ملاقاتوں کا دیگر فوائد کے علاوہ ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ حضرت عمرؓ کو عراق اور شام کے سیاسی اور شاہی نظام مملکت دیکھنے کا موقع ملا۔ ان ممالک کے عوام کے احوال اور ان کی مجبوریوں کا بھی علم ہوا۔ پھر وہاں کے لوگوں کے آدرشوں اور امنگوں سے بھی آگاہی ہوئی۔

عکاظ کے معرکوں اور مقابلوں اور دنگلوں میں بھرپور حصہ لینے والے اس نوجوان عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تجارت پیشہ اختیار کرنے کے بعد' اس پیشے کے عمدہ اصولوں اور قواعد کو ملحوظ خاطر رکھا۔ اس طرح وہ ایک عام تاجر کے بجائے تاجروں کے ایک مؤثر گروہ میں

Marfat.com

شمار ہونے لگے تھے۔ اپنی تجارتی دلچسپیوں کے باعث انہوں نے مکہ جیسے قدیم تجارتی مرکز سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور پورے عرب علاقوں میں ایک خاص مقام حاصل کر لیا۔ عرب علاقوں کے تجارتی مال اسباب اور عربوں کی ضروریات کا انہیں تجارتی حوالوں سے احساس تھا' اور وہ اس پس منظر میں کامیاب تاجر بھی ثابت ہوئے' بقول مولانا شبلی نعمانی "لوگوں پر ان کی قابلیت کے جوہر روز بروز کھلتے گئے۔ یہاں تک کہ قریش نے ان کو سفارت کے منصب پر مامور کر دیا۔ قبائل میں جب کوئی پر خطر معاملہ پیش آتا تو انہی کو سفیر بنا کر بھیجتے"۔

عصری اثرات۔ اس پورے پس منظر اور عمر بن خطابؓ کے سفارتی منصب نے ان میں خاصی فہم و فراست پیدا کر دی تھی۔ ویسے تو شجاعت اور بہادری قریش کے قبیلہ بنی عدی کا خاصا بن چکی تھی' لیکن پھر حالات و واقعات اور علاقہ سہم میں بود و باش نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلند حوصلگی اور جرات جیسے اوصاف مردانہ سے بھی متصف کر رکھا تھا۔ پیشہ تجارت سے وابستگی اور پھر منصب سفارت نے ان میں اعتماد' حوصلہ' معاملہ فہمی اور دور اندیشی بھی خاصی پیدا کر دی تھی۔ یوں عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تجربات' اسفار' تجارتی لین دین' سفارتی مناصب وغیرہ کے باعث ایک پختہ کار شخصیت تصور کیے جانے لگے تھے۔

عمر بن خطابؓ جب ان خوبیوں اور امتیازی اوصاف سے متصف تھے اس وقت تک ماہ عرب حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کا بھی عرب کے انہی ریگستانوں میں ظہور ہو چکا تھا۔ تاریخوں سے ثابت ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلحاظ عمر بانی اسلام حضور نبی رحمت سے گیارہ بارہ سال چھوٹے تھے۔ اور یہ امر بھی حقیقت ہے کہ اللہ کا رسول بھی اپنی جوانی میں پیشہ تجارت سے وابستہ ہو گیا تھا' پھر آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم نے بھی اپنا پہلا تجارتی سفر اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ قریباً" بارہ سال کی عمر میں کیا تھا۔ اس طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کا یہ پہلا سفر شام کا تھا اور غالباً یہ وہی سال تھا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے بعد جب عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جوانی کے دور میں قدم رکھا اس وقت تو رسول خدا باقاعدہ پیشہ تجارت میں ایک نیک نام تاجر کے طور پر بھی مشہور ہو چکے تھے اور لوگوں میں امین بھی بن چکے تھے۔

پچیس سال کی عمر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی شادی خدیجۃ الکبریٰؓ سے ہوئی تو پھر اس کے چند ہی سال بعد آپؐ نے اپنی تجارتی مصروفیات کو پہلے تو محدود کر لیا اور اس کے بعد اس سے دست کش ہو گئے۔ غالباً اسی عہد میں مکہ کے تجارتی میدان میں عمر بن خطاب

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ورود ہوتا ہے۔ شاید یہ بھی ممکن ہو کہ عمر بن خطابؓ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کے مابین عمروں کے تفاوت کے باوجود کبھی کوئی تعلق واسطہ بھی رہا ہو۔ لیکن ان امور کی تاریخ میں وضاحت موجود نہیں ہے۔ لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے کہ مکہ میں مسلسل تجارتی قافلوں کی آمد اور مکہ کی منڈیوں سے مال اسباب لے جانے والے تجارتی قافلوں اور کاروانوں کی ہفتہ وار یا ماہوار روانگیوں نے اہل مکہ پر اپنے جو خوشگوار اثرات مرتب کئے تھے وہ واضح اور اٹل تھے۔ یہی نہیں بلکہ جب مکہ والوں کی تجارت میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم کا ورود ہوتا ہے' اور آپؐ اپنی ذہانت' پاک بازی' بہترین معاملہ فہمی اور تجارتی بصیرت کے باعث شام کے ساتھ تجارت میں زیادہ بہتر نتائج برامد کرتے ہیں تو آنحضرتؐ کی اس امتیازی کامیابی نے تو متعدد اہل مکہ میں تجارت پیشہ سے دلچسپی پیدا کر دی تھی۔ اور ان نوجوان اہل ذوق تاجروں میں لا محالہ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے' اور بالواسطہ طور پر قبل از قبول اسلام بھی شاید حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کی ان تجارتی کامیابیوں' امانت داری' پاک بازی اور شائستہ اوصاف کا حضرت عمر بن الخطاب پر بھی ایک اثر موجود تھا۔

اللہ کے رسولؐ نے جب سلسلہ وحی شروع ہونے کے بعد اپنی بعثت کا مکہ میں اعلان کیا تو اس وقت عمر بن خطابؓ ابھی ستائیس سال کے پختہ کار جوان تھے۔ اس عمر میں بھی انہوں نے قبیلہ قریش میں ایک اہم مقام حاصل کر رکھا تھا۔ اس دور میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم ابھی ایک خاص انداز اور رفتار کے ساتھ تبلیغ کا فریضہ ادا کر رہے تھے۔ عربوں کے لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی تعلیمات یکسر نئی تھیں۔ اور پھر انہیں اس بابت بھی حیرت تھی کہ کوئی امن پسند' شریف النفس اور متعدد اہل ثروت کے مقابلے میں بے زر شخص کس طرح رسول بن کر آسکتا ہے؟ لیکن یہ ایک بے بدل حقیقت اور ایک اٹل سچائی تھی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کو رسول بنا کر بھیج چکا تھا' اور اس نبی نے بھی تبلیغ اور وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔

Marfat.com

باب۔ ۳

واقعہ قبول اسلام

عمر بن خطابؓ ابھی دس بارہ سال کے بچے ہی تھے کہ ادھر رسول خدا حبیب کبریا صلی اللہ علیہ و سلم پر وحی کا آغاز ہو گیا تھا۔ بعض حوالوں سے یوں بھی پتا چلتا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلحاظ عمر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم سے صرف پندرہ سال چھوٹے تھے۔ اس لئے جب حضرت عمرؓ عین اپنی جوانی کے عروج پر تھے' اس وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے سلسلہ رشد و ہدایت کا آغاز کر دیا تھا۔ گویا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے نزول وحی اور نبوت کی واضح امری علامات اور مسلمہ شواہد کے بعد دین اسلام کی تبلیغ شروع کر دی تھی۔ آغاز میں فروغ دین کی رفتار محدود اور مدھم تھی۔

تبلیغ اسلام۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم نبوت کی عمر تک پہنچنے سے پیشتر بھی پورے مکہ اور مکہ کے گرد و نواح کے تمام قبائل میں اپنی پارسائی بے داغ مثالی اور شائستہ جوانی' وعدے کی پاسداری' دنیاوی امور کو نمٹانے کی احسن بصیرت اور لوگوں کے ساتھ رواداری اور خوش اخلاقی کے باعث ایک اہم اور مثالی مقام اور حیثیت حاصل کر چکے تھے۔ یہی نہیں بلکہ اسی دور میں مکہ والوں نے آپؐ کی ایمانداری' معاملہ فہمی اور راست بازی کے باوصف اپنی امانتوں پر امیں بنانا تو ایک روز مرہ کا معمول بنا لیا تھا۔ اس کے ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم نے امور کعبہ میں بھی خصوصی دلچسپی لینا شروع کر دی تھی۔ اپنی جوانی ہی کے دور میں انہوں نے کعبہ کی مرمت اور تعمیر نو کے وقت قبائل مکہ میں حجر اسود کی تنصیب کے حوالے سے جو نزاع پیدا ہوئی' اسے بڑی ہی ذہانت' دانش مندی' حکمت عملی سے نمٹایا کہ تمام لوگ اس سے مطمئن ہو گئے تھے اور آپؐ کی معاملہ فہمی کے بھی قائل ہو گئے تھے۔

احمد مجتبیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کا خاندان اگرچہ متولیان کعبہ کے منصب پر فائز تھا لیکن اس کے باوجود بعثت سے پیشتر بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کعبہ میں رکھے ہوئے بتوں کی جانب مائل نہیں تھے' بلکہ وہ خدا کے اس گھر میں بیٹھ کر بھی ہمیشہ حصول صداقت اور سچائی کے امور پر ہی غور و فکر کیا کرتے تھے' پھر اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو دنیاوی

Marfat.com

تفکرات سے بے فکر کر دیا تھا۔ تو اس کے بعد سے تو آپؐ نے مراقبے اور غور و فکر کی خاطر نواح مکہ کی ایک غار حرا میں جانا شروع کر دیا تھا۔ غار حرا اپنی مکانی صورت میں ایسے مقام پر واقع ہے کہ جس میں بیٹھ کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم اللہ کے گھر کعبہ ہی کو ارتکاز نگاہ بنا کر اپنے پروردگار کی بے شمار مدام نعمتوں اور قدرت کی فیاضیوں اور نظام پر غور و فکر کیا کرتے تھے۔ پھر اسی غار حرا میں غور و فکر ہی کے دوران میں آنحضور صلی اللہ علیہ و سلم پر آیات ربانی کا نزول ہوا تھا۔ اور یہی وحی کا آغاز تھا۔

اس ابتدائی وحی کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے وحی ہی کے رہنمائی میں تبلیغ اور وعظ کا سلسلہ شروع کر دیا تھا' یوں آپؐ نے معاشرے کی خرابیوں کی نشاندہی کرنے کے ساتھ لوگوں کو نیکی کی جانب مائل کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس سے بہت پہلے بھی آپؐ نے معاشرے کی اصلاح اور لوگوں کی بھلائی اور بہتری کی خاطر ایک انجمن "حلف الفضول" کے نام سے قائم کر کے بنی ہاشم مع ابنائے عبدالمطلب بنی اسد' بنی زہرہ اور بنی تمیم کی آویزشوں اور خدشات کو ختم کرنے کی کوشش کی تھی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ و سلم کو عظیم معلم اخلاق بنا کر مبعوث فرمایا بلکہ ایک روشن خیالی کی نظر سے لاعلمی جہالت اور علم ہی اسلام قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سے اسلام کا نام علم اور کفر جہالت کا' اور پھر علم بھی وہی ہے کہ جسے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے نافع فرمایا ہے۔

قافلہ اسلام۔ بہرصورت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے رفتہ رفتہ اسی نافع علم اور دین کی تبلیغ جاری رکھی۔ اس طرح سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی اہلیہ مبارک حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ' پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نو عمر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؐ کی نبوت پر ایمان لائے۔ یہ تینوں اللہ کے رسول کے سب سے قریبی ساتھی تھے۔ حضرت خدیجہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی اہلیہ تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ آپؐ کے مونس اور ساتھی تھے اور حضرت علیؓ خاندان کے فرد تھے۔ گویا اس اطاعت و قبولیت نبوت کا آغاز گھر ہی سے ہو چکا تھا۔ ان کے بعد رسالت نبوی پر ایمان لانے والوں میں زید بن حارثہؓ جن کی حیثیت ایک غریب اور بے بس غلام کی تھی وہ سرفہرست ہیں۔ پھر ابوذر غفاریؓ ایمان لاتے ہیں۔ اس کے بعد تو یہ پوری مختصر سی جماعت بھی تبلیغ کا کام کرنے لگی تھی۔ اس تبلیغ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اب تک شریک ہو چکے تھے۔ اس طرح اصحاب عشرہ مبشرہ کے پانچ اشخاص نے انہی کی ترغیب پر اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس طرح یہ جماعت ایک ایک کر کے بڑھتی رہی اور دوسری سعید روحیں اس جماعت میں شامل ہوتی رہیں۔ یوں

Marfat.com

حضرت عثمانؓ ' زبیر بن عوامؓ ' حضرت طلحہؓ ' عبدالرحمٰن بن عوفؓ ' سعد بن ابی وقاصؓ ' ابوعبیدہ بن الجراحؓ ' عمار بن یاسرؓ ' جناب یاسرؓ ' خباب بن الارتؓ ' عبدالاسد بن ہلالؓ ' عثمان بن مظعونؓ ' سائب بن عثمانؓ ' عامر بن فہیرہ ازدیؓ ' ابوحذیفہ بن عتبہؓ ' ارقم بن ابی ارقمؓ ' حضرت بلال حبشیؓ ' عمرو بن عتبہؓ ' خالد بن سعدؓ ' سعید بن زیدؓ ' عبداللہ بن مسعودؓ اور جناب صہیب رومی وغیرہم نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اسلام کے اس اولین قافلہ مومنین میں متعدد خوش نصیب خواتین اور غلام اور آزادی حاصل کرنے والے غلام بھی شامل ہو گئے تھے۔

اعلانیہ دعوت حق۔ یہ خوش قسمت اشخاص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی قدرے خفیہ اور پوشیدہ اور محدود تبلیغ کے نتیجہ میں صاحب ایمان ہو گئے تھے۔ اس دور میں یہ اول المومنین عبادات اسلامی کی ادائیگی بھی چھپ چھپا کر اور خفیہ ٹھکانوں پر ہی کرتے تھے تاکہ ان "نومسلم" افراد و اشخاص میں عبادات الٰہی کی ادائیگی کا احساس زیادہ راسخ ہو سکے' اور ویسے بھی ابھی برملا اور اعلانیہ عبادات اور تبلیغ کا شاید وقت نہیں آیا تھا۔ بہر طور ابتدائی تین سال کی اس خفیہ تبلیغ کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم پر ایک وحی کے ذریعے سے حکم الٰہی صادر ہوا کہ "اپنے قریبی خاندان والوں کو آگاہ کرو یعنی انہیں ڈراؤ اور وارننگ دو"' تو اس کے بعد تو ایک دن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر قریش کو پکار کر جمع کیا۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک ٹیلے پر چڑھ کر' لوگوں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ۔

"اے اہل قریش! اگر میں تم سے کہوں کہ شہ سواروں کا ایک دستہ ٹیلے کی اس طرف سے جو تم کو نظر آ رہا ہے' تم پر حملہ آور ہونے والا ہے' تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے"۔

اس پر تمام سننے والوں نے یک زبان ہو کر اس سوال کا جواب دیا کہ۔

"آج تک تو ہم سب کا تجربہ یہ ہے کہ آپ ہمیشہ سچ ہی بولتے ہیں"۔

اپنی صداقت کا یہ اعتراف کرا لینے کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے دو ٹوک بات یوں فرمائی کہ۔

"اچھا تو سن لو کہ میں بحکم خداوندی ایک آنے والے سخت عذاب کی وارننگ دیتا ہوں"۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی یہ واضح اور دو ٹوک بات سن کر ابولہب نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کے لئے گستاخانہ الفاظ استعمال کیے اور بہت برا بھلا کہا۔ اس کے بعد سے قریش نے اس نئے دین کی شدید مخالفت شروع کر دی تھی۔ لیکن اس کے برعکس اسلام کے اثرات رفتہ رفتہ ظاہر ہونے لگے تھے۔ اب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے بھی برملا

Marfat.com

اور کھلم کھلا تبلیغ شروع کر دی تھی۔ اسی اثنا میں دشمنان اسلام نے آپؐ کے چچا ابو طالب پر زور ڈالنا چاہا کہ وہ اپنے بھتیجے کو اس نئے فتنے سے روکے۔ لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنے چچا ابوطالب پر بھی واضح کر دیا تھا کہ "میں اس فرض کی ادائیگی سے باز نہیں رہ سکتا جس کے لئے ہی میں خدا کی طرف سے مامور ہوں"۔ اس چھوٹے سے جملے نے ابوطالب کو اتنا متاثر کیا کہ انہوں نے کہہ دیا کہ "اچھا تو تم جو کچھ کر رہے ہو کیے جاؤ جب تک میں ہوں تمہاری طرف کوئی انگلی بھی نہیں اٹھا سکتا"۔

دشمنان اسلام کی کارروائیاں۔ اب تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے کھلم کھلا اور برملا تبلیغ شروع کر دی تھی "ہر گلی کوچے میں ہر مجلس و اجتماع میں اور ہر میلے ٹھیلے میں جا جا کر آواز حق کو بلند آہنگی کے ساتھ پہنچانا" اپنا معمول بنا لیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپؐ "توحید کی اشاعت فرماتے۔ شرک سے روکتے اور شرک سے پیدا ہونے والی تمام برائیوں کی وضاحت فرماتے۔ اخلاقی برائیوں' بت پرستی' بدکاری' چوری' ڈاکے' کذب' قمار بازی' قتل دختر اور ظاہری و باطنی نجاستوں سے لوگوں کو روکتے"۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ دشمنان دین بھی اپنی کارروائیوں میں لگے رہے' وہ بھی ہر محفل اور ہر مجلس میں پہنچ کر لوگوں کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے خلاف اکساتے اور انہیں برا بھلا بھی کہتے۔ یہی نہیں دین کے ان دشمنوں نے مٹھی بھر اہل ایمان پر دائرہ اسلام تنگ کر دیا تھا۔ مسلمانوں کو جسمانی اذیتیں بھی پہنچاتے رہتے تھے۔ ان لوگوں کی ستم رانیاں بھی ان اہل ایمان کو برگشتہ نہ کر سکیں۔ ان لوگوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کو بھی اپنی جفاؤں کا مسلسل نشانہ بنائے رکھا۔ آپؐ کو نماز پڑھتے میں اذیتیں دی جاتیں اور اسی طرح ذہنی طور پر بھی شدید پریشان رکھا جاتا۔ سربازار اور محفلوں کے درمیان نشانہ تضحیک و تمسخر بنایا جاتا رہا۔ لیکن دشمنان دین متین کی یہ ستم کاریاں اور ذہنی عذاب بھی کسی مسلمان کو راہ راست سے دور نہ کر سکا۔

ہجرت حبشہ۔ یہ ایک امری اور اٹل حقیقت ہے کہ حق و انصاف' دل و صداقت اور شرافت و اخلاق کی سیدھی سادی باتیں ہر انسان کی سمجھ میں آجاتی ہیں۔ اسلام میں بلحاظ مجموعی عافیت' فلاح اور امن ہے تو پھر کوئی ایک بار دارالامن میں داخل ہو کر اس سے کیوں نکل جائے' اس لئے یہ تو ممکن ہی نہیں تھا کہ کوئی شخص ایمان کے نور سے فیض یاب ہو کر اس سے محروم ہونے کے بارے میں سوچ بھی سکے۔

اعلانیہ تبلیغ کے بعد بھی دو سال مصائب و آلام میں ہی گزر گئے۔ پھر بھی شمع اسلام کے پروانے بڑھتے ہی گئے۔ ان کی تعداد میں عداوتوں اور مخالفتوں کے باوجود اضافہ ہی ہوتا رہا۔ پھر

Marfat.com

سن ۵ نبوی میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے مسلمانوں کے ایک گروہ کو ان مستقل کے مصائب سے بچنے کے لئے حبشہ میں جا کر عارضی پناہ لینے کی اجازت دے دی۔ اس طرح مسلمانوں کا ایک نیا قافلہ تراسی مردوں اور اٹھارہ عورتوں پر مشتمل حبشہ ہجرت کر گیا تھا۔ دشمنان اسلام نے اس قافلے کا بھی پیچھا کیا اور حبشہ کے بادشاہ کو ان مسلمانوں کو حبشہ سے نکال کر ان کے حوالے کر دینے کے لئے اکسایا لیکن حبشہ کا بادشاہ نجاشی ایک نیک دل حکمران تھا۔ اس لئے اس نے قریش کے ان ستائے ہوئے مسلمانوں کو امن کے ساتھ حبشہ میں رہنے کی اجازت دے دی تھی۔ یہاں پر نجاشی شاہ حبشہ کے سامنے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے اسلام کی اس اعتماد اور یقین کے ساتھ نمائندگی کی کہ نجاشی اسے سن کر دم بخود رہ گیا اور وہ عیسائی ہونے کے باوجود مسلمانوں کے ساتھ نرم دلی اور احسن سلوک سے پیش آنے لگا۔ اس کے برعکس اس نے دشمنان اسلام کے وفد کو صریحاً" کہہ دیا تھا کہ "تم چلے جاؤ' میں کبھی ان مسلمانوں کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتا"۔

اس کے بعد یہاں تک بھی بتایا جاتا ہے کہ شاہ حبشہ نجاشی نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر اس امر کا یقین دلا دیا تھا کہ وہ ہر طرح کے امن اور حفاظت کے ساتھ ان کے ملک میں رہ سکیں گے۔ اس نے تو یہ بھی اقرار کر لیا تھا کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کا رسولؐ ہے اور یہ وہی ہے جس کا ذکر ہم انجیل میں پاتے ہیں"۔ بہر صورت کفار مکہ کے مقابلے میں حبشہ کے اس نیک دل حکمران نجاشی نے پیغام اسلام کو اپنی مذہبی تعلیمات انجیل کے حوالے سے سچ جان لیا تھا۔ اس لئے حبشہ میں مسلمانوں کو عداوتوں اور تکلیفوں کا سامنا نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حبشہ ہی میں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے تبلیغ اسلام کا فریضہ بھی ادا کرنا شروع کر دیا تھا۔ گویا اس طرح اب حبشہ کی سرزمین بھی نور اسلام کی ضیا پاشیوں کا ایک مرکز بننے والی تھی۔

ابو طالب اور حضرت حمزہؓ۔ اسلام کی حبشہ میں اس پذیرائی کے برعکس کفار مکہ نے ایک بار پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے چچا ابو طالب پر زور ڈالنا شروع کر دیا تھا کہ اپنے بھتیجا کو' اس امر سے روکے کہ وہ ان لوگوں کے معبودوں کو برا نہیں کہے' ان کے آباؤ اجداد کی تنقیص نہ کرے۔ اس کے ساتھ ہی قریش کے سرکردہ سرداروں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کو دنیاوی آسائشوں اور کئی مراعات کی مشروط پیش کش بھی کر دی تھی۔ لیکن اس موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے برملا اور واضح الفاظ میں اعلان فرما دیا تھا کہ اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند لا کر رکھ دیں جب بھی میں اپنے فرض میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ اس راہ میں اگر میری متاع جان بھی جاتی ہے تو احکام

Marfat.com

خداوندی میں کوئی ردو و بدل نہیں کروں گا"۔ اس بیان کے بعد آپؐ کے چچا ابو طالب نے یہاں تک اعلان کر دیا تھا کہ میں اپنے بھتیجے محمدؐ کی تائید و حمایت سے ہرگز دست کش نہیں ہو سکتا۔

اس وقت تک ابھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے چچا جناب حمزہؓ مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے۔ اسی دوران میں ایک دن ابو جہل نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کو برسرعام برا بھلا کہا۔ یہی نہیں بلکہ انہیں پتھر مار کر زخمی بھی کر دیا تھا۔ اس واقعے کی اطلاع جب جناب حمزہؓ کو ہوئی تو انہوں نے ابو جہل کے سر پر آہنی کمان مار کر اسے یہ سمجھا دیا کہ محمدؐ کوئی بے سروپا نہیں ہے بلکہ وہ قبیلہ ہاشم کا ایک فرد ہے۔ اس کے بعد حضرت حمزہ نے دعوت حق قبول کرتے ہوئے دین اسلام کو بھی اپنا لیا تھا۔

نئی صورت حال اور کفار۔ رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کو کفار مکہ کی ہر طرح کی تحریص و ترغیب' سیاسی و معاشرتی دباؤ بھی کسی طرح سے متاثر نہیں کر سکا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ کمزور اور ناتواں لوگ بھی مشرف بہ اسلام ہوتے گئے تھے۔ یہاں تک کے عمر بن خطابؓ کی ایک خادمہ بھی اسلام قبول کر چکی تھی۔ لیکن اب تو برعکس اس کے حضرت حمزہؓ کے ایمان لانے کے بعد سے تو کفار قریش میں ایک کھلبلی مچ گئی تھی۔ حضرت حمزہؓ قریش میں با اثر شخصیت کے مالک تھے۔ اپنے قبیلہ ہاشمی میں بھی ان کا بڑا اثر و رسوخ تھا' اس حوالے سے ان کا اسلام قبول کرنا کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا' اس سے تو پوری ہاشمی برادری ڈگمگا کر رہ گئی تھی۔ اسلام کا ایک بڑا دشمن ابو جہل جو ایک طرح سے کفر کی سب سے واضح اور بڑی علامت بن چکا تھا۔ وہ اس ساری صورت حال سے آگ بگولا ہو گیا تھا' اس نے تو مخاصمت اسلام اور عداوت نبوی میں انتہا کر دی اور اس طرح اس نے ایک زور دار تقریر اور مخالفت اسلام کے بعد یہ اعلان بھی کر دیا تھا کہ اب اس نئی صورت حال کے تحت "جو شخص محمد صلی اللہ علیہ و سلم کا سر کاٹ کر لائے گا' اسے میں اپنے پاس سے ایک ہزار اوقیہ چاندی اور سو اونٹ انعام میں دوں گا"۔

ابو جہل کی جہالت کی بلندی پر یہ ایک بہت بڑا انعام تھا' کیونکہ اسی عہد میں عربوں میں چاندی اور اونٹ ہی سب سے بڑی دولت تھی۔ مکہ کے لوگ چاندی کی سلاخیں تو اس دور کے دوسرے ممالک کو بھی بھجواتے تھے۔ اس لئے ایک ہزار اوقیہ چاندی بہ اعتبار وزن ایک ہزار اونس کے تھی' اور پھر اس پر مستزاد ایک سو اونٹ بھی اسی انعام کا حصہ تھا۔ بدیں وجہ اس انعام میں بہت زیادہ کشش تھی۔ یہ انعام مقداری اور معیاری ہر دو اعتبار سے چکاچوند کر دینے

Marfat.com

والا تھا۔ بہرصورت اس انعام پر کئی افراد للچا اٹھے تھے۔ لیکن یہ ''معرکہ'' سرانجام دینا ہر ایک کے بس کا روگ نہیں تھا۔ اس حوالے سے ابوجہل کے اس اعلان نے بے شمار عرب نوجوانوں کو اپنی کشش میں لے لیا تھا' اور اس کشش کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ کفار قریش اس لئے بھی خوش تھے کہ ان کے بتوں کو برا کہنے والے کا خاتمہ ہو جائے گا' اور انہیں ایک صابئ دین سے بھی نجات مل جائے گی۔ ان دنوں مسلمانوں کو کفار عموماً صابئ کہا کرتے تھے۔

لیکن برخلاف اس کے رفتہ رفتہ ایک ایک کر کے مشرف بہ اسلام ہونے والوں کی تعداد میں بدستور اضافہ ہو رہا تھا۔ یہی نہیں بلکہ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان کے کئی افراد دین اسلام کو قبول کرنے لگے تھے۔ زید بن عمرو کے بیٹے سعیدؓ نے کچھ ہی عرصہ پیشتر دعوت حق کو مان کر واحدانیت کی لذت کا مزہ چکھ لیا تھا۔ اور انہی سعید کی شادی عمر بن الخطابؓ کی بہن فاطمہؓ سے ہوئی تھی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ فاطمہؓ بنت خطاب بھی مسلمان ہو چکی تھیں۔ اور اسی خاندان میں ایک اور معزز شخص نعیم بن عبداللہؓ نے بھی اسلام کو قبول کر لیا تھا۔

عمر بن خطابؓ کے خاندان میں گویا اب اسلام کا نفوذ ہو چکا تھا۔ لیکن اس کے باوجود حضرت عمر بن الخطابؓ ابھی لاعلمی کے اندھیروں ہی میں غلطاں تھے۔ یہی نہیں بلکہ انہیں تو اپنی جوانی اور طاقت کا بڑا زعم تھا۔ اس زعم پر کئی قبائل اور ان کا اپنا قبیلہ اور متعدد قریش فخر کرتے تھے۔ اس سے پیشتر بھی عمر بن الخطابؓ طاقت اور قوت کے کاموں اور معرکوں میں ناموری حاصل کر چکے تھے۔ کئی کشتیاں وہ جیت چکے تھے۔ عکاظ کے میلے میں انہیں کئی بار فاتح ہونے کا اعزاز حاصل ہو چکا تھا۔ اور قوت کو بروئے کار لاتے رہتے تھے۔

عمر بن خطابؓ کا جوش۔ اس پس منظر میں اب بھی کئی لوگوں کی نظریں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی پر لگی تھیں۔ بہرحال ابوجہل کے اس اعلان پر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سر کاٹ کر لانے والے کو ایک ہزار اوقیہ چاندی اور ایک سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔ عمر بن خطابؓ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ابوجہل کا یہ اعلان ہی بڑا غیرت افزا تھا' اور اس اعلان میں انعام کی بھی بڑی کشش تھی۔ اس لئے یہ اعلان سن کر الخطاب کے فرزند عمرؓ' اس کام کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ اس کے بعد عمر بن الخطابؓ نے بھرے مجمعے میں یہ کہا کہ ''اے ابوجہل ! تم ہرگز گھبراؤ نہیں' میں ابھی محمدؐ کا سارا قصہ ہی پاک کئے دیتا ہوں''۔ بیان کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مجمع سے روانہ ہو کر گھر پہنچا اور اپنی برہنہ شمشیر نکالی اور چل پڑا۔ پھر وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس

Marfat.com

کے بعد کے واقعات بڑے ہی دلکش اور فیصلہ کن ہیں۔ ان حالات و واقعات کے بارے میں کئی تاریخی روایات اور ہم عصر تفصیلات ہیں' بعض روایات اور تفصیلات میں بڑا جذباتی انداز و اسلوب بھی ہے' لیکن ذیل میں ہم عمر بن خطابؓ کے قبول اسلام کے حوالے سے ایک راوی بزار کی روایت نقل کرتے ہیں۔ اس میں یہ سارا واقعہ حضرت عمر بن خطابؓ کی اپنی زبانی بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ۔

"میں حضور صلی اللہ علیہ و سلم کے حق میں (قبل از اسلام) سب سے زیادہ سب سے زیادہ سخت انسان تھا کہ ایک دن میں مکے کے ایک راستے میں تھا کہ ایک قریشی (جس کا نام نعیم بن عبداللہؓ تھا) نے مجھے دیکھا اور پوچھا۔ کدھر جا رہے ہو ابن خطاب! میں نے جواب دیا ۔ اس شخص (حضور اکرم صلی اللہ علیہ و سلم) کے قتل کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اس نے کہا: تم یہ کہہ رہے ہو اور خود تمہاری بہن اسی کے راستے پر لگ گئی ہے"۔

اس کے بعد ایک نئی کیفیت اور صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔ اب تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غصہ اور جذبات اور بھی مشتعل ہو چکے تھے۔ کہ ان کے اپنے گھر کی خادمہ لبینہ کے بعد اب ان کی بہن فاطمہؓ نے بھی دین اسلام کو قبول کر لیا تھا۔ اسلام قبول کر لینے پر عمر بن خطابؓ نے لبینہؓ خادمہ کو بھی بہت زد و کوب کرتے اور مارتے رہتے تھے' لیکن وہ دین اسلام سے سرمو بھی انحراف نہیں کرتی تھی۔ اسی پس منظر میں عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ و سلم کا خاتمہ کرنے سے پہلے وہ اپنے گھر کی خبر لے لیں۔ لہٰذا وہ وہاں سے فوراً پلٹے اور کہتے ہیں کہ۔

"میں غصے میں بھرا ہوا وہاں سے لوٹا اور بہن کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضور صلی اللہ علیہ و سلم کا معمول یہ تھا کہ جب کوئی بے مایہ شخص اسلام لاتا تو ایک یا دو آدمی کو کسی کے سپرد فرما دیتے جو اس نو مسلم کی ضروریات زندگی کی کفالت کرتا۔ ایسے دو نو مسلموں کو میرے بہنوئی (سعید بن زیدؓ) کے سپرد بھی فرمایا دیا تھا۔ خیر جب میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے آواز آئی: کون ہے؟ میں نے کہا: عمرؓ۔ اس وقت ان کے ہاتھوں میں ایک صحیفہ تھا جو وہ پڑھ رہے تھے۔ میری آواز سنی تو اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک جگہ چھپ گئے۔ (ان میں حضرت خباب بھی تھے) اور کتاب وہیں چھوڑ دی"۔

قبول اسلام۔ عمر بن خطابؓ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی بہن

Marfat.com

کے گھر کے دروازے پر دروازہ کھلنے کے انتظار تک یہ بخوبی محسوس کر لیا تھا کہ گھر کے اندر چند افراد کچھ پڑھ رہے ہیں بلکہ انہوں نے تو ان لوگوں کی آواز اور ان میں پھیلتی ہوئی اب دہشت کو بھی بخوبی محسوس کر لیا تھا' اور پھر انہوں نے یہ بھی جان لیا تھا کہ وہ لوگ جو کچھ پڑھ رہے تھے' اب اسے چھپا دیا گیا ہے۔ اسی اثناء میں عمرؓ کی بہن فاطمہؓ زوجہ سعید بن زیدؓ نے گھر کا دروازہ کھول دیا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ۔

"جب میری بہن نے دروازہ کھولا تو میں نے کہا: اپنی جان کی دشمن! تو صابئ ہو گئی ہے (اس وقت مسلمانوں کو کفار عموماً صابئ ہی کہا کرتے تھے) یہ کہہ کر میں اس کے سر پر مارنے لگا۔ وہ رو رو کر کہنے لگی: ابن خطاب! تم جو کچھ کر سکتے ہو کر لو۔ میں تو اسلام قبول کر چکی ہوں"۔

بعض روایات میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بہنوئی سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اسی وقت مارنا پیٹنا شروع کر دیا تھا' عمر کی بہن فاطمہؓ اپنے مجازی خدا کو بچانے کی کوشش میں لگی رہی' لیکن عمرؓ نے ان دونوں کو خوب مارا حتیٰ کہ وہ دونوں بے چارے لہولہان ہو گئے۔ بہن فاطمہؓ کے بدن سے تو خون بہنے لگا تھا۔ حضرت عمرؓ خود بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد:

"میں وہاں سے ہٹ کر تخت پر بیٹھ گیا اور صحیفے پر نظر پڑی میں نے پوچھا یہ صحیفہ کیسا ہے؟ بہن نے کہا: اسے رہنے دو۔ تم نہ غسل جنابت کرتے ہو نہ طاہر رہتے ہو۔ اسے صرف پاکیزہ لوگ ہی چھوا کرتے ہیں۔ میں اصرار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے مجھے وہ صحیفہ دے دیا۔ اس میں لکھا تھا۔ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"۔ میں نے جب الرحمٰن الرحیم پڑھا تو مجھے معاً" وہ لفظ یاد آگیا جس سے یہ دونوں لفظ مشتق ہیں۔ (یعنی لفظ رحیم' جس میں رحم مادر اس کی رحمت اور صلہ رحمی سب ہی کے تصور موجود ہیں)۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ۔

"پھر میں متوجہ ہوا تو پڑھنے لگا۔ **"سبح للہ مافی السموات و الارض و ھو العزیز الحکیم"** پڑھتے پڑھتے میں اس آیت پر پہنچا۔ **"امنو باللہ و رسولہ و انفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ"** پس میں بے اختیار کہہ اٹھا۔ **"اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ"** یہ سن کر چھپے ہوئے آدمی باہر نکل آئے اور خوشی کے مارے تکبیر بلند کرنے لگے۔ اور کہا: اے ابن خطاب! مبارک

Marfat.com

ہو۔ اس دو شنبے کو حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے دعا فرمائی تھی کہ : اے اللہ، عمر بن خطابؓ اور عمر بن ہشام (یعنی ابو جہل) میں سے جو تجھے زیادہ پیارا ہو اس کے ذریعے سے دین کو تقویت پہنچا۔ ہم سبھوں کو یہی توقع تھی کہ اس دعائے نبوی کی قبولیت تمہارے ہی حصے میں آئے گی۔ میں نے کہا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس لے چلو، حضور کہاں تشریف فرما ہیں۔ جب ان لوگوں کو یقین ہو گیا کہ میں سچے دل سے ایمان لا چکا ہوں تو مجھے حضور کی خدمت میں لے کر روانہ ہوئے۔

بتایا جاتا ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں حضرت خبابؓ لے کر گئے تھے، اور محترمہ فاطمہؓ بنت خطاب بھی انہی سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم ارقم بن ابی ارقمؓ کے گھر پر موجود تھے، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے اس عہد میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم عمداً لوگوں کے گھروں ہی کو تبلیغ کے مرکز بنایا کرتے تھے، اور پھر ارقم بن ابی ارقمؓ کا گھر بھی ایک تبلیغی مرکز بنا ہوا تھا۔ اس کے بعد کی صورت حال کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں کہ:

> "جب میں وہاں پہنچا تو دروازہ کھٹکھٹایا، اندر سے کسی نے پوچھا: کون ہے؟ میں نے جواب دیا: عمر۔ ان لوگوں کو علم تھا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ و سلم کے حق میں بہت سخت ہوں، لیکن ابھی تک انہیں میرے اسلام لانے کا حال معلوم نہ تھا۔ اس لئے کسی نے دروازہ کھولنے کی جرات نہ کی۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: کھول دو دروازہ اگر اللہ اس (عمرؓ) کی بھلائی چاہے گا تو اسے ہدایت دے گا"۔

بعض روایات میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت حمزہؓ جو ابھی صرف تین دن پہلے ایمان لا چکے تھے، وہ بھی اس تبلیغی مجلس میں موجود تھے، اور انہوں نے بڑی بہادری اور جرات کے ساتھ کہا تھا کہ "دروازہ کھول دو۔ اگر عمرؓ برے ارادے سے آیا ہے تو اسی کی تلوار ہو گی اور اسی کی گردن"۔ اس کے بعد حضرت عمر فرماتے ہیں کہ۔

> "غرض دروازہ کھلا اور دو آدمیوں نے میرے دونوں بازوؤں کو پکڑ لیا اور میں حضور صلی اللہ علیہ و سلم کے قریب آگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو۔ پھر میں حضور صلی اللہ علیہ و سلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے میرے گریبان کو پکڑ کر فرمایا: ابن خطاب! اسلام لے آؤ۔ (پھر دعائیہ

Marfat.com

انداز سے فرمایا) "اے اللہ انہیں ہدایت دے" میں بے ساختہ بول اٹھا کہ
"**اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد انک رسول اللہ**۔ پھر تو مسلمانوں نے وہ نعرہ
تکبیر بلند کیا کہ مکے کی گلیوں میں آواز گونجنے لگی"۔

اپنے قبول اسلام کے حوالے سے، اس سے پہلے مسلمانوں کی کیفیت اور اپنی صورت حال کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ:

"مسلمانوں کی تعداد اس وقت ستر ہو چکی تھی۔ اس وقت جب کوئی اسلام قبول کرتا اور لوگوں کو اس کا علم ہوتا تو لوگ اسے ٹھونکتے تھے۔ اور اگر اس کا بس چلتا تو وہ بھی (اپنے بچاؤ کے لئے) جواب دیتا"۔

اس پس منظر میں اور مسلمانوں کی اس صورت حال کے تناظر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں کہ:۔

"میں اسلام لانے کے بعد ایک شخص کے پاس آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا وہ باہر آیا تو میں نے کہا: تجھے معلوم ہے، میں صابئ ہو گیا ہوں ---- وہ یہ کہتا ہوا گھر میں گھس گیا کہ "ایسا نہ کرنا" اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ میں دوسرے کے پاس گیا اور وہاں بھی بالکل اسی طرح کا سوال و جواب ہوا اور اس نے بھی دروازہ بند کر لیا۔ میں نے کہا۔ یہ تو کوئی لطف کی بات نہ ہوئی۔ آخر ایک شخص نے مجھ سے کہا: کیا تم چاہتے ہو کہ لوگوں کو تمہارے اسلام لانے کا علم ہو جائے؟ میں نے کہا: ہاں۔ اس نے بتایا کہ: جب لوگ حجر کعبہ کے پاس جمع ہوں تو تم فلاں آدمی سے یوں کہو کہ "دیکھو یہ بات میرے تمہارے درمیان ہی رہے، میں صابئ ہو گیا ہوں۔ سمجھ گئے؟"۔ وہ آدمی کسی بات کو راز میں رکھنے کا عادی نہیں"۔

یہ امر واقعہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہو کر اسلام کو قبول کر لینے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ شدید خواہش اور آرزو تھی کہ ان کی یہ خبر جلد ہی اقصائے عالم میں پھیل جائے۔ لہٰذا انہوں نے پہلے تو خود اپنے ہی منہ سے چند ایک افراد کو اپنے ایمان لانے سے باخبر کیا، لیکن پھر کسی کے مشورے سے ایک ایسے آدمی کو یہ خبر بڑے ہی رازدارانہ انداز میں سنا دی، کہ جو راز کو افشا کرنے میں کسی تامل سے کام نہیں لیتا تھا۔ حضرت عمرؓ خود ہی بتاتے ہیں۔ میرے مسلمان ہونے کا جب اس شخص نے سنا تو:۔

"وہ شخص کھڑا ہو کر بڑے زور سے چلایا کہ: ارے سنتے ہو لوگو! عمر بھی صابئ ہو گیا ہے۔ یہ سن کر سب کے سب مجھ پر جھپٹ پڑے۔ دیر تک وہ سب مجھے ٹھونکتے

Marfat.com

رہے' اور میں ان کی مرمت کرتا رہا- یہاں تک کہ میرا ماموں بھی آگیا اور اسے بتایا گیا کہ عمرؓ بھی صابئ ہو گیا ہے- بس اس نے حجر میں کھڑے ہو کر آواز دی کہ: ہاں ! خبردار ! میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دے دی ہے- یہ سن کر لوگ پیچھے ہٹ گئے- مگر میں یہ پسند نہیں کرتا تھا کہ کوئی دوسرا مسلمان پٹتا رہے اور میں اس کا تماشا دیکھتا رہوں"-

لیکن بعض روایات میں قدرے مختلف بیانات ملتے ہیں- بلکہ بعض تاریخی حوالوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام قبول کر لینے کے بعد فرط جذبات میں بہت جوشیلے بھی دکھایا گیا ہے- لیکن بزار کی روایت کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حوالے سے خود بیان کرتے ہیں کہ:-

"میں نے سوچا کہ یہ کوئی لطف کی بات نہیں کہ مسلمان پٹتے رہیں اور میں نہ پٹوں- لہٰذا جب لوگ حجر میں اکٹھا ہوئے تو میں نے اپنے ماموں کے پاس آکر کہا کہ: تیری پناہ تجھ ہی کو مبارک ہو- میں اسے قبول نہیں کرتا- اس نے کہا: ارے ایسا نہ کرو- مگر میں نے اس کی بات مانی ہی نہیں- اس کے بعد یہ ہوا کہ میں برابر پٹتا بھی رہا اور پیٹتا بھی رہا- یہاں تک کہ اللہ نے اسلام کو غالب کر دیا"-

ایک نئے عہد کا آغاز- حضرت عمر فاروقؓ کا اسلام لانے سے پہلے مکہ میں جو حیثیت اور مقام تھا' وہ اپنی جگہ پر کئی حوالوں سے امتیازی تھا' اس میں ان کی بہادری اور دلیری کا بھی بڑا دخل تھا- وہ بھی دوسرے قوی اور طاقت ور دشمنوں کی طرح مسلمانوں کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے رہتے تھے- اسی پس منظر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے چند دن ہی پیشتر اللہ سے دعا مانگی تھی کہ عمر بن خطابؓ یا ابوجہل میں سے کسی ایک کو مشرف بہ اسلام کر دے- لہٰذا اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی دعا کو قبولیت بخشی اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہو گئے- بہر صورت اب قافلہ اسلام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ایک شان خاص سے دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے- لیکن اب تبدیلی صرف یہ آئی تھی کہ نبوت کی شان جمال کو ایک مظہر بھی مل گیا تھا- گویا اس طرح اسلام ایک جلیل القدر اور پر جوش صاحب ایمان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اپنے جلو میں لے چکا تھا-

اس وقت مسلمانوں کی تبلیغ کا جو انداز اور جو طریقہ کار تھا' اس میں ابھی نرمی اور

Marfat.com

پوشیدگی کا پہلو غالب تھا۔ مسلمان اپنے خفیہ مراکز' گھاٹیوں اور محفوظ گھروں میں چھپ چھپ کر عبادت الٰہی کرتے تھے اور تبلیغی مجالس کا خفیہ ہی اہتمام ہوتا تھا۔ مسلمانوں نے ابھی کعبہ کو اپنی سجدہ گاہ نہیں بنایا تھا "لیکن آج اس ذات گرامی کے قبول اسلام کے بعد مسلمانوں کا یہ مختصر گروہ پہلی بار جوش و خروش اور جرات و ہمت کے ساتھ علانیہ کعبے میں داخل ہوا اور ڈنکے کی چوٹ نماز با جماعت ادا کی۔ یہ وہی کعبہ ہے کہ جہاں چند دنوں پہلے عین حالت سجدہ میں ابوجہل نے حضور صلی اللہ علیہ و سلم پر اونٹ کا اوجھ ڈلوایا تھا۔ مگر عمر کے دبدبے کے سامنے دم بخود کھڑا ایک ایک مسلمان کو وہیں نماز ادا کرتے سن رہا ہے' اور اس کی کچھ پیش نہیں جاتی" ---- بہر صورت یوں کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبول اسلام کے بعد "جماعت مومنین کے ایک نئے دور کا آغاز ہو گیا"۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس دین کی پر جوش خدمت کرنے لگے۔

اہل کفر کی نئی تحریک۔ حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کر لینے کے بعد ادھر اہل کفر میں بھی ایک نئی تحریک کی لہر دوڑ گئی تھی۔ لہٰذا مکی اور قریشی اہل کفر نے اب ایک اور کافرانہ سیاسی چال چل دی' اور انہوں نے بنی ہاشم کو ہر طرح کے سماجی' سیاسی اور معاشرتی مقاطعے کا شکار بنایا۔ اس طرح "غیر ہاشمی کفار قریش نے ایک حلف نامے کے تحت تمام بنی ہاشم سے سلام' کلام' خرید' فروخت' اعانت' امداد' مناکحت' رشتے داری' غرض ہر چھوٹے بڑے معاملے میں کامل ترک تعلق کر لیا"۔ اس حلف نامے کا ابولہب پر اطلاق نہیں ہوتا تھا۔ مکی اور قریشی اہل کفر کی جانب سے یہ ایک بہت بڑا اور خطرناک حلف نامہ تھا' اس حلف نامے پر تمام ذمے دار اشخاص نے ایک طرح سے اسلام کے خلاف دستخط کر دیئے تھے۔ اس طرح ایک مقاطعے کو ایک عارضی مصیبت کے طور پر قبول کرتے ہوئے بنی ہاشم اپنا سامان خورد و نوش لے کر پہاڑ کی ایک تنگ سی گھاٹی میں محصور ہو گئے۔ اس طرح یہ مقاطعہ اور محصوری تین سال تک جاری رہی۔ لیکن اس دوران میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم اور آپ کے ساتھیوں اور قبیلہ ہاشم کے اعلیٰ کردار' صداقت و استقامت اور حق پرستی اور صبر و تحمل کے باعث کفار کا حلف نامہ خود ہی اپنی موت مر چکا تھا۔ یوں مقاطعہ ختم ہوا اور متعدد مخالفتوں کے باوجود تمام بنی ہاشم گھاٹی کے حصار سے باہر آ گئے' اور یوں ایک بار پھر قبائل کے باہمی روابط اور تعلقات قائم ہو گئے۔

مکی اور قریشی اہل کفر نے بنی ہاشم کی محصوری اور مقاطعہ میں صرف مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ بنی ہاشم کے غیر مسلموں کو بھی اس کا شکار بنائے رکھا تھا' اس طرح جب بنی ہاشم کے دیگر

Marfat.com

قبائل سے دوبارہ تعلقات قائم ہوئے تو گویا اب ان کا رنگ ہی مختلف تھا کیونکہ مسلمان اور اللہ کے رسولؐ کے ساتھی تو صبر و استقامت کے پیکر بن چکے تھے۔ اس وقت تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم پر نزول نبوت کو بھی دس سال کا عرصہ بیت گیا تھا۔ پھر اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد آپؐ کے چچا ابو طالب اور آپؐ کی اہلیہ خدیجتہ الکبریٰؓ بھی وفات پا گئیں۔ وفات کے وقت حضرت خدیجتہ الکبریٰؓ کی عمر پینسٹھ سال تھی۔ ان پے بہ پے دو صدموں کے باوجود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو متاثر نہ ہونے دیا۔ لیکن اب تک کفار کی ایذا رسانیوں میں شدت ہی آئی تھی۔ پھر اسی اثناء میں مسلمانوں کا ایک قافلہ حبشہ سے واپس مکہ آگیا تھا۔ اس کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے طائف کا رخ کیا۔ طائف میں آپؐ نے دس دن قیام فرمایا۔ لیکن طائف کے قبائلی سرداروں نے اللہ کے پیغام کو سننے پر توجہ ہی نہ دی بلکہ اس مختصر سے قیام کے دوران میں بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کے لئے کئی مشکلیں پیدا کر دی تھیں۔ وہاں سے واپسی پر راستے میں ایک نصرانی عداس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

عہد ادبار اور حضرت عمرؓ۔ طائف کے اس ابتدائی سفر نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کو ایک حد تک مایوس کیا تھا' یہاں پر لوگوں نے انکار حق ہی نہ کیا بلکہ اپنی جفاکاریوں اور ایذاؤں کی انتہا کر دی تھی۔ یہاں تک بھی کہا جاتا ہے کہ اہل طائف نے تو ایذا رسانیوں میں مکہ کے کفار کو بھی پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ اس بستی میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم جہاں بھی تبلیغ اسلام کے لئے کھڑے ہوتے کفار طائف آپؐ کو گالیاں دینے لگتے اور ساتھ ہی ساتھ آپؐ پر پتھر بھی برسانا شروع کر دیتے۔ بہرصورت تبلیغ اسلام کے یہ احوال اب کئی مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ پیدا کرنے لگے تھے۔

ایک وقت تھا کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اسلام لانے کا اعلان ہجوم کعبہ میں کیا تھا' تو اس وقت تمام لوگ ان کے درپے ہو گئے تھے اور مارنے لگے تھے تو انہیں اس حالت میں ان کے ماموں نے اپنی پناہ میں لے کر لوگوں کی مار پیٹ سے بچا لیا تھا۔ اس واقعہ کو ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بخوبی محسوس کر لیا تھا کہ مسلمانوں کو تو دشمنان اسلام ہر جگہ پر پیٹ رہے ہیں' اور حضرت عمرؓ خود اپنے ماموں کی پناہ میں ہونے کے باعث حفظ و امن میں ہیں۔ اس لئے اب انہوں نے اپنے ماموں سے یہ کہہ دیا تھا کہ اس حالت میں کہ جب دوسرے مسلمان پٹ رہے ہوں اور وہ امن میں ہو' مناسب نہیں ہے' اس لئے انہوں نے فوراً جا کر اعلان کر دیا تھا' اے ماموں:

Marfat.com

آپ کی پناہ آپ ہی کو مبارک ہو۔ مجھے اب آپ کی پناہ کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد بقول حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی عرصہ تک اسلام کے دشمنوں سے پٹتے رہے، لیکن پھر رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ انہیں اور اسلام کو غالب کرنے لگا۔

Marfat.com

باب۔ ۴

خدمت نبویؐ سے آغاز خلافت تک

حضرت عمر بن خطابؓ نے دعوت حق کو قبول کر لینے کے بعد اپنی بقیہ زندگی خدمت اسلام اور تابعداری نبویؐ کے لئے وقف کر دی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے چند سال بعد تک مسلمانوں پر عہد آلام و ادبار جاری رہا تھا۔ لیکن اس دور پر آشوب میں بھی ہر مسلمان پوری استقامت کے ساتھ دین اسلام پر قائم رہا تھا۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم مصائب' مشکلات اور ناکامیوں کے باوجود بھی منصب رشد و ہدایت پر فائز رہے اور تبلیغ اور وعظ و نصیحت میں بدستور مصروف رہے اور یہی منشا ایزدی بھی تھا کہ آپ ہر حال میں لوگوں تک پیغام حق پہنچاتے رہیں۔

شعب بنی ہاشم کی محصوری اور مقاطعے کے اختتام کے باوجود بھی کفار مکہ نے اپنی جفاؤں کا سلسلہ منقطع نہیں کیا تھا۔ بلکہ اب تو اہل قریش اور کفار مکہ کی کارروائیوں میں اور بھی شدت آگئی تھی۔ اس لئے ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے جاں نثار ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حبشہ کی جانب ہجرت کر جانے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چند ایک رعایتیں دے کر ہجرت حبشہ سے روک لیا تھا۔ گویا اس طرح اب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ایک خاص وضع کی مشروط پناہ میں تھے۔ لیکن ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ابن الدغنہ کی پناہ سے علیحدگی اور آزادی حاصل کر لی تھی۔

بہرصورت طائف کے تلخ تجربات کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی تبلیغ میں دو چند اضافہ ہو گیا تھا۔ "اب تو آپؐ ایک ایک گھر میں جا کر پیغام حق پہنچانے لگے تھے۔ ہر میلے میں ہر' مجمعے میں' ہر بازار میں' ہر گلی کوچے اور ہر قبیلے میں بے خوف و خطر گھس کر حق کی آواز سناتے تھے"۔ لیکن دشمنان دین بھی آپؐ کے ساتھ ساتھ ہی رہتے تھے وہ اپنی منفی کارروائیوں میں مصروف رہتے۔ اب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے کعبہ کی مرکزی

Marfat.com

حیثیت سے حج اور زیارت کے دنوں میں بھی وہاں آنے والے لوگوں کو دعوت اسلام کی جانب متوجہ کرنا اپنا معمول بنا لیا تھا۔ اس طرح عقبہ کے مقام پر یثرب کے ایک مختصر سے قافلہ نے دعوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم پر اسلام کو قبول کر لیا تھا۔ یہ چند لوگ جب اسلام کو سینے سے لگا کر یثرب پہنچے تو انہوں نے گھر گھر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے پیغام کا چرچا کر دیا تھا۔ اس کے بعد بارہویں سال نبویؐ میں حج کے موقع پر یثرب کا ایک اور وفد مکہ میں آیا اور اس نے بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی دعوت اسلام پر اسلام قبول کر لیا اور بیعت کر لی۔ تاریخ میں یثرب کے مسلمانوں کے اس اسلام لانے کو بیعت عقبہ اول کہتے ہیں۔ اس کے بعد دوسری بیعت عقبہ بھی ہوتی ہے۔ گویا اس طرح اب تک یثرب یعنی مدینہ کے کم و بیش بیس افراد دین اسلام کو قبول کر کے مسلمان ہو چکے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے ان بیعت کرنے والے لوگوں کو "انصار" کا نام دیا تھا۔ اس کے بعد تو انصار مدینہ نے پورے مدینہ میں دین اسلام اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کی دھوم مچا دی تھی۔

ہجرت نبویؐ۔ جب ایک مختصر مدت میں بیعت عقبیٰ کے حوالے سے متعدد انصار مدینہ اسلام کو قبول کر کے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کے غلام بن گئے اور اسلام کے جاں نثار پروانے بن گئے، تو مکہ میں ادبار و آلام میں گھرے ہوئے مسلمانوں کو مدینہ کی جانب سے امن و سکون اور عزت و موانست کی ہوائیں پہنچنے لگیں۔ اس ساری تازہ تبدیلی اور مسلمانوں کے رجحان یثرب کو کفار مکہ نے بھی بخوبی محسوس کر لیا تھا۔ لہٰذا کفار نے دین کے پروانوں کے ارادوں اور امن کی امنگوں کو کوئی اور ہی رنگ دے دیا تھا اور مکہ والوں میں یہ بد گمانی پھیلا دی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم اہل یثرب کو مکہ پر چڑھائی کے لئے تیار کر رہے ہیں۔ اس خود ساختہ اور سرا سر خود بافتہ مفروضہ سازش کی آڑ میں کفار مکہ نے مسلمانوں پر نت نئے مظالم توڑنے شروع کر دیئے تھے۔

اس پس منظر میں ہجرت حبشہ کے اب تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے مسلمانوں کو دارالامن مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کر دینے کی بھی اجازت دے دی تھی۔ یہاں تک بھی بتایا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے مسلمانوں کو کسی بھی جانب اور کسی بھی خفیہ یا علانیہ ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی تھی۔ دربار رسالت سے اس اجازت کے بعد مسلمانوں نے "ایک ایک دو دو کر کے خاموشی اور پوشیدگی کے ساتھ ہجرت" کرنا شروع کر دی تھی۔ اس طرح پھر چھوٹے چھوٹے قافلے بھی مدینہ منورہ کی طرف جانے لگے تھے۔

بعض روایات میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ ہجرت نبویؐ سے پہلے اللہ کے رسول

Marfat.com

صلی اللہ علیہ و سلم کو پاک ذات نے معراج انسانیت کی فضیلت سے سرفراز فرمایا اور شب اسریٰ دین و دنیا کی بے پناہ دولتوں سے نواز دیا۔ اس شب نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے سیر ملکوت سے فیض یاب کیا۔ اور اس شب معراج میں اللہ جل شانہ نے اپنے بندے کو لا تعداد اپنی نشانیاں دکھائیں۔ اور وہ نشانیاں کیا تھیں اس سلسلے میں "عاجز و درماندہ انسان کی زبان میں کچھ الفاظ ہیں؟ مگر نا تمام ہمارا فہم' ہمارا علم' ہمارا خیال' ہمارا قیاس غرض جو کچھ ہمارے پاس ہے۔ اس کا دائرہ ہمارے محسوسات اور ہمارے تعقلات سے آگے نہیں بڑھ سکتا"۔

معراج مبارک کا یہ واقعہ یا سیر سموات محض کوئی اتفاقی یا ہنگامی واقعہ نہیں تھا' بلکہ یہ ایک با مقصد اور عین منشائے حق کے مطابق تھا۔ اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کو اپنی نشانیوں کا بھرپور مشاہدہ کرایا۔ گویا ایک جانب تو پروردگار اپنے بندے کو عروج انسانیت سے متصف کر رہا تھا۔ لیکن دوسری جانب اب تک مکہ کا گورنر ابوسفیان جو خود ہی اس دور کی فوج کا سربراہ بھی تھا' یہ اعلان کر چکا تھا کہ "محمدؐ کا وجود اہل مکہ کے لئے باعث نفاق و انتشار ہے' اس لئے اس کا خاتمہ کر دیا جائے"۔ گویا ابوسفیان اور ابوجہل کی دشمنی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ اسی طرح ابولہب بھی ان دونوں کا ہم نوا تھا۔

اسی اثناء میں مکہ سے کفار کے ستائے ہوئے مسلمانوں نے رفتہ رفتہ مدینہ کی جانب جانا جاری رکھا تھا۔ اور یہی نہیں بلکہ حضرت مصعب بن عمیرؓ جو باقاعدہ آغاز ہجرت سے بھی پہلے مدینہ منورہ میں چلے گئے تھے' اور ایک طرح سے سفیر کے طور پر وہاں کام کر رہے تھے' انہوں نے بھی یثرب یعنی مدینہ کے لوگوں کو یہ نوید سنا دی تھی کہ جونہی حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ و سلم نے مناسب سمجھا' آپؐ بھی مدینہ منورہ تشریف لے آئیں گے۔

حضرت عمرؓ کی ہجرت۔ اب جب کہ مکہ میں موجود مسلمانوں اور آنحضرتؐ کے عزیز و اقارب نے مدینہ کی جانب سکون و امن کی لہر محسوس کی تو وہ لوگ رفتہ رفتہ اور ایک حد تک بڑی خاموشی کے ساتھ مکہ سے مدینہ المنورہ کی طرف روانہ ہو رہے تھے ---- لیکن سیدنا حضرت عمرؓ کی ہجرت دوسرے لوگوں کی ہجرت کے مقابلے زیادہ دلچسپ اور زیادہ برملا اور علانیہ تھی"۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابھی زیادہ مسلمانوں نے ہجرت نہیں کی تھی۔ کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی مقصد کے لئے اپنے گھر سے نکلے۔ سیدھے حرم شریف میں پہنچے' اور ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو گئے اپنا تیر کمان مجمع کو دکھا کر للکارتے ہوئے فرمایا: سن لو! میں ہجرت کر رہا ہوں اور یہ بھی سن لو کہ میں مکہ سے یثرب کی طرف جا رہا ہوں "یہ نہ سمجھنا کہ

Marfat.com

میں ڈر سے بھاگا جا رہا ہوں"۔ میں یہ ہجرت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کی اجازت اور اسلام کے لئے کر رہا ہوں۔ اس لئے "جس کی خواہش ہو کہ اس کی ماں اس کی لاش پر روئے وہ مجھے حرم سے باہر روک کر تماشا دیکھ لے"۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدرے توقف اور صبر و تحمل کے ساتھ کعبہ سے نکلے اور پھر "اپنے خاندان اور قبیلے کے بیس افراد کو لے کر روانہ ہو گئے۔ اور قباء میں رفاعہ بن عبد المنذر کے پاس ٹھہر کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کا انتظار کرنے لگے"۔

حضرت عمر بن خطابؓ کی یہ ہجرت علانیہ اور کھلے بندوں تھی۔ لیکن انہیں نہ کوئی روک سکتا تھا اور نہ کسی میں یہ ہمت ہی تھی انہیں روکنے کی کوشش بھی کرتا۔ عام مسلمانوں کی علامتی طور پر جمالی ہجرت تھی لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہجرت کو اسی علامتی پس منظر میں جلالی ہجرت کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اور ان کا برملا' بر سر مجمع اپنی ہجرت اور نصب العین اور منزل مقصود کا واضح اور کھلم کھلا اعلان کر دینا بھی' ان کی استقامت دینی اور طاقت اسلامی کا ایک نیا مظہر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مکہ سے نکل کر قباء میں عارضی طور پر چند دن کے لئے رک گئے تھے تاکہ ایک تو وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی آمد کا انتظار کر لیں اور دوسرے اگر کفار مکہ ان کا تعاقب کرنا چاہیں تو با آسانی تعاقب کر کے اپنے انجام تک پہنچ سکیں۔ لیکن کسی بھی دشمن دین میں یہ حوصلہ پیدا نہ ہو سکا کہ وہ کسی حوالے سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیچھا بھی کر سکتا۔

اس کے بعد مختصر عرصے ہی میں بیشتر مسلمان ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے تھے۔ صرف شمع رسالت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم اور آپؐ کے دو بڑے ہی معتمد ساتھی اور جاں نثار مونس سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہ گئے تھے۔ اس وقت تک کے حالات نے کفار مکہ کے تمام اندازوں اور قیافوں کو غلط ثابت کر دیا تھا۔ بلکہ اب تو انہیں یہ احساس بڑی شدت کے ساتھ ستانے لگا تھا کہ مسلمان تو اب حبشہ کے بجائے یثرب میں جا کر طاقت و قوت حاصل کر لیں۔ اس عہد کے مسلمانوں کے بڑے بڑے بہادر اکابرین بھی مدینہ منورہ جا چکے تھے۔ اور پھر وہاں پر مسلمانوں کو بڑے ہی ہمدرد اور جاں نثار ساتھی اور بھائی مل رہے تھے۔ جو ان مہاجرین کے لئے اپنا سب کچھ نچھاور کر رہے تھے۔

کفار کے نئے فیصلے۔ کفار مکہ اور کفار قریش میں اب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا جری' طاقت ور اور دبدبے والا انسان بھی کوئی موجود نہیں رہا تھا۔ ان کے

Marfat.com

اپنے بھی کئی جاں نثار ساتھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ایک اشارے پر اپنے مولد و موطن کو بخوشی خیرباد کہہ گئے تھے۔ اس صورت حال میں دارالندوہ مکہ کی مجلس شوریٰ کا ایک ہنگامی اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں قریش کے چودہ سرداروں نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ پھر مجلس شوریٰ مستقل اور عام ہنگامی اراکین نے مل کر کئی فیصلے کیے۔ ایک فیصلہ اور مشورہ یہ بھی تھا کہ "محمدؐ کو لوہے میں جکڑ کر ایک کمرے میں بند کروا دو اور باہر سے دیوار کو چن دو کہ وہ خود اپنی موت مرجائے"۔ پھر ایک سرکش اونٹ پر بٹھا کر جلا وطن کر دینے کی تجویز بھی تھی۔ پھر بالا آخر انہوں نے اپنے تیئں ایک قابل عمل لائحہ عمل یہ بنایا کہ "ہر قبیلے میں سے ایک ایک پھرتیلا بہادر اور طاقتور شخص شامل ہو۔ اور پھر یہ سب موقع پا کر محمدؐ پر ایک ساتھ تلوار سے حملہ کر کے اس کا خاتمہ کر دیں"۔ اس طرح محمدؐ کا خون کسی ایک فرد یا قبیلے کے سر نہیں آئے گا بلکہ "اس خون کے ذمے دار تمام قبائل ایک ساتھ شمار ہوں گے"۔

کفار کے ان تمام منصوبوں اور سازشوں کے باوجود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم اپنے مقصد اور تبلیغ و ہدایت میں لگے رہے۔ کفار کے منصوبوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کو مطلقاً ہراساں نہ کیا۔ کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے لئے دشمنوں کے یہ ارادے اور منصوبے کسی طرح کا اچنبھا نہیں تھے۔ اسی اثناء میں پروردگار نے اپنے رسول کو باطنی طور پر دشمن کی چالوں سے بخوبی آگاہ کر رکھا تھا ـــــ اس کے بعد حضور پاکؐ نے جب یہ محسوس کر لیا کہ مکہ سے قریباً" تمام مسلمان مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر کے جا چکے ہیں، تو وحی الٰہی کی روشنی میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ و سلم نے بھی مکہ مکرمہ کو خیرباد کہنے کا منصوبہ بنا لیا، بلکہ اپنے سب سے قریبی ساتھی اور غم خوار اور مونس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اپنے ساتھ لے جانے کی نوید سنا دی تھی۔ لیکن اسی دوران میں دشمنوں کے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کی رات بھی آن پہنچی تھی۔ اس لئے ایک رات اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو سلا کر اور حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم بھی کعبتہ اللہ پر حسرت بھری نگاہ ڈالتے ہوئے مکہ سے نکل کھڑے ہوئے۔ دشمنوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی اس ہجرت کی منصوبہ سازی کی بالکل خبر نہ ہوئی۔

صبح ہونے کے بعد جب سرداران مکہ اور دشمنوں کو معلوم ہوا کہ محمدؐ بھی بچ کر چلے گئے ہیں تو انہوں نے بھرپور تعاقب کیا۔ لیکن تائید ایزدی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی حکمت عملی کے باعث وہ آپؐ کو تلاش کرنے میں ناکام رہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کی حفاظت کے سامان خود فرماتا رہا۔ اس طرح اللہ کے نبی کے ۲۷ صفر سن ۱۲ نبویؐ کی شب (یعنی ـــــ ۱۲

Marfat.com

ستمبر ۶۲۲ء) کو ہجرت کا آغاز کیا تھا۔ اس کے بعد قریباً" بارہ دنوں میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یثرب سے تین میل دور قباء میں پہنچ گئے۔

مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمان پہلے قباء ہی میں قیام کرتے تھے۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم قبا میں پہنچے تو اس وقت قباء میں حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے ہمراہ آنے والے بیس ساتھیوں کے ساتھ موجود تھے۔ اور رفاعہ بن عبدالمنذر کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے ---- اور استقبال کے بعد اللہ کے رسولؐ قباء ہی کے ایک انصاری کے ہاں مہمان ہوئے۔ پھر اسی قباء میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک مسجد بھی تعمیر کی۔ پھر اس کے بعد یثرب یعنی مدینہ منورہ میں مساوات اور بھائی چارے کی وہ فضا پیدا ہوئی کہ جس کی کہیں اور مثال ملنا مشکل ہے۔ اس کے ساتھ ہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر یثرب جسے بعد میں مدینتہ النبیؐ کا نام بھی دیا گیا وہاں کے لئے روانہ ہو گئے۔ اس وقت مدینہ میں استقبال کرنے والوں کی کیفیت بیان سے باہر تھی۔ "شیفتگی' عقیدت' عظمت' محبت اور فدویت اور مخلصانہ پروانگی کا جو وجد آفرین نظارہ تھا' اسے چشم کائنات نے نہ کبھی پہلے دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد دیکھا"۔

مدینہ منورہ میں آکر آپؐ نے مہاجرین اور انصار کو بلا کر انصار سے فرمایا کہ "تم میں سے ہر ایک شخص ایک مہاجر کو لے لے اور اپنے بھائی کی طرح اس کی کفالت کا ذمہ دار ہو"۔ لہٰذا انصار نے اس تجویز کو بڑی خندہ پیشانی و مسرت کے ساتھ تسلیم کیا۔ اس کے بعد مہاجرین کو ان کے انصار بھائیوں نے اپنے حقیقی بھائیوں سے بھی زیادہ محبت و عزت کے ساتھ رکھا۔ یہاں پر ایثار و قربانی کی لازوال مثالیں قائم ہوئیں۔ ویسے بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے یہ مواخات قائم کرنے کے لئے کئی معاشرتی ضرورتوں کو بھی ملحوظ رکھا تھا' بلکہ انصار کے رتبے اور حیثیت کے مطابق مہاجرین کو ان کی مواخات میں دیا۔

حضرت عمرؓ کا اسلامی بھائی۔ انصار مدینہ سے بذریعہ مواخات مراعات اور تعاون حاصل کرنے کا یہ دور مسلمانوں کا ہنگامی اور وقتی دور تھا' اس لئے مدینہ منورہ میں بود و باش' رہن سہن اور کاروبار حیات کے لئے قریباً" قریباً" ہر مہاجر کو مواخات کا سہارا لینا پڑا۔ اس مواخات میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عتبان بن مالکؓ کا بھائی قرار دیا گیا تھا۔ لیکن اس مواخاتی تحفظات کے باوجود حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبا ہی میں قیام پذیر

Marfat.com

رہے۔ اس کے باوجود کہ علاقہ قباء مدینتہ النبیؐ سے قریبا" تین میل کے فاصلے پر تھا' لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن چھوڑ کر مدینہ منورہ میں حضور نبی اکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ اس ناغہ کے دن کا بھی انہوں نے اہتمام کر لیا تھا کہ اس دن ان کے برادر اسلام عتبان بن مالکؓ حضور پاک صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ گویا یہ حاضری بھی ایک طرح سے مساوات اور مواخات کا حصہ بن گئی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قبیلہ بنو سالم کے سردار یعنی عتبان بن مالکؓ اپنی درس نبوی میں حاضری کے دوران میں جو کچھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی زبانی سنتے' اسے گھر آکر حضرت عمرؓ کے گوش گزار بھی کر دیا کرتے تھے۔ اور یقیناً حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی عتبان بن مالکؓ کو ان کی غیر حاضری کے دن کے ارشادات نبویؐ بتا دیا کرتے تھے۔

قباء کے بعد مدینہ منورہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کی اونٹنی جس قطعہ زمین پر رکی تھی' حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے اسی جگہ پر ایک مسجد بنوا دی تھی۔ اسی مسجد میں ایک چبوترہ نما صفہ بھی بنا دیا گیا تھا۔ نمازوں کے بعد جو مسلمان اس صفہ میں بیٹھے یا جو مسلمان اکثر اس صفہ میں رہتے' انہیں اصحاب صفہ کہا جانے لگا تھا۔

اذان کے بارے میں حضرت عمرؓ کی تجویز۔ مسجد نبوی بننے کے بعد مسلمانوں کو فلاح اور صلواۃ کی جانب بلانے کے لئے کسی طرح کے اعلان کرنے کی جب ضرورت پیش آئی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کیا لیکن کوئی خاطر خواہ راہ سجھائی نہ دی کہ جس سے اسلامی شعائر بھی واضح ہوں اور مسلمانوں کے لئے ایک طرح کی منادی بھی ہو جائے۔ بیان کیا جاتا ہے' اس مقصد کے لئے "آخر خود حضور صلی اللہ علیہ و سلم اور بعض دیگر صحابہ مثلاً حضرت عبداللہ بن زیدؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ وغیرہ کو خواب میں اذان کی آواز سنائی دی' اور حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے اس خواب کو حقیقت کا جامہ پہنایا"۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو فلاح اور صلواۃ کی جانب بلانے کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تجویز پیش کی کہ "ایک آدمی اعلان کرنے کے لئے کیوں نہ مقرر کیا جائے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے اسی وقت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کا حکم دے دیا تھا۔ اس اذان کی خوبی اور صفت یہ بھی ہے کہ یہ صرف اقرار توحید و رسالت ہی نہیں بلکہ اس میں فلاح کی جانب بلاوہ بھی ہے۔ اور یہ ایک طرح کی کھلم کھلا تبلیغی دعوت بھی ہے۔

Marfat.com

یثرب میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کی آمد کے بعد ایک حد تک مسلمان امن میں رہنے لگے تھے اور وہاں پر قائم ہونے والی بھائی چارے کی مواخاتی فضا میں مسلمانوں نے اب تو تمام ارکان اسلام پورے کرنے شروع کر دیئے تھے' اور ایک طرح سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے مدینہ ایک نیا اسلامی نظام قائم کر دیا تھا۔ چند مہینوں کے بعد مدینہ کے مسلمانوں نے ایک متحدہ دفاعی اور تحفظاتی صورت حال پیدا کرنے کے لئے یہودیوں سے بھی ایک معاہدہ کر لیا تھا۔ گویا اس وقت یہ ایک طرح کا بین الاقوامی معاہدہ تھا جس میں سیاسی حکمت عملی اور اخلاقی اور سماجی اقدار کو بھی بجا طور پر ملحوظ خاطر رکھا گیا تھا' اور اس میں فریقین کو فراخدلانہ آزادی اور مراعات بھی دی گئی تھیں۔ لہٰذا دیگر امور کے ساتھ ساتھ فوری طور پر مدینے میں قتل و غارت اور باہمی قبائلی عداوتوں کا خاتمہ ہو گیا۔

ادھر مکہ میں کفار اور قریش نے جب یہ محسوس کیا کہ اب تو مسلمان یثرب میں امن اور سکون کی زندگی بسر کرنے کے ساتھ ساتھ فروغ دین اور ترویج اسلام کے مراحل بھی طے کر رہے ہیں تو اس صورت حال نے دشمنوں کو ایک بار پھر بھڑکا دیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ اب تو کفار مکہ نے یہ خدشہ بھی محسوس کرنا شروع کر دیا تھا کہ مدینہ کے مسلمان مکہ پر حملہ کر سکتے ہیں۔ اسی دوران میں مکہ کے کفار کی جانب سے دور ایک بار چھوٹے چھوٹے گروہوں نے مدینہ میں بطور حملہ آور آنے کی کوشش کی' لیکن مسلمانوں کی فوجی مدافعت سے وہ گروہ ناکام ہو گئے۔

اسلام میں مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت نبویؐ ایک تاریخ ساز اور اہم واقعہ تھا' اور اس کے بعد اسلام کو باقاعدہ طور پر قوت اور ترقی ملنے لگی تھی اس لئے تاریخ اسلام اور حیات نبویؐ میں اس واقعہ ہجرت کی اہمیت بے حد زیادہ اور ایک اہم سنگ میل کا درجہ رکھتا ہے۔

جنگ بدر میں حضرت عمرؓ۔ مسلمانوں کو ہجرت کیے ابھی ایک ہی سال گزرا تھا کہ مکہ کے کفار کو مدینہ کی جانب سے مسلمانوں کے حملوں کا خدشہ مجسم صورت میں ڈرانے لگا تھا۔ کہ عین اسی اثناء میں قریشی سردار ابوسفیان جو شام سے تجارت کا سامان لے کر مکہ واپس آ رہا تھا' اس نے اپنے خدشے کا جھوٹ موٹ یوں اظہار کر دیا کہ "مسلمان اس پر حملہ کرنا چاہتے ہیں"۔ ابوسفیان چونکہ خود ہی مکہ کی فوجوں کا سربراہ بھی تھا' اس لئے اس کے پیغام پر قریباً" ایک ہزار قریش مسلمانوں سے جنگ کے لئے مکہ سے چل کر مدینہ سے چھ میل دور بدر کے مقام پر پہنچ گئے تھے۔ اب تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کو بھی مدینہ کے تحفظ کے لئے خدا کی راہ میں نکلنا پڑا۔ لہٰذا آپؐ صرف تین سو تیرہ مسلمان مجاہدین کو ساتھ لے کر مقابلے میں آ گئے۔ دشمنان اسلام میں بڑے بڑے جنگجو سردار اور بہادر افراد بھی شامل تھے۔

Marfat.com

مسلمانوں کی جانب سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے قبیلے کے بارہ مزید افراد نے جنگ بدر میں شرکت کی۔ ان میں سے کئی لوگ شہید بھی ہو گئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ بدر میں بڑا فعال اور بہادرانہ کردار ادا کیا۔ اس معرکہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی۔ صرف چودہ مسلمانوں نے شہادت پائی لیکن کفار قریش میں سے ستر آدمی قتل ہوئے اور ستر ہی کے قریب قیدی ہوئے۔ اسلام کے ساتھ اس پہلی جنگ ہی میں قریش کے کئی سردار مثلاً ابو جہل' عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ وغیرہ بھی واصل جہنم ہوئے۔ مسلمانوں کی جانب سے اس غزوہ بدر میں حضرت حمزہؓ' حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ بن حارث نے بہادری اور شجاعت کے کارنامے دکھائے' حضرت زبیر بن عوام نے بھی بڑی جرات کا مظاہرہ کیا۔ بعد میں زخموں کی تاب نہ لا کر حضرت عبیدہ بن حارث شہید ہو گئے تھے جو چودہ مسلمان شہید ہوئے ان میں چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے۔ گویا اس غزوہ میں ہر مسلمان نے ایک دوسرے سے بڑھ کر جذبہ شہادت کا اظہار کیا۔

جنگ بدر میں ستر کفار مکہ کو قیدی بنا لیا گیا تھا۔ ان قیدیوں میں متعدد افراد قریش کے سرکردہ سردار افراد بھی تھے۔ لہٰذا اس جنگ میں کئی سرداران قریش کے قتل ہونے اور متعدد سرداروں کے قیدی بن جانے کے باعث ایک بار تو کفار مکہ اور ابوسفیان کے قبائلی جنگجو فوجیوں کا غرور خاک میں مل گیا تھا۔ ان قیدیوں میں چند ایک افراد حضرت علیؓ کے خاندان میں سے بھی تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان کے لوگ مکہ میں موجود تھے' انہوں نے جنگ بدر میں شرکت نہیں کی تھی' اس بارے میں شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ "قیاس کیا جا سکتا ہے کہ صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رعب و داب کا اثر تھا"۔

بہر صورت جنگ بدر کے اسیران کو جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے سامنے پیش کیا گیا تو قریش کے گرفتار شدہ سرداروں کو دیکھ کر آپؐ حیران رہ گئے۔ یہ سب اللہ تبارک و تعالیٰ کی مہربانی اور مسلمانوں کے جذبہ جہاد جوش ایمانی کا کرشمہ تھا۔ اس حوالے قرآن مجید میں بھی اشارہ ملتا ہے کہ "اور یہ بات محقق ہے کہ حق تعالیٰ نے تم کو بدر کے میدان میں منصور فرمایا۔ حالانکہ تم بے سرو سامان تھے۔ سو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ تم شکر گزار رہو"۔
(سورۃ آل عمران: آیت ۱۲۳)

حضرت عمرؓ کی اسیران کے بارے میں تجویز۔ جنگ بدر میں قید ہونے والوں میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے چچا عباس بن عبدالمطلب' حضور کے عمزاد بھائی عقیل بن ابی طالب اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے داماد ابوالعاص بھی شامل تھے۔

Marfat.com

نوفل بھی تھے اور جادو بیان خطیب قریش سہیل بن عمرو بھی تھے۔ جب ان قیدیوں کا معاملہ مشورے کے لئے سامنے آیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رائے دی کہ ان سب کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ دیگر عام صحابہ نے بھی اسی طرح کی رائے پیش کی۔ اس طرح بعض مسلمان معاشی ضرورتیں پوری کرنے اور اپنے ہی ملکی بھائی بندوں کے ساتھ کسی طرح کی شدید کارروائی کے خواہاں نہیں تھے۔

لیکن اس سلسلے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے قدرے مختلف تھی۔ ان کا خیال تھا کہ اسلام کے معاملے میں کسی طرح کی رو رعایت روا نہ رکھی جائے۔ اور رشتے داری یا قرابتی کشش کی بھی پرواہ نہ کی جائے۔ لہٰذا اس پس منظر میں انہوں نے رائے دی کہ "یہ سب کفر کے لیڈر ہیں' اس لئے ان کی گردنیں اڑا دی جائیں"۔

اس پر بھی نبی رحمت صلی اللہ علیہ و سلم نے توجہ فرمائی اور پھر لوگوں کے عام رجحان کے مطابق یہ فیصلہ فرمایا کہ بدر کے جنگی قیدیوں سے زرفدیہ لے کر رہا کر دیا جائے لیکن اس اعلان نبویؐ کے بعد جو چند ایک مسائل پیدا ہوئے' مثلاً بعض جنگی قیدی مالی طور پر کس مپرسی کا شکار تھے یا ان کے لواحقین کی مالی حالت بہتر نہیں تھی۔ ایسے جنگی قیدیوں سے یہ فدیہ مقرر کیا گیا کہ "وہ انصار کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں"۔ گویا حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ و سلم نے جنگی قیدیوں کے ساتھ سلوک میں اعلیٰ اقدار قائم کیں۔ کفار کے قیدیوں کا بیان ہے کہ "یہ مسلمان خود سوکھی کھجوروں پر گزارہ کر لیتے تھے اور ہمیں پکی ہوئی روٹیاں کھلاتے تھے۔ ہمیں ندامت ہوتی اور ہم انہیں روٹیاں واپس کرنا چاہتے تو وہ انکار کر دیتے"۔

خطیب قریش کا فیصلہ۔ سہیل بن عمرو قبیلہ قریش کا ایک خطیب تھا۔ اس کی شعلہ بیانی ضرب المثل تھی۔ "یہ اپنے زور خطابت سے قبائل میں آگ لگا دیتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ و سلم کے خلاف لوگوں کے جذبات کو بھڑکایا کرتے تھے"۔ اس شخص کو اس کے حسب حال سزا دینے اور اسے اس کی خطابت کاریوں پر سزا دینے کے لئے "حضرت عمرؓ نے رائے دی کہ سہیل کے سامنے کے دانت تڑوا دیئے جائیں تاکہ ان کی طاقت لسانی ختم ہو جائے"۔ لیکن نبی رحمت حضور پر نور صلی اللہ علیہ و سلم سہیل کے آنے والے دنوں کو دیکھ رہے تھے۔ لہٰذا حضور پاک صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ "نہیں ان کے دانت یوں ہی رہنے دو' شاید اللہ تعالیٰ آئندہ ان سے کوئی اچھا کام لے لے"۔

بہرصورت جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے فدیہ لے کر آزاد کرنے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے سب کو قتل کرنے کی

Marfat.com

تھی۔ لیکن ان آراء سے ہٹ کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے صلہ رحمی، اعلیٰ اقدار اور نرمی کا سلوک کیا اور ان دونوں آراء کی یوں وضاحت فرمائی کہ۔

"اے ابوبکرؓ! تمہاری مثال رحم و کرم میں ابراہیم علیہ السلام و مسیح علیہ السلام جیسی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اگر کوئی میری نافرمانی کرتا ہے تو، تو غفور و رحیم ہے۔ اور اے عمرؓ! تمہاری مثال نوح علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام جیسی ہے۔ نوح نے کہا تھا کہ اے خدا، ان نافرمانوں کو زمین پر زندہ نہ چھوڑ، اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا۔ اے ہمارے رب تو ان کے اموال کو بھی مٹا کر رکھ دے"۔

غزوہ احد میں حضرت عمرؓ کا کردار ۔ ہجرت نبی کے تیسرے سال ابو سفیان کی سرکردگی میں اب ایک بار مکہ کے کفار اور قریش نے مسلمانوں کے خلاف بھاری جمعیت جمع کر لی۔ اس کے ساتھ ساتھ اب تو انہوں نے پر جوش عورتوں اور شعلہ بیان رجز خوانوں کو بھی ساتھ رکھا۔ اس جنگی تیاری کے لئے ابوسفیان نے خود پچاس ہزار مثقال سونا اور ایک ہزار اونٹ یا ان کی مالیت پیش کر دی تھی۔ عورتوں نے اپنے زیورات اتار کر پیش کر دیئے تھے۔ اب کی بار کفار کی اسلام دشمنی پہلے سے بھی کہیں زیادہ واضح تھی۔ قریش نے اپنی متعدد معزز عورتوں کو اس لئے ساتھ رکھا تاکہ وہ اہل قریش کو پر جوش رکھ سکیں اور وہ ان کے ناموس کی خاطر بھی لڑتے رہیں۔

خلاصتہ "کفار مکہ کی فوج میں تین ہزار شترسوار، دو سو گھڑ سوار، سات سو زرہ پوش اور ایک ہزار کے قریب پیدل فوجی تھے۔ کفر کی یہ فوج حق سے ٹکرانے کے لئے ابوسفیان کی سرکردگی میں مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کو جب اس فوج کی آمد کی خبر ملی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے بھی لشکر اسلام کی صف بندی کی۔ آغاز میں ان کی تعداد ایک ہزار تھی لیکن عبداللہ بن ابی منافق اپنے تین سو آدمی لے کر الگ ہو گیا تھا، اس سے مسلمانوں کی فوج میں صرف سات سو مجاہد رہ گئے تھے۔ گویا مسلمانوں سے کفار کی تعداد سات گنا تھی۔ اس طرح کفر سے ٹکرانے کے لئے حق کے یہ جاں نثار مجاہد مدینہ سے چار میل کے فاصلے پر ایک مقام احد میں پہنچ گئے تھے۔ مسلمانوں کی جانب سے حضور پاک صلی اللہ علیہ و سلم نے مصعب بن عمیرؓ کو علم عنایت کیا تھا۔ حضرت حمزہؓ زرہ پوش دستے کے سربراہ تھے۔ مسلمانوں کا قریباً" پچاس افراد پر مشتمل تیراندازوں کا ایک دستہ بھی تھا۔ اس میدان میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے خاص جنگی حکمت عملی کے تحت مجاہدین کا تعین اور صف آرائی کی تھی۔ لیکن دوسری جانب قریش نے بھی میدان احد میں پہلے ہی سے بڑی دانائی اور

Marfat.com

ہوشیاری کے ساتھ صف آرائی کر رکھی تھی۔ قریش نے میمنہ کی سربراہی اور کمان خالد بن ولید کے سپرد کر رکھی تھی۔ میسرہ کے کماندار عکرمہ بن ابو جہل تھے۔

اس قدر تیاری اور سازو سامان کے ساتھ قریش نے طبل جنگ بجایا تو سب سے پہلے عورتیں آگے بڑھیں' عورتیں رجز خوانی کرتی تھیں۔ اس کے بعد فوجیوں کا جلوس تھا۔ پھر جنگی رسوم کے مطابق پہلے فردا" فردا" اور پھر اجتماعی جنگ شروع ہوئی۔ تو مسلمان مجاہدین نے قریش کے حملوں کو شدت کے ساتھ روکے رکھا۔ حضرت حمزہؓ' حضرت علیؓ' حضرت طلحہؓ' ابودجانہؓ اور نضر بن انسؓ وغیرہ نے بہت بہادرانہ کارنامے دکھائے۔ اس کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنی تلوار حضرت ابودجانہؓ کے سپرد کی۔ ابودجانہ نے اس بابرکت تلوار کا حق ادا کیا۔ عین جنگ میں حضرت حمزہؓ جب کئی کفار کو واصل جہنم کر چکے تو وحشی نے چھپ کر آپ پر وار کر کے شہید کر دیا۔ اس طرح جنگ کے آغاز کے بعد کئی مسلمانوں کی قیمتی جانیں کام آئیں۔ اس کے بعد مجاہدین کے حملوں سے قریش بھاگنا شروع ہو گئے۔ جنگ کا نقشہ بدل رہا تھا تو مسلمان تیر اندازوں کے گروپ نے قدرے عجلت سے کام لیا اور فتح کامل کا گمان کرتے ہوئے اپنے متعینہ مقام سے ہٹتے گئے۔ لیکن اس صورت میں خالد بن ولید نے قریش کی جانب سے شدید حملہ کیا اور مسلمانوں میں کھلبلی مچا دی۔ اس کھلبلی میں چند ایک مسلمان اپنے ہی مسلمانوں کے ہاتھوں بھی شہید ہو گئے۔

جنگ احد میں حضرت مصعب بن عمیرؓ جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم سے ظاہری مشابہت رکھتے تھے' لڑتے لڑتے شہید ہو گئے تو دشمنوں نے افواہ پھیلا دی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ و سلم شہادت پا گئے۔ اس افواہ سے بھی لشکر اسلام میں ابتری پھیل گئی۔ اس صورت حال نے کئی افراد کو بد دل بھی کر دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو یہاں تک بھی کہہ دیا تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ہی نہ رہے تو اب لڑ کر کیا کریں گے۔ لیکن اس کے جلد ہی بعد مسلمانوں پر عیاں ہو گیا تھا کہ مرکز کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم زندہ سلامت ہیں اور میدان جنگ ہی میں ہیں۔ اسی اثناء میں دشمنوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کو تنہا دیکھ کر حملہ کر دیا لیکن آپؐ نے دشمنوں کی جانب کنکریاں اٹھا کر پھینکیں بہرصورت دشمن مسلمانوں کے مدافعاتی حملوں سے اب پیچھے ہٹنے لگا تھا' اور شمع رسالت کے پروانوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کو اپنے جلو میں لے لیا تھا۔

حضرت عمرؓ کا جذبہ۔ اس طرح اب ابوبکر' عمر' علی' عبدالرحمٰن بن عوف' سعد بن ابی وقاص' طلحہ' زبیر' ابوعبیدہ' ابودجانہ' حباب بن منذر' عاصم بن ثابت' حارث بن صمہ' سہل بن

Marfat.com

حنیف، سعد بن معاذ، اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو چکے تھے۔ سعد بن ابی وقاصؓ تیر چلا رہے تھے۔ ابو دجانہؓ اپنی پشت پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب آنے والے تیروں کو روکتے رہے۔ عام مسلمان لشکر نے جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ سلامت دیکھ لیا تو وہ "نئی روح کے ساتھ پلٹے تو لشکر قریش مقابلے کی تاب نہ لا سکا اور وہ بکھرنے لگا۔ اس وقت ﷺ حضور چند صحابہؓ کو لے کر پہاڑی پر چڑھ گئے۔ خالد اور ابوسفیان نے یہاں بھی کئی بار حملے کیے۔ لیکن عمرؓ کے بے پناہ حملوں نے ہر بار انہیں پسپا کر دیا"۔

جنگ ہوتی رہی اور دونوں فریق بدستور تھکتے رہے۔ اس طرح فطری طور پر بھی جنگ بند ہونے کو تھی۔ ابوسفیان نے یہ سمجھا کہ مسلمان ہمت ہار چکے ہیں، لیکن اس کے باوجود اس نے مسلمانوں کے دم خم کا اندازہ لگانے کے لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر پکارا، اور للکارا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی خاموش رہے اور صحابہؓ سے بھی خاموش رہنے کی ہدایت کی۔ "اس کے بعد ابوسفیان نے ابوبکرؓ کا نام لے کر آواز دی۔ مسلمان پھر خاموش رہے۔ پھر اس نے حضرت عمرؓ کا نام لے کر آواز دی۔ مسلمان پھر بھی چپ رہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ۔ معلوم ہوتا ہے یہ سب ختم ہو گئے ہیں، اسی لئے کسی طرف سے جواب نہیں آتا"۔

"حضرت عمرؓ میں یارائے ضبط نہ رہا اور زور سے چلا کر بولے۔ او دشمن خدا! ہم سب زندہ ہیں"۔ پھر ابوسفیان نے اپنے دیوتا کی خوشنودی کے لئے کہا "اعلی ھبل" یعنی ہبل دیوتا کا نام اونچا رہے۔ اس مشرکانہ نعرے کے توڑ میں ابھی مسلمان کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ ابوسفیان نے مزید کہا۔ **لنا العزی ولا عزی لکم**" ہمارے پاس عزیٰ ہے اور تم اس سے محروم ہو۔ (عربوں میں عزیٰ ایک دیوی کا نام بھی ہے اور عزت کے معنی میں بھی ہے)۔ اس پر صحابہؓ نے جواب دیا۔ "**اللہ مولنا و لا مولی لکم**" (ہمارا مولیٰ اللہ ہے جس سے تم محروم ہو)۔ ابوسفیان کے ہر جملے کا جواب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے جاتے تھے، اور صحابہؓ اسے بلند آواز سے کہتے تھے"۔

اس زبانی سوال جواب کی نفسیاتی جنگ کے بعد باقاعدہ قتل کی جنگ بند ہو چکی تھی، لیکن کفار کے دوبارہ حملے کے امکان کو بھی ختم کرنے کے لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی ایک جمعیت کو کفار قریش کے تعاقب میں بھی روانہ کیا، اس اسلامی جمعیت نے آٹھ میل تک کفار کی فوج کا تعاقب اور انتظار کیا، لیکن وہ واپس نہ پلٹی۔ اس جنگ احد میں

Marfat.com

ستر اہل اسلام شہید ہوئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جنگ کے سب سے امتیازی شہید تھے۔

جنگ خندق۔ ۵ ہجری میں اب ایک بار پھر دس ہزار کی تعداد میں قریش مدینہ منورہ کی جانب بڑھنے لگے تھے۔ اس سے پہلے مسلمان مدینہ کے گرد و نواح کے یہودیوں کی سازشوں اور بدعہدیوں سے نمٹ چکے تھے۔ اس لئے اب مسلمانوں نے یہی مناسب سمجھا کہ مدینہ ہی میں محصور ہو کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ للٰذا مدینہ منورہ کی جغرافیائی حیثیت کے تحت اس کی کھلی اطراف میں ایک خندق کھودنے کا منصوبہ بنایا گیا۔ تین ہزار مسلمان مجاہدین نے شہر کے گرد ایک خندق کھودی۔ اس طرح ابوسفیان کا ٹڈی دل لشکر بھی سامنے آن پہنچا تھا۔ اہل قریش کے لئے خندق کے آر پار جنگ ایک نیا تجربہ تھا کیونکہ وہ تو دو بدو جنگ کا جذبہ لے کر آئے تھے۔ لیکن یہاں پر مسلمان تیرانداز اپنا کام دکھاتے رہے اور خندق سے دشمن کو دور بھگاتے رہے۔ خندق کی لمبائی چوڑائی بہ اختلاف رائے ایک میل سات سو چالیس گز لمبی، ساڑھے دس فٹ گہری اور ساڑھے تیرہ فٹ چوڑی تھی۔ کفار خندق سے پرے کئی دن تک محاصرہ کیے رہے۔ لیکن پھر ابوسفیان نے ناکام اور زیاں بخش محاصرے کے بعد خندق عبور کرنے کے لئے اپنے سپاہیوں سے کہا۔ پھر کفر کے کچھ جانی نقصان کے بعد دو دو افراد کی جنگ شروع ہو گئی۔ ابوسفیان کے کئی جرنیل اور بڑے بڑے متکبر کافر بھی مارے گئے۔

خندق کے ایک حصے کی حفاظت اور دشمن پر وار کرنے پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر نگرانی ایک دستہ متعین تھا۔ اسی اثناء میں ایک روز کافروں نے خندق کو کسی مخصوص حصے سے عبور کرنے کی کوشش کی، لیکن حضرت عمرؓ نے حضرت زبیرؓ کے ساتھ آگے بڑھ کر دشمن کو روکا۔ اس طرح دشمن کی جماعت درہم برہم ہو گئی۔ گویا کفار مکہ نے خندق سے دور مدینہ کا بیس بائیس دن تک محاصرہ رکھا لیکن پھر وہ محاصرہ ختم کر کے چلے گئے۔

بنی قریظہ کی سرکوبی۔ اس کے بعد مسلمانوں نے یہودیوں کو ان کی عہد شکنی کی سزا دینے کے لئے بنی قریظہ کی طرف توجہ کی اور ان کا محاصرہ کر لیا گیا۔ قریباً" ایک مہینے کے محاصرے کے بعد ان یہودیوں نے اپنے قلعے مسلمانوں کے سپرد کر دیے۔ یہاں پر بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی ڈھال سنبھالے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آپؐ کے ساتھ موجود تھے۔ پھر یہودیوں کی بدعہدی اور جنگ خندق میں کفار مکہ کا ساتھ دینے کی پاداش میں حضرت سعد بن معاذؓ کی منصفی پر یہودیوں کی کتاب استثنا کے حوالے سے انہیں سزا دی گئی۔ یہودیوں نے حضرت سعد بن معاذ کو اس لئے اپنا منصف بنایا تھا کیونکہ

Marfat.com

ایک زمانے میں وہ بنی قریظہ کے شدید حامی تھے اور ان میں ایک محترم فرد سمجھے جاتے تھے۔

بنو قریظہ کی بدعہدی اور کفار مکہ کا ساتھ دینے کی پاداش میں جب یہودیوں کو ان کی اپنی مذہبی کتاب کے مطابق سزا دی جا رہی تھی' اس وقت بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم پوری طرح سے مسلح تھے اور اپنی ڈھال بھی سنبھالے ہوئے تھے' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں مردانہ وار ایک بڑے جرنیل کی طرح پر استقامت تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم اپنے اس فیصلے اور عمل پر اس لئے بھی مطمئن تھے کہ وہ سمجھتے تھے کہ "جو قوم اپنے قومی میثاق پر قائم نہ رہے' اس پر زندگی کے کسی مرحلے میں بھی وثوق نہیں کیا جا سکتا ——— ایسی قوم اپنے مفاد عاجل کی خاطر میثاق الٰہی بھی توڑ دیتی ہے"۔

حضرت عمر کا مشورہ۔ بہرصورت جنگ خندق کے بعد قریش اور یہود کا گٹھ جوڑ بھی ختم ہونے لگا تھا اور کفار قریش نے بھی اب یہ محسوس کر لیا تھا کہ مسلمان اب مدینہ میں کسی طرح کمزور حالت میں نہیں ہیں۔ اسی اثناء میں ٦ ہجری میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے صحابہ کرامؓ کے ہمراہ زیارت کعبہ کا قصد کیا۔ اس کے ساتھ ہی مکہ کے قریش کو کسی طرح کے جنگ کے شائبہ سے نکالنے کے لئے آپؐ نے یہ حکم بھی فرما دیا تھا کہ کوئی شخص ہتھیار باندھ کر نہ چلے۔

ابھی قافلہ محمدیؐ مکہ سے کچھ فاصلے پر ہی تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار قریش کی دیرینہ خوئے عداوت اور مخاصمت کی روایتی ریت کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں تجویز پیش کی کہ مسلمانوں کو بغرض زیارت کعبہ بھی بالکل نہتے نہیں رہنا چاہئے۔ لہٰذا بتایا جاتا ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے اس مشورے پر مدینہ منورہ سے جلد ہی کچھ حفاظتی ہتھیار منگوا لیے تھے۔ اسی اثناء میں قافلہ محمدیؐ کو یہ بھی اطلاع مل گئی تھی کفار قریش نے بھی یہ عہد کر لیا ہے کہ وہ محمد اور ان کے ساتھیوں کو مکہ میں ہرگز داخل نہیں ہونے دیں گے۔ لیکن اس اشتعال انگیزی کے باوجود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم لڑنے کا بالکل ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے پہلے تو آنحضرتؐ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفارت کے طور پر قریش میں بھیجنا چاہا لیکن حضرت عمرؓ نے بالجواز عذر پیش کیا کہ مکہ میں ان کے خاندان کا کوئی بھی فرد ان کا حامی نہیں ہو گا۔ لہٰذا پھر حضرت عثمان غنیؓ کو مکہ میں بھیجا کہ وہ اہل قریش پر واضح کر دیں کہ مسلمان لڑنا نہیں چاہتے ——— لیکن ایک مخصوص وقت گزرنے کے بعد بھی حضرت عثمانؓ واپس نہ آئے تو یہ شک

Marfat.com

گزرا کہ شاید انہیں کفار نے شہید کر دیا ہے!

اس صورت حال اور تناظر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جذبہ ایمانی اور اپنی جلالی طبیعت کے باعث پر جوش ہو گئے تھے۔ اس موقع پر اللہ کے رسول علیہ الصلواۃ والسلام نے ایک درخت کے نیچے اپنے موجود ساتھیوں سے بیعت حاصل کی کہ اگر حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کر دیا گیا ہے تو ہم اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹیں گے جب تک قریش کے ساتھ جنگ نہ کر لیں۔

لیکن ادھر دریں اثنا حضرت عثمانؓ زندہ سلامت واپس آ گئے اور ان کے ساتھ قریش کا ایک نمائندہ سہیل بن عمرو بھی تھا۔ سہیل ابن عمرو قریش کی جانب سے کسی طرح کا معاہدہ طے پانے کے لئے اپنے ساتھ مشترکہ طور پر متفقہ شرائط بھی لایا تھا۔ لہٰذا مزید بحث مباحث کے بعد ایک معاہدہ حدیبیہ کے مقام پر لکھا گیا اور اس پر مسلمانوں کی جانب سے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت ابوبکرؓ نے دستخط کیے۔ حضرت علیؓ نے یہ معاہدہ تحریر کیا تھا۔ اس کے بعد مسلمانوں اور قریش کے درمیان دس سالہ معاہدہ امن طے پا گیا۔ اس معاہدے کو صلح حدیبیہ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ کا جوش ایمانی۔ صلح حدیبیہ کی شرائط میں چند ایک شرائط ایسی بھی تھیں کہ جن پر عمل کرنے پر مسلمانوں کو بڑی قربانی دینا پڑی۔ ان میں سب سے بڑا واقعہ ابوجندلؓ کی مدینہ واپسی نہ ہونے کے باعث رونما ہوا۔ لیکن انہیں معاہدے سے پہلے ہی معاہدے کی پاسداری کے لئے ایک بار پھر کفار قریش کے سپرد آلام و مصائب برداشت کرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا۔ اس واقعے پر سارے مسلمان تڑپ اٹھے۔ جناب عمرؓ سے نہ رہا گیا۔ بے تاب ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور یوں مکالمہ ہوا۔

"یا رسول اللہؐ! کیا حضورؐ پیغمبر برحق نہیں؟"۔

"ہاں۔ ہوں"۔

یا رسول اللہؐ! کیا ہم مسلمان حق پر نہیں؟"۔

"بے شک حق پر ہیں"۔

"تو پھر ہم دین میں ذلت کیوں گوارا کریں؟"

"اللہ ہمارا مددگار ہے' وہ ہمیں ہرگز رسوا نہ کرے گا"۔

حضرت عمر کے پاس اس کے بعد خاموشی کے سوا کوئی جواب نہ تھا۔ لیکن جوش اتنا تھا کہ وہ وہاں سے سیدھے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے اور وہاں بھی اسی قسم

Marfat.com

کی گفتگو کی۔ رازدار نبوت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا مختصر جواب یوں دیا کہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے پیغمبر ہیں۔ وہ جو کچھ کر رہے ہیں' اللہ کی مرضی سے کر رہے ہیں"۔ اس جواب سے حضرت عمرؓ کا سارا جلال ٹھنڈا ہو گیا۔

بتایا جاتا ہے کہ "اس وقتی دینی جوش اور تیز گفتگو پر حضرت عمرؓ کو اتنی ندامت رہی کہ ساری عمر مختلف کار خیر سے اس کی تلافی فرماتے رہے۔ نفل نماز اور روزے' صدقات' قیدیوں کی رہائی اور دوسرے کار خیر سے اس لغزش کا کفارہ ادا کرتے رہے"۔

۶ ہجری میں صلح حدیبیہ کے بعد ۷ ہجری میں معرکہ خیبر پیش آیا۔ اس طرح یہودیوں کی شورشوں کو دبانے پر توجہ دی گئی۔ اس مقصد کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ چودہ سو پیدل' دو سو سواروں کو لے کر یہودیوں کے مضبوط قلعوں کی جانب بڑھے۔ اس معرکے میں سپاہیوں کے کئی دستوں نے حضرت عمرؓ کی قیادت میں کارنامے انجام دیئے۔ اس دور میں انہوں نے مالی طور پر بھی مسلمانوں کی مدد کی۔ حضرت علیؓ نے معرکہ خیبر میں اہم اور منفرد کردار ادا کیا۔

"جنگ خیبر میں محافظ دستے کے کیمپ کے سردار سیدنا عثمانؓ تھے۔ پیش قدمی کرنے والی فوج کے افسر میمنہ سیدنا عمرؓ تھے۔ اور افسر میسرہ ایک دوسرے صحابیؓ تھے"۔ اس صف بندی اور تیاری کے بعد جب یہودیوں کے قلعوں پر حملوں کا منصوبہ بنایا گیا تو ایک رات کو حضرت عمرؓ ایک فوجی دستے کی پاسبانی کر رہے تھے کہ انہوں ایک یہودی مشکوک حالت میں وہاں پھر رہا تھا کہ اسے آپ نے اسی وقت گرفتار کر لیا' اور پھر اسے امان دے دی۔ بتایا جاتا کہ اسی قید ہونے والے یہودی نے مسلمانوں کو یہودیوں کے قلعے کے بارے میں کئی معلومات بتا دی تھیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قلعہ قموص یا قمروص کے بیس روزہ محاصرے کے دوران کئی بار اسے فتح کرنے کی کوشش کی لیکن اس قلعے میں سے نکل کر کوئی مقابلے کے لئے ہی نہ آیا۔ اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے علم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کیا تو حضرت علیؓ نے مرحب پر وار کر کے قلعے کا دروازہ توڑ دیا' اور پھر مسلمانوں کو مستحکم فتح حاصل ہو گئی۔

یہودیوں کی شورشوں اور سازشوں سے نمٹنے کے بعد ۷ ہجری میں دو ہزار مسلمانوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں عمرہ ادا کیا۔ اس کے ایک ہی سال بعد مسلمان فاتح کے طور پر مکہ میں داخل ہوتے ہیں۔ یہاں پر حضرت عباسؓ اپنے ساتھ ابوسفیان کو لے کر

Marfat.com

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں آئے۔ تو ابو سفیان جو مسلمانوں کا بہت بڑا دشمن تھا' اسے دیکھ کر "جناب عمرؓ پر جوش ہو گئے اور عرض کیا کہ: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اجازت ہو تو میں دشمن دین اسلام کا سر اتار لوں"۔ عباسؓ بولے کہ: "یہ جوش اس لئے ہے کہ ابو سفیان عبد مناف کی اولاد ہے۔ اگر تمہارے قبیلے (بنی عدی) کا کوئی فرد ہوتا تو شاید اتنا جوش نہ کھاتے"۔ جناب عمرؓ نے جواب دیا۔ "بخدا یہ بات نہیں' مجھے اپنے باپ (خطاب) کے ایمان لانے کی بھی اتنی خوشی نہیں تھی جتنی خوشی تمہارے ایمان لانے کی ہوئی تھی" ——
لیکن اس کے بعد تھوڑے ہی دنوں کے بعد ابو سفیان بھی اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم پر ایمان لے آئے تھے۔ پھر جب فتح مکہ ہو گئی تو اس کے بعد کبھی اللہ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے یہ حکم نہیں دیا کہ جو اسلام نہ لائے اسے قتل کر دو۔

یوں فتح مکہ کے پندرہ مہینے بعد مشرکوں کو ایک مہلت دی تاکہ وہ یا تو اسلام کو قبول کر لیں اور مسلمان ہو جائیں بصورت دیگر اہل توحید کے معاشرے کو ان کے اپنے تصورات کے مطابق چلنے دیں اور خود جہاں جی چاہے چلے جائیں۔ گویا یوں کہا جا سکتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد سے اسلام کو ہر طرف سے ترقی اور فروغ حاصل ہونے لگا تھا۔ اور اس کی آخری کڑی فتح مکہ تھی۔ مکہ کی فتح اپنی قسم اور نوعیت کی پہلی فتح تھی کہ جس میں کوئی قتل و غارت نہ ہوئی' یہی فتح مبین تھی۔ اس کے بعد کعبتہ اللہ کی کلید برداری بھی مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں آگئی تھی۔

غزوہ حنین میں حصہ۔ ۹ ہجری میں جب قیصر روم نے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی قوت کو دیکھ کر ان پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا تو اس کے جواب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جنگ کی تیاری کی اجازت دے دی۔ اس موقع پر مسلمانوں کی مجموعی طور پر مالی حالت زیادہ مستحکم نہیں تھی لیکن اس کے باوجود حضرت عمرؓ نے "اس موقع پر تمام مال و اسباب میں سے آدھا لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں پیش کر دیا"۔

مسلمانوں کو مختلف غزوات میں کئی طرح کا مال غنیمت بھی ہاتھ لگتا رہا تھا۔ اس لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم بدستور یہ مال غنیمت لوگوں میں تقسیم کرتے رہتے تھے۔ اور حضرت خدیجتہ الکبریٰؓ اہلیہ رسول کی وفات کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے عقد میں جو ازواج آئیں وہ خاندانی اور موروثی پس منظر میں خاص متمول تھیں۔ چند ایک ازواج تو شاہی خاندانوں اور رؤساء کے گھرانوں میں سے تھیں۔ لیکن وہ اپنی قلیل رفاقت نبویؐ کے

Marfat.com

باعث طبع نبوی اور مزاج رسول کے استغنا سے مکمل طور پر واقف نہیں ہو سکی تھیں۔ اور اس کے علاوہ انہوں نے لوگوں میں بے شمار اموال غنیمت کو تقسیم ہوتے بھی دیکھا تھا اور ان کے دیکھتے دیکھتے کئی لوگ بتدریج آسودہ حال بھی ہو گئے تھے۔ "اس لیے طبعاً" ان میں بھی مزید آسودگی کی آرزو پیدا ہوئی ہو گی"۔ لیکن اس کے برعکس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم معاشرے میں ازواجی اصلاح کے متمنی تھے' وہ عملی زندگی میں حسن معاشرت کے ثبوت فراہم کرنا چاہتے تھے۔ انہیں دنیاوی اور مالی آسودگی سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ لیکن اسی اثناء میں چند ازواج نبویؐ نے توسیع نفقہ کا مطالبہ کر دیا تھا۔ ان ازواج مطہرات میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاجزادی حفصہ بھی تھیں۔

مسئلہ ایلا اور حضرت عمرؓ۔ ازواج کی جانب سے اس مطالبہ توسیع نفقہ پر حضور پاک صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک ماہ تک ازواج سے علیحدگی اور نہ ملنے کا ایک طرح سے عہد کر لیا تھا' کیونکہ آپؐ کو ازواج کی طرف سے ایزاد نفقہ کی یہ فرمائش منصب نبویؐ پر ناگوار گزری تھی۔ حضور نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم کے اس اقدام نے صحابہ کرام کو اور ایک حد تک ازواج کے لواحقین کو پریشان کر دیا تھا۔ بعض صحابہ کرامؓ تک یوں بھی خبر پہنچی تھی کہ شاید حضور پاک صلی اللہ علیہ و سلم اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے۔ ان واقعات کی تفصیلات اور جزئیات کیسی ہوں' لیکن صحابہ کرام کو بے حد رنج اور افسوس ہوا تھا۔ اس کے باوجود کوئی شخص اللہ کے رسول سے اس اقدام کے حوالے سے کچھ کہنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔

اس سارے پس منظر اور وقتی طور کی علیحدگی کے حوالے سے حضرت عمر بن خطابؓ نے "حاضر خدمت ہونا چاہا لیکن بار بار اذن مانگنے پر بھی اجازت نہ ملی۔ آخر حضرت عمرؓ نے پکار کر دربان سے کہا کہ "شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو یہ گمان ہے کہ میں حفصہ (بنت عمر) کی سفارش کے لئے آیا ہوں!۔ خدا کی قسم اگر رسول اللہ حکم دیں تو میں جا کر حفصہ کی گردن مار دوں"۔ اس پر "آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فوراً بلا لیا۔ حضرت عمرؓ نے ایلا کی خبر سن کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم سے یہی سوا کیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے!۔ اس طرح کے سوال پر حضور پاک صلی اللہ علیہ و سلم نے بالوضاحت فرمایا کہ ایسا تو نہیں ہے۔ اس خوش کن جواب پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ "تمام مسلمان مسجد میں سوگوار بیٹھے ہیں۔ آپ اجازت دیں تو ان کو یہ مژدہ سنا آؤں"۔ بہر طور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی یہ وقتی خفگی کئی حوالوں سے باعث اصلاح احوال ہوئی' کیونکہ اس سے لوگ ایلاء کی قسم کو چار مہینوں کی علیحدگی سمجھتے تھے اور پھر رجوع نہ کرنے کی صورت

Marfat.com

میں طلاق تک نوبت پہنچ جاتی تھی- لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے صرف انیس دن ہی اس ایک طرح کی علیحدگی میں گزارے تھے کہ ارشاد ربانی ہو گیا تھا کہ "یا تو ازواج دنیا اور زینت دنیا کو پسند کریں یا اللہ' رسول صلی اللہ علیہ و سلم اور دار آخرت کو ترجیح دیں"- گویا پہلی صورت میں انہیں چھوڑ دینے کا حکم ہے اور دوسری شکل میں ان کے لئے من جانب اللہ اجر عظیم ہے-

عدیم المثال نمونہ- ۹ ہجری کے وسط میں جب رومیوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کی خبر گرم کی تو اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے بھی مسلمانوں کو ہر طرح کے مقابلے کی تیاری کرنے کا حکم دے دیا- پھر مسلمانوں کی فوج کو تیار کرنے کے لئے مال و متاع اور چندہ دینے کی مہم کا آغاز ہوا- بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جیسا کہ وہ فرمایا کرتے تھے) نے اکثر مواقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نیکی سے بڑھ جانے کی کوشش کیا کرتے تھے- اس عہد میں "ان کے پاس نقد و جنس زیادہ تھے- اس لئے خیال ہوا کہ آج تو ضرور میں اس نیکی میں سبقت لے گیا ہوں گا- خدا کا رسول صلی اللہ علیہ و سلم ان تمام خطرات قلب کو محسوس فرما رہا تھا- اس لئے ابوبکرؓ کے سامنے عمرؓ سے پوچھا کہ تم نے اپنے اہل و عیال کے لئے کیا رکھا ہے؟- عمرؓ نے عرض کیا "نصف" پھر ابوبکرؓ سے پوچھا کہ "تم نے گھر والوں کے لئے کیا رکھ چھوڑا ہے؟"- کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کو رکھ چھوڑا ہے- یہ ہی وہ صدیقیت تھی جس کو معلوم کرنے کے بعد عمرؓ نے مقابلہ و مسابقت کا خیال ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا"-

۱۰ ہجری میں حجتہ الوداع کے خطبہ نبوی یعنی آئین انسانیت کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے دین کو کلی طور پر مکمل کر دیا تھا' اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کو پروردگار نے جس مقصد کے لئے مبعوث فرمایا تھا وہ تکمیل پا گیا تھا- گویا اس تکمیل دین اور اکملیت اسلام کے بعد ایک طرح سے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ و سلم وصال حق کے لیے تیار ہو رہے تھے-

جذباتی کیفیت- اس کے چند ماہ بعد اللہ کے رسول مختصر سی بیماری کے بعد ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری کو واصل بحق ہو گئے- حضرت عائشہ صدیقہؓ زوجہ نبوی کے بعد سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپؐ کی وفات کی خبر ہوئی- پھر جب وہ حجرہ رسول سے نکلے تو اس وقت "حضرت عمرؓ قسم کھا کھا کر وفات نبویؐ کا انکار کر رہے تھے"-

حضرت عمر فاروقؓ کی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ وارفتگی اور محبت و

Marfat.com

موانست اس قدر زیادہ تھی کہ وہ یہ ماننے کے لئے تیار ہی نہیں تھے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ و سلم وفات پا گئے ہیں۔ ان کی یہی بے اختیاری اور جذبہ انہیں مسجد میں لے آیا۔ اسی پر مسجد میں پہنچ کر حضرت عمر نے با آواز بلند اعلان کیا کہ۔

منافق افواہ اڑا رہے ہیں "کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کا انتقال ہو گیا ہے' بلکہ موسیٰ بن عمران کی طرح خدا کے حضور تشریف لے گئے ہیں' جس طرح موسیٰ بنی اسرائیل سے چالیس روز تک غائب رہنے کے بعد دوبارہ واپس تشریف لے آئے ان کی غیوبت کے دوران میں اسی طرح بنی اسرائیل نے کہا کہ موسیٰ کی وفات ہو گئی! اسی طرح رسول اللہ بھی رجعت فرما ہوں گے! اور جس جس نے آں حضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی وفات کی خبر پھیلائی ہے' آں حضرت صلی اللہ علیہ و سلم واپسی پر اس کے ہاتھ پیر قلم کرا دیں گے"۔

یہاں تک بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جذبات اور شیفتگی کے عالم میں یہاں تک بھی اعلان کر دیا تھا کہ "جو شخص یہ کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم وفات پائی اس کو قتل کر دوں گا۔ مولانا علامہ شبلی نعمانی اس حوالے سے الفاروقؓ میں فرماتے ہیں کہ "قرائن اس روایت کی تصدیق نہیں کرتے۔ ہمارے نزدیک چونکہ مدینے میں کثرت سے منافقین کا گروہ موجود تھا جو فتنہ پردازی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی وفات کا منتظر تھا۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے مصلحتہ "اس خبر کے پھیلنے کو روکا ہو گا"۔

لیکن پھر اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ساری صورت حال کو بڑے صبر و تحمل کے ساتھ سنبھالا اور جذباتی کیفیات سے نکل کر حقائق کے حوالے سے فرمایا کہ "لوگو! جو شخص محمد صلی اللہ علیہ و سلم کا عبادت گزار ہے۔ اسے معلوم ہو کہ محمدؐ وفات پا چکے ہیں' اور جو کوئی اللہ کا عبادت گزار ہے (اس پر واضح کیا جاتا ہے کہ) اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور اس پر موت وارد نہیں ہو سکتی"۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فہم پر تبصرہ کرتے ہوئے مصری مورخ اور مصنف محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں کہ "حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ یقین کر لینا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی موت ممکن نہیں ان معنوں میں قابل تسلیم ہے (کہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم اپنے صفات کی وجہ سے اس وقت بھی زندہ تھے اور جب تک یہ عالم قائم ہے' آپؐ پر موت وارد نہ ہو سکے گی"۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے شد و مد کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی رحلت سے انکار کر رہے تھے۔

Marfat.com

عہد صدیقی میں کردار۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی وفات کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ سے یہ اطلاع پہنچی تھی کہ انصار کا ایک مجمع لگا ہوا ہے اور خلافت کے فیصلہ کا منتظر ہے۔ اس صورت حال میں "جناب عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے عرض کیا "ہمیں اپنے انصار بھائیوں کے ہاں جا کر دیکھنا چاہئے آخر وہ لوگ کیا کر رہے ہیں"۔ اس کے بعد دونوں حضرات سقیفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب وہاں پہنچنے پر یہ محسوس کیا کہ کسی قسم کا فتنہ پیدا ہو سکتا ہے اور فرمایا کہ اس فتنہ کا سد باب ضروری ہے۔ معمولی بحث مباحث کے بعد خلافت کا فیصلہ ہو گیا کہ منصب خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا جائے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی بیعت کرلی' اور فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے خلیفہ ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم سے بہت قرابت حاصل تھی۔ آپؐ نے کئی مرتبہ انہیں اسلامی فوج کا سپہ سالار بھی مقرر کیا تھا۔ ایک بار قبیلہ بنی ہوازن کے مقابلے میں تیس آدمیوں کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں بھیجا تھا تو وہ لوگ تو ان کی آمد کی خبر سن کر ہی فرار ہو گئے تھے۔ اسی طرح پر امن فتح مکہ کے موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے مردوں سے تو خود بیعت لی تھی اور خواتین سے بیعت کے لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کیا ۔۔۔ ایک صحابی سے روایت ہے کہ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے بعد ان کے انتہائی قریبی لوگوں کے نام اس ترتیب سے لیا کرتے تھے' یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ' حضرت عمر فاروقؓ' حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ۔

حضرت ابوبکرؓ کی مختصر سی خلافت کا سارا عہد پر آشوب رہا۔ ان کے دور خلافت شروع ہونے کے ساتھ ہی ارتداد اور منکرین زکوٰۃ کے حوالے سے کئی طرح کی عملی پیچیدگیاں پیدا ہونے لگی تھیں' اور خلیفہ اول نے ان گروہوں کے خلاف باقاعدہ جہاد شروع کر رکھا تھا۔ اس وقت بھی اگرچہ حضرت عمرؓ کی رائے بڑی وقیع تھی اس کے باوجود بھی حصول زکوٰۃ کے امور میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اصابت رائے کا اعتراف کرنا پڑا تھا۔ کہ "اگر آج انہیں زکوٰۃ نہ دینے پر چھوڑ دیا جائے گا' تو کل صوم و صلوٰۃ کے منکر ہو جائیں گے اور اسلام ایک تماشا بن جائے گا"۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دو ڈھائی سالہ عہد خلافت میں انہیں جب کسی بھی امر میں مشاورت اور اہم تجاویز کی ضرورت ہوتی تو بالخصوص حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

Marfat.com

بڑی اہمیت دیا کرتے تھے' اور پھر دیگر صحابہؓ رسول سے بھی مشورہ کر لیا کرتے تھے۔ یوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشاورت میں چند ممتاز صحابہ حضرت عمر فاروقؓ ' حضرت عثمانؓ ' حضرت علیؓ ' عبدالرحمن بن عوفؓ ' معاذ بن جبلؓ ' ابی بن کعبؓ اور زید بن ثابت کو شامل رکھتے تھے۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے یہی اصحاب ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس مشاورت کے ایک طرح کے مستقل رکن تھے۔ چند ایک امور میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر بن خطابؓ کے مشورے اور تجویز سے اختلاف بھی کیا' لیکن اس کے باوجود حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی رائے کے مقابلے میں خلیفہ رسولؐ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے اور فیصلے کو صاد کیا۔ اس کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ترویج دین اور تبلیغ اسلام کے لئے اکثر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے اور مشوروں کا احترام کیا کرتے تھے۔

عہد صدیقیؓ میں جعلی نبیوں اور فتنہ ارتداد کا تدارک کرنے میں جو بڑی بڑی جنگیں کرنا پڑیں' ان میں حفاظ قرآن صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد شہید ہو گئی تھی۔ لہٰذا "اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر حفاظ قرآن کی شہادت کا یہ سلسلہ قائم رہا تو قرآن کا بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا اس لئے انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جمع قرآن کی درخواست کی"۔ بتایا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلے تو یہ عذر ہوا کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے نہیں کیا' اسے میں کس طرح کروں۔ لیکن پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیہم اصرار سے آپ کے ذہن میں بھی اس کی مصلحت آ گئی"۔

اپنے عہد خلافت میں حضرت ابوبکر صدیق دیگر مہمات بھجوانے کے لئے بھی اکثر اپنی مجلس مشاورت میں مشورہ کر لیا کرتے تھے اور ان کی جنگی بصیرتوں کو خاص طور پر صائب سمجھتے تھے کیونکہ اپنے دور سفارت کے دوران میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو معلومات دیگر ممالک اور علاقوں کے بارے میں حاصل کر رکھیں تھیں' ان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فائدہ اٹھاتے رہتے تھے۔

Marfat.com

باب-۵

خلافت فاروقیؓ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی وفات سے چند روز پیشتر جب آنحضرت کی صحت بدستور کمزور ہوتی جا رہی تھی۔ اس وقت آپؐ کے لئے ممکن نہیں رہا تھا کہ مسجد میں آکر با جماعت صلواۃ ادا کر سکیں' تو اس دوران میں ایک روز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے یہ پیغام بھجوا دیا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھا دیا کریں۔ لیکن چونکہ نماز کا مقررہ وقت ہو گیا تھا' اس لئے صحابہ کرامؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے کہا کہ آپؓ نماز پڑھا دیں۔ حضرت عمرؓ اس بنا پر تیار ہو گئے۔ اور انہوں نے یہی گمان کیا تھا کہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ و سلم ہی ہو گا' اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک بار یہی کہہ دیا تھا کہ آپؓ (عمر) ہی نماز پڑھا دیں۔

حضور علیہ الصلواۃ و السلام نے ارشاد فرمایا کہ "عمرؓ کی زبان پر حق بولتا ہے" ایک اور ارشاد نبوی میں یوں بھی ہے کہ "اگر میرے بعد نبی کا آنا ممکن ہوتا تو عمر بن خطابؓ نبوت کے مقام پر ہوتے"۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم تھے۔ لہٰذا جمادی الثانی ۱۳ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیقؓ بیمار پڑے۔ قریباً" دو ہفتے تک آپ بخار میں مبتلا رہے۔ اسی بیماری کے دوران میں وہ جسمانی طور پر خاصے کمزور ناتواں سے ہو گئے تھے۔ اس لئے ایک وقت یہ بھی آگیا تھا بغیر سہارے کے ان کے لئے اٹھنا بیٹھنا بھی ممکن نہیں رہا تھا۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ کی علالت کے دوران میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امامت کرانا شروع کر دی تھی۔ اس کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رحلت فرما گئے۔ پھر خلافت کے حوالے سے ایک موقع پر حضرت علیؓ خود فرماتے ہیں کہ۔

> "پس ابوبکرؓ نے (آخری وقت میں) عمرؓ کے حق میں اشارہ کیا اور اس معاملہ میں انہوں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ پس مسلمانوں نے عمر بن الخطابؓ سے بیعت کی۔ میں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ عمرؓ کی بیعت کی"۔

تاریخ "طبقات" میں مورخ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ زوجہ رسولؐ

Marfat.com

اور بنت حضرت ابو بکرؓ کے الفاظ یوں ہیں کہ۔

"جب میرے باپ پر بیماری بوجھ بن گئی تو ان کے پاس فلاں فلاں اشخاص آئے اور انہوں نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے نائب' جب کل تم خدا کے سامنے جاؤ گے تو اس سے کیا کہو گے' حالانکہ تم نے ہم پر ابن الخطابؓ کو اپنا جانشین بنایا ہے۔ ابو بکرؓ نے فرمایا: مجھے بٹھا دو۔ پھر ان سے کہا "کیا تم مجھے اللہ سے ڈراتے ہو۔ میں اللہ سے کہوں گا۔ میں نے ان پر ان میں سے بہتر آدمی کو خلیفہ بنایا ہے"۔

اسی حوالے سے ایک اور روایت میں درج ذیل الفاظ کا اضافہ بھی ملتا ہے کہ: کیونکہ میں اللہ اور عمرؓ کو تم سب سے زیادہ پہچانتا ہوں۔ میں اللہ سے کہوں گا کہ میں نے تیرے بندوں سے منتخب آدمی کو اپنی جگہ چنا ہے"۔

چند ایک صحابہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی کہ حضرت عمرؓ بہت سخت ہیں' اور تشدد کرنے میں بھی تامل سے کام نہیں لیتے۔ لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "جب ان پر خلافت کا بار پڑے گا تو خود بخود ہی نرم پڑ جائیں گے"۔

کہا جاتا ہے کہ اس کے ساتھ ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمانؓ کو بلا کر حضرت عمر بن الخطابؓ ہی کے بارے میں وصیت برائے خلیفۃ المسلمین لکھوا دی تھی۔ بیشتر صحابہ کرامؓ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ کو حضرت عمرؓ کی نامزدگی کے بارے میں پہلے ہی سے علم تھا اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلیفہ بننا لوگوں کے لئے کسی شک و شبہ اور اچنبھے کی بات نہیں تھی۔

یہاں تک بھی بتایا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود بھی کسی طرح سے منصب خلافت پر متمکن ہونے کے لئے کسی طرح کی عجلت یا جلدی سے کام نہیں لیا تھا۔ بلکہ ۲۲ جمادی الاخر ۱۳ ہجری کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے دن بطور خلیفہ مسلمانوں کے سامنے آئے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس وقت حالات پر امن تھے اور ویسے بھی خلافت کا معاملہ کسی طرح کی نزاع کا موجب نہیں بنا تھا۔ جن احباب نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت کی سختی اور درشتی کا ذکر کیا تھا وہ بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے نامزدگی پر مطمئن ہو گئے تھے' اور اس کے علاوہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب و

Marfat.com

فضائل سب پر عیاں تھے۔

محدث و ملہم۔ مشکواۃ شریف میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ "حضرت عمرؓ کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ آپ محدث و ملہم من اللہ تھے"۔ مفسرین محدث کے معانی روشن ضمیر شخص کے بھی لیتے ہیں۔ جس کے دل میں غیب سے بھی کوئی بات پڑے وہ بھی محدث ہوتا ہے' اس طرح اس کا قیاس اور گمان بھی سچا اور راست ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں محدث و ملہم کے معانی میں بڑی ہم آہنگی اور معنوی تطابق بھی ہے۔ کیونکہ ملہم تو صاحب الہام ہوتا ہے' اور الہام میں نیکی کی باتیں اللہ تعالیٰ خود ملہم کے دل میں ڈالتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی الہام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "الہام اور کشف میں فرق یہ ہے کہ کشف کا تعلق حسیات سے ہوتا ہے اور الہام کا وجدانیات سے اور غالباً اقرب الی الصواب ہوتا ہے کیونکہ کشف میں رفع حجاب ہوتا ہے۔ الہام میں کسی مضمون کا دل میں ڈالنا ہوتا ہے"۔

پہلا خطاب۔ بہر صورت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے ایک دن بعد حضرت عمر بن خطابؓ جنہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے فاروقؓ کا لقب بھی دے رکھا تھا' خلافت کے فرائض سنبھالے لہٰذا اس بھاری ذمے داری کو قبول کرتے ہوئے جو خطاب کیا' اس کے اقتباسات یوں ہیں کہ۔

> "اے لوگو! ہم تم سے آزمائے گئے ہیں' اور تم ہم سے۔ میں اپنے ساتھی کے بعد تمہارا خلیفہ بنایا گیا ہوں۔ جو تمہارے سامنے ہیں' ہم خود ان میں رہیں گے۔ اور ان سے معاملات کریں گے' جو ہم سے دور ہیں۔ ان پر ہم طاقتور اور ایمان دار لوگوں کو والی بنائیں گے۔ جو اپنے فرائض کو خوب پہنچانے گا' ہم اسے خوب تقرب بخشیں گے' اور جو برا ثابت ہو گا اسے عذاب و سزا دیں گے۔ اللہ ہمیں بھی معاف کرے اور تمہیں بھی"۔

چونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بطور خلیفہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نامزدگی فرما رہے تو اس وقت چند ایک احباب نے اس خدشے کا اظہار کیا تھا کہ حضرت عمرؓ کی طبیعت میں درشتی ہے اور اس لئے ممکن ہے خلافت پر متمکن ہونے کے بعد اس میں مزید سختی اور شدت آجائے۔ اسی پس منظر اپنے پہلے ہی خطاب میں حضرت عمرؓ نے اللہ سے یہ دعا بھی مانگی کہ۔

Marfat.com

"اے اللہ! میں سخت ہوں، مجھے نرم کر دے۔ میں ضعیف ہوں مجھے قوت عطا فرما۔ میں بخیل ہوں، مجھے سخاوت کرنے کی توفیق دے"۔

مناقب و مراتب۔ حضرت عمر فاروقؓ کے حوالے سے فضائل حضرت عمرؓ میں کئی احادیث موجود ہیں۔ ایک حدیث ابو سعید خدریؓ کی بیان کردہ ہے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک بار فرمایا: میں سو رہا تھا کہ میں نے خواب دیکھا۔ میرے سامنے لوگ لائے جا رہے ہیں، اور انہوں نے قمیص پہن رکھی ہے۔ بعض کی قمیص سینے تک ہے اور بعض کی اس سے کم۔ پھر میرے سامنے (حضرت) عمرؓ پیش کیے گئے۔ انہوں نے ایسی قمیص پہن رکھی تھی جو زمین پر گھسٹ رہی تھی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! آپؐ نے اس کی کیا کی تعبیر لی؟ فرمایا: "دین (یعنی قمیص سے مراد دین ہے) اور جس کی قمیص جتنی بڑی یا چھوٹی تھی اس کا دین اتنا زیادہ یا کم تھا"۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کو ارشاد فرماتے سنا: میں سو رہا تھا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا، جسے میں نے خوب سیر ہو کر پیا۔ حتیٰ کہ سیرابی میرے ناخنوں سے باہر نکلتی محسوس ہوئی۔ پھر میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر بن الخطابؓ کو دے دیا۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم آپ نے اس کی کیا تعبیرلی؟ فرمایا علم"۔

اس حدیث کی تشریح یوں کی جاتی ہے کہ دودھ سے علامتی طور پر مراد علم ہے جسے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے خوب سیراب ہو کر پیا اور پھر آپؐ باقی ماندہ علم حضرت عمرؓ نے پیا۔ گویا جس طرح دودھ بچوں کے لئے غذا کا کام دیتا ہے، اور یہ غذا ان کے لئے تقویت بخش ہے، اسی طرح علم انسان کے لئے روحانی غذا اور تقویت روح کا باعث اور ذریعہ ہے۔

"حضرت عمر فاروقؓ میں وہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں، جو کسی خلیفہ راشد کے لئے ضروری شمار کی جا سکتی ہیں۔ جہاں تک ان کی عبقری شخصیت کا تعلق ہے وہ قبل اسلام بھی اور اسلام کے بعد بھی خواہ وہ عہد نبوی ہو یا عہد صدیقی۔ انتہائی اہم، گھمبیر اور کلیدی حیثیت کی حامل تھی"۔ پھر اپنی خلافت کے دور میں تو انہوں نے ہمہ جہت حیثیتوں سے نہایت اہم اور مثالی خدمات انجام دیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کے مطابق بتایا جاتا ہے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کو ارشاد فرماتے سنا۔ میں نے سوتے میں خواب دیکھا کہ میں ایک کوئیں پر کھڑا ہوں جس میں ڈول پڑا ہوا ہے۔ میں نے اس کوئیں (کنویں) میں سے پانی کھینچا۔ جس قدر کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر وہ ڈول حضرت ابو بکرؓ نے لے لیا اور ایک یا دو بھرے ہوئے ڈول

Marfat.com

نکالے۔ لیکن آپؓ کے کھینچنے کے انداز میں کمزوری جھلک رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی کمزوری کو معاف فرمائے۔ پھر وہ ڈول معمولی ڈول سے ایک بڑے ڈول کی شکل اختیار کر گیا اور اسے حضرت عمر بن الخطابؓ نے لے لیا' اور میں نے کسی پہلوان کو اس انداز سے ڈول نکالتے نہیں دیکھا جیسے عمرؓ نے اس ڈول کو کھینچا۔ حتیٰ کہ لوگ سیراب ہو گئے اور اپنے جانوروں کو بھی سیراب کر کے آرام کی جگہ بٹھا دیا" ---- حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے اس خواب کے حوالے سے امام شافعی کا قول ہے کہ اس خواب سے مراد خلافت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کی عظمت ہے۔

اسی پس منظر میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کردہ حدیث موجود ہے۔ "علماء حدیث نے کہا ہے کہ یہ خواب ان تمام واقعات و حقائق کی ایک واضح مثال ہے جو ان دونوں حضرات یعنی حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کو اپنی خلافت کے ادوار میں پیش آئے' اور دونوں بزرگوں کے اعمال اور سیرت و کردار کی طرف پوری پوری نشاندہی کرتا ہے' کہ یہ سب کچھ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی ذات اقدس کا فیضان تھا اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں لوگوں نے جس امن و سلامتی اور یمن و برکت کو دیکھا اس کی پیشین گوئی اس میں موجود ہے"۔

حضرت عمرؓ کی غیرت۔ فضائل صحابہ کے باب میں حضرت عمرؓ کے حوالے سے جابر بن عبداللہؓ کی روایت کردہ ایک حدیث یہ بھی ملتی ہے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا : میں جنت میں داخل ہوا ---- تو میں نے ایک محل دیکھا۔ پوچھا کس کا محل ہے؟ کہا : عمر بن الخطابؓ کا پھر میں نے چاہا کہ میں اس میں داخل ہوں' لیکن اے عمر! میں اس وجہ سے رک گیا کہ مجھے تمہاری غیرت کا پتہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا : یا رسول اللہ ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! کیا میں آپؐ پر غیرت کھاؤں گا؟"۔

حضرت عمر فاروقؓ کی غیرت ہی کے بارے میں دو ایک اور بھی ثقہ روایات موجود ہیں۔ اسی پس منظر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہاں تک بھی فرمایا تھا کہ ۔ "قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے' اگر شیطان کبھی کسی راستہ پر تم کو آتا دیکھ لے تو وہ اس راہ کو چھوڑ کر جس پر کہ تم چل رہے ہو گے' دوسری راہ اختیار کر لے گا"۔

حضرت عمرؓ کی رائے اور آیات۔ حضرت انسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ خود فرمایا کرتے کہ تین باتوں میں میرے پروردگار کا حکم میری

Marfat.com

رائے کے مطابق ہوا۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ میں نے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اگر مقام ابراہیم کو ہم نماز پڑھنے کی جگہ بنائیں تو یہ زیادہ بہتر اور مناسب رہے گا۔ یعنی طوافِ کعبہ کے بعد جو دو رکعت پڑھی جاتی ہیں اگر ان کی ادائیگی مقام ابراہیم کے پاس ہو اس میں زیاد بہتری اور نسبت پیدا ہو سکتی ہے۔ پس اس موقع پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ: اور بناؤ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایک بار میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم سے عرض کیا کہ۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم آپ کی ازواج مطہرات کے سامنے نیک و بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں' اور اس بات کو میں آپ کی شان رسالت اور عظمت انسانی کے سامنے مناسب نہیں سمجھتا۔ اس لئے اگر آپ ازواج مطہرات کو پردہ میں رہنے کا حکم فرما دیں تا کہ وہ غیر محرم لوگوں کے سامنے نہ ہو سکیں۔ تو میری رائے میں یہ بہتر رہے گا"۔ پس میرے اس عرض کرنے پر پردہ کی وہ خصوصی آیات مبارکہ نازل ہوئیں کہ جن میں عصمت و عزت کے حوالے سے احکام پردہ کا ذکر ہے"۔

جب ایک بار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی بیبیوں نے رشک و غیرت والے معاملے میں اتفاق کر لیا تھا تو اس وقت بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی رائے پیش کر دی تھی' اور حضرت عمر بن الخطابؓ ہی کی موافقت میں آیت نازل ہوئی تھی۔

علامہ ابن حجر عسقلانی' بخاری شریف کی شرح میں یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب کی رائے اور مشورہ کے مطابق جو احکام الٰہی نازل ہوئے' ان کی تعداد صرف تین ہی نہیں بلکہ اس سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔ بعض محققین نے تلاش و جستجو کے بعد موافقات عمر کی تعداد پندرہ یا بیس تک بھی بیان کی ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی فضیلت و برتری اور عظمت کے حوالے سے متعدد احادیث میں بھی ذکر ملتا ہے۔ ان میں سے بعض احادیث میں حضرت عمرؓ کے رعب اور دبدبہ کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں یوں بھی ہے کہ "شیطان عمر کے سایہ سے بھی بھاگتا ہے"۔ پھر ایک اور جگہ موجود ہے "شیطان حضرت عمر کے تصور سے بھی کانپ جاتا ہے"۔

کئی احادیث میں مروی ہے کہ "اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر حق رکھ دیا تھا اور وہ حق بات ہی کہتے تھے"۔ اسی طرح یوں بھی بیان ملتا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی زبان اور قلب پر حق کو جاری کر دیا ہے"۔

اللہ کے مال میں عمرؓ کا حصہ۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے منصب خلافت پر آنے

Marfat.com

کے بعد اپنے آپ کو مکمل طور پر ایک خادم بنا لیا تھا' ان کے نزدیک امامت و امارت کی ذمہ داریاں تو بہت تھیں لیکن ذاتی سہولتوں کی انہیں ذرہ برابر بھی پرواہ نہ تھی- یہی وجہ ہے کہ وہ خود خلیفہ اور امیر بننے کے باوجود بھی اپنے آپ کو ایک عام آدمی ہی سمجھتے تھے-

ایک بار امیرالمومنین حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دریافت کیا گیا کہ "آپ کے لئے اللہ کے مال میں سے کیا حلال ہے؟- اس کے جواب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے ہی واضح اور دو ٹوک انداز میں فرمایا کہ "میں تمہیں بتاتا ہوں- عمرؓ کے لئے اللہ کے مال میں کیا جائز و حلال ہے- دو جوڑے کپڑے' ایک سردی کا ایک گرمی کا اور حج و عمرہ کے لئے سواری- میرا کھانا اور میرے بچوں و گھر والوں کا کھانا- بالکل ویسا ہی کھانا جیسے قریش کے ایک درمیانہ درجہ کے آدمی کا کھانا ہوتا ہے- نہ بہت امیر کا کھانا اور نہ بہت غریب و مفلس کا- پھر میں مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہوں' جو انہیں ملے گا' مجھے ملے گا' اور جو ان پر بیتے گی مجھ پر بیتے گی"-

اللہ کی طرف راہیں- بیان کیا جاتا ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی محفل اور مجلس یا درس و وعظ کے اجتماع میں ہر شخص بلا تامل آسکتا تھا' گویا اس میں مسلم اور غیر مسلم سب ہی آیا کرتے تھے- ان مجالس میں حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی باقاعدگی سے بیٹھا کرتے تھے- ان مجالس سے تبلیغ اور وعظ کے ساتھ ساتھ باہمی مونست اور خلق و اخلاص بھی بڑھتا رہتا تھا- گویا مسلمان باہمی طور پر **رحماء بینھم** کی تفسیر پیش کیا کرتے تھے- انہی مجالس میں فتح مکہ کے قریب کے زمانے میں کہ جب ابھی ابوسفیان نے اسلام کو قبول نہیں کیا تھا' اس لئے وہ دشمن کی صفوں میں پیش پیش رہتا تھا- اسی پس منظر میں آپؐ کے چچا ابوطالب نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم سے مشرکین کے سرداروں اور قریش کے سرداروں سے ملاقات وغیرہ کی تجویز پیش کی تو اس پر "آپؐ نے خاموشی اختیار کی اور اس کا جواب نہ دیا- ممکن ہے کہ ابو طالب کا پاس ادب ملحوظ خاطر رہا ہو- اس وقت حضرت عمرابن خطابؓ بھی تشریف فرما تھے- حضور اقدسؐ کو خاموش پایا تو عرض کیا: یا رسول اللہؐ! ایسا بھی کر دیکھئے کہ جب اشراف قریش آئیں تو ایسے حضرات کو جن پر انہیں اعتراض ہے' اپنے سے دور بٹھا دیجئے"- معلوم ہو جائے گا کہ ان اشراف قریش کا کیا ارادہ ہے' اور اس کے بعد وہ کیا کریں گے"- محسن انسانیت صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرت عمرؓ کے مشورے پر بھی خاموشی اختیار کی یعنی مشورہ سے اتفاق نہ فرمایا- کچھ عرصہ بعد حضرت عمرؓ کو اپنے غلط مشورے کا احساس ہوا- لہٰذا بارہ گاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ و سلم میں حاضر ہو

Marfat.com

کر معذرت پیش کی" ------ اس کے بعد سے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ثابت کر دکھایا تھا کہ وہ تمام مسلمانوں کے سب سے بڑے خدمت گار اور فروغ اسلام کے ایک عظیم داعی ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ اصحاب رسول اللہؐ کے بارے میں بتایا کرتے تھے کہ اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا ہے کہ "میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں' ان میں سے جس کسی کی پیروی کرو گے' راہ راست پاؤ گے" ---- اسی تناظر میں متعدد مشائخ بتاتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ اتنی راہیں ہیں کہ جتنی تعداد مخلوقات کے انفاس کی ہے"۔

حق کا تقاضا صبر ہے۔ کفار مکہ اور مشرکین قریش نے جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم اور آپ کے رفقائے خاص پر زیادہ مظالم ڈھانے شروع کر دیئے تھے۔ آغاز میں تو بے سہارا اور مفلوک الحال مسلمانوں پر وہ زیادہ ظلم و ستم ڈھاتے لیکن پھر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ جیسے باوقار اور صاحب حیثیت قریش کو بھی ظلم کا براہ راست نشانہ بنانے لگے تھے۔ صرف وہی لوگ کسی قدر امن میں تھے جنھوں نے عرب کے رسم و رواج کے مطابق کسی ذی حیثیت سردار کی پناہ لے رکھی تھی۔

"ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ کہیں سر راہ گزر رہے تھے کہ بنی غفار کے ایک شخص نے آپ کو گالی دی۔ حضرت عمرؓ کو جلال آگیا۔ جس شخص کے نام سے لوگ کانپتے تھے' اب انہی میں سے ایک عام آدمی کی جرات ہو گئی تھی کہ آپ کو سر راہ گالی دے رہا تھا۔ آپ نے اس کو پکڑنے کا ارادہ کیا کہ اس کو ٹھکانے لگائیں لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی تعلیمات آڑے آگئیں۔ یہی فرق تھا حق اور باطل کا حق صبر کا تقاضہ کر رہا تھا اور باطل شر پر آمادہ تھا"۔

خیر امت۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ گو طبیعت اور مزاج کے اعتبار سے سخت تھے لیکن خلافت کے بوجھ نے انہیں بالکل نرم دل اور حلیم بنا دیا تھا۔ اس پس منظر میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بار حضرت علی مرتضیٰؓ سے دریافت کیا گیا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے بعد تمام لوگوں میں سے بہترین شخص کون ہے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ : سب سے بہترین ابو بکرؓ ہیں"۔ محمد بن حنیفہ کہتے ہیں "پھر میں نے کہا ان کے بعد کون شخص بہترین امت ہے تو جواب دیا کہ پھر عمر بن الخطابؓ سب سے بہتر ہیں مجھے خیال ہوا کہ عمر کے بعد عثمان کا نام لیں گے۔ میں نے از خود کہہ دیا کہ پھر آپ سب سے بہترین ہیں تو (بطور تواضع) فرمایا کہ میں مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں" ---- اس طرح حضرت عمر بن

Marfat.com

الخطابؓ مسلمانوں میں خیر امت تھے۔ اور ان کا جذبہ ترحم اور شفقت بھی قابل ذکر تھا۔ پھر ان کا کردار و عمل اس قدر احسن اور عمدہ تھا کہ وہ قوم کے بہترین بزرگ بن گئے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی خاوند کی شہادت کے باعث بیوہ ہو گئی تھیں۔ ان کے خاوند حضرت خنیسؓ غزوہ بدر میں زخمی ہوئے اور پھر چند دن بعد انہی زخموں سے داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ پھر جب مدینتہ النبی میں قدرے امن امان ہوا تو حضرت عمرؓ کو اپنی صاحبزادی کے نکاح کی فکر دامن گیر ہوئی۔ گویا حضرت عمرؓ نے پہلے تو حضرت عثمانؓ سے خواہش ظاہر کی۔ لیکن انہوں نے معذرت کر لی تھی۔ پھر انہوں نے اسی خواہش کا اظہار حضرت ابو بکرؓ سے کیا۔ اس پر انہوں نے خاموشی اختیار کی۔ لیکن اسی اثناء میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی طرف سے حضرت حفصہ کے لئے پیغام نکاح عطا ہوا۔ حضرت عمرؓ نے اس سعادت کو فوراً ہی قبول کر لیا اور "اس طرح حضرت حفصہ ہادی برحق نبی محتشم صلی اللہ علیہ و سلم کے حرم میں داخل ہو گئیں"۔ اس سعادت اور فضیلت پر حضرت عمر بن الخطابؓ بہت نازاں تھے۔

فتح مبین۔ صلح حدیبیہ کے دنوں میں "حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا' آج رات مجھ پر ایسی سورۃ نازل ہوئی ہے جو مجھ کو ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے' جس پر سورج طلوع ہو"۔ پھر آپؐ نے صحابہ کرامؓ کے سامنے اس سورہ مبارکہ کی تلاوت فرمائی۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا "اے اللہ کے رسولؐ یہ فتح ہے!" اس پر جواباً" آپؐ نے ارشاد فرمایا "ہاں یہ فتح ہے"۔ اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے صحابہ کرامؓ کو مبارکباد دی اور صحابہ کرامؓ نے بھی بارگاہ رسالتؐ میں ہدیہ تہنیت پیش کیا۔

مدینہ منورہ میں جب یہودیوں کے خلاف مسلمان تادیبی کارروائیاں کر رہے تھے۔ یہودیوں کے ایک قلعے کا مسلمانوں نے محاصرہ کیا ہوا تھا "ایک شب حضرت عمر بن خطابؓ لشکر اسلام کے پہرہ پر مقرر تھے۔ رات کی تاریکی میں ایک یہودی کو چند مسلمانوں نے گرفتار کر لیا' اور آپ کے سامنے پیش کیا۔ آپؓ (حضرت عمر فاروقؓ) نے فوری حکم دیا "اس کو قتل کر دیا جائے"۔ یہودی نے کہا "مجھے اپنے نبی کے پاس لے چلو۔ ایک بات کہنی ہے"۔ لہٰذا حضرت عمرؓ نے اس کو بارگاہ رسالت مآبؐ میں پیش کر دیا۔ یہودی نے عرض کیا: "اے ابوالقاسم! مجھے امان دیجئے کہ میں کچھ عرض کروں"۔ آپؐ نے اس کو امان دے دی۔ اس نے آپؐ کو اطلاع دی کہ یہودی لشکر اسلام کی سختی اور مسلسل جنگ سے سخت ہراساں ہو چکے ہیں۔ انہوں نے اپنے ذخائر خاص مقامات پر چھپا دیئے ہیں۔ ان کی ہمتیں پست ہو رہی ہیں"۔ اس کے بعد اس یہودی نے مسلمانوں کی فتح کی صورت میں اپنی اور اپنے اہل و عیال کے لئے امان حاصل کر لی

Marfat.com

تھی۔ پھر جب تین دن کے بعد وہ قلعہ فتح ہو گیا تو بے شمار یہودی مسلمان بھی ہو گئے اور اس یہودی کو بھی پناہ مل گئی اور وہ مسلمان ہو گیا تھا۔

اس واقع میں ایک طرف تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جوش اور جذبہ تھا اور اس کے برعکس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی رحیمی اور کریمی تھی' اور فراخ دلی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ اٹل اور بے روک اور سچے جذبوں سے پوری طرح سے سرشار تھے' اس لئے وہ ایمان کے مقابلے میں کفر کے لئے فی الواقع کسی قسم کی گنجائش یا لچک پیدا نہیں کرتے تھے بلکہ ایک آدھ بار تو وہ مسلمان خواتین اور اپنے عام ساتھی مسلمانوں پر بھی برہم ہو گئے تھے۔ چند ایک بار تو انہوں نے فوراً تلوار سونت لی تھی۔

جاء الحق و زہق الباطل۔ فتح مکہ کے بعد جب کعبہ مبارک کی کنجیاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں پیش کی گئیں تو اس وقت آپؐ نے در کعبہ کو کھولا۔ اس وقت "کعبہ کے اندر تین سو ساٹھ بت رکھے تھے"۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی۔ "آپؐ ایک ایک بت پر ٹھوکا لگا رہے تھے اور بت گرتے جا رہے تھے۔ شرک دم توڑ رہا تھا۔ صدائے حق کی گونج کعبہ کے در و دیوار اور فضا کو پاک و صاف کر رہی تھی۔ ایک ایک بت کو نکال دیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے کعبہ کی دیواروں سے تمام تصاویر صاف کر ڈالیں۔ آج اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کی رضا غالب آچکی تھی" اور یہی وہ مقام تھا جب یہ آیت مبارک نازل ہوئی تھی کہ "حق آگیا اور باطل فرار ہو گیا۔ بلا شبہ باطل کو تو فرار ہونا ہی تھا"۔

واقعہ قرطاس۔ حضرت عمر بن خطابؓ کی سیرت کے دوران میں مختلف حوالوں سے قرطاس و قلم کے واقعے کو بھی کئی طرح سے بیان کیا جاتا ہے۔ بعض روایتوں میں اس واقعہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقدام کو اس قدر زیب داستان بنا کر طوالت دی گئی کہ اس میں ظن اور گستاخی کا پہلو بھی نکالا جانے لگا۔ واقعہ کچھ یوں ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کی بیماری کے دوران میں وہ خاصے کمزور اور نحیف ہو گئے تھے۔ اٹھنے اور بیٹھنے میں بھی آپؐ دقت محسوس کرتے تھے ----
جمعرات کا دن تھا اور ربیع الاول کی آٹھ تاریخ (یعنی وفات سے تین چار روز پیشتر) آپؐ کا مرض پر خطر صورت اختیار کر چکا تھا۔ اس موقع پر شاید اللہ کے رسولؐ کی یہ خواہش تھی کہ افراد امت کو ایک تحریر دے جائیں "تاکہ آپؐ کے بعد اختلافات پیدا نہ ہوں"۔

اس وقت حجرہ نبوی میں آپؐ کے اہل بیت اور مقتدر صحابہ کرامؓ کی ایک چیدہ جماعت بھی

Marfat.com

موجود تھی۔ اس موقع پر اپنی بیماری کی تمام ترکیفیات کی موجودگی میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے قلم اور دوات طلب کیا اور فرمایا کہ "میں تمہارے لئے ایسی چیز لکھوں گا کہ تم آئندہ گمراہ نہ ہو گے"۔

لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی بیماری کی شدت کے باعث شاید یہ موضوع گفتگو اختلاف رائے کا سبب بن گیا تھا۔ اور بعض اوقات امت میں اختلاف رائے بھی تعمیری اور ضروری ہو جاتا ہے۔ اس حوالے سے بعض صحابہؓ کی یہ رائے ہوئی کہ فوری طور پر قرطاس و قلم منگوایا جائے تاکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم جو تحریر فرمانا چاہیں لکھا جا سکے۔ اور اس پر عمل کیا جائے۔ بعض نے یہ کہا کہ اس وقت اللہ کے رسول کی حالت ایسی نہیں ہے کہ اس حالت میں آپؐ کو زحمت دی جائے کیونکہ آپؐ پر درد و کرب غالب ہے۔ بہر صورت یہ معمولی سا اختلاف نزاع سا بن گیا تھا۔

اس موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آخر الذکر رائے سے اتفاق کیا تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم کو درد و کرب کی اس حالت میں تحریر و ترقیم کی زحمت نہ دی جائے یہاں پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی کہا کہ "قرآن ہمارے درمیان موجود ہے اور وہی ہمارے لئے کافی ہے" --- لیکن اس کے باوجود حاضرین میں بحث مباحث شروع ہو گئی تھی۔ اور یہ بحث دیر تک جاری رہی۔ بعد میں مختلف روایتوں کے حوالے سے اس واقعہ کو طرح طرح کے معانی پہنائے گئے۔ ممکن ہے کہ قرطاس و قلم کا یہ واقعہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خصوصی کردار کسی فتنہ پردازی ہی کا کرشمہ ہو' اور اس واقعہ کا راوی "واقعہ کی پوری ہیئت محفوظ نہ رکھ سکا" ہو۔

اس واقعہ کو من و عن مان لینے سے شان نبوتؐ میں بھی گستاخی ہوتی ہے اور فضائل عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بھی کمزوری اور کجی واقع ہوتی ہے۔

Marfat.com

باب - ٦

عہد فاروقیؓ میں اسلامی فتوحات اور فروغ اسلام

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی رحلت کے بعد خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کا زیادہ وقت جعلی مدعیان نبوت اور مرتدین کی سرکوبی اور بیخ کنی میں گزرا۔ یہ ایک طرح کے اندرونی مسائل تھے' لیکن ان مسائل سے نمٹنے کے ساتھ ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے دور میں فتوحات اسلامی کا بھی آغاز ہو گیا تھا۔ اور اسلامی سلطنت بتدریج وسعت حاصل کرنے لگی تھی۔ خلافت کے ابتدائی دو برسوں میں عراق اور حیرۃ تمام اضلاع فتح کر لیے گئے تھے' اور پھر شام پر بھی مسلمان مجاہدین کی مہمات شروع ہو چکی تھیں۔ اور پھر اسی دور میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کا منصب سنبھالا تو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شروع کردہ مہمات کو اولیت دی۔ اس طرح عہد فاروقیؓ میں بھی اسلامی فتوحات کا باب کھل گیا۔ حضرت عمر بن خطابؓ کی خلافت کا عرصہ تیرہ برس تھا۔ اس دوران میں جو اسلامی فتوحات ہوئیں' ان کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں اکثر اسلامی فتوحات کا ذکر ابو حنیفہ احمد بن داؤد الدینوری کی کتاب "اخبار الطوال" میں ملتا ہے۔ اسی کتاب کے حوالے سے لکھا ہے کہ منصب خلافت سنبھالنے کے ساتھ حضرت عمر بن خطابؓ نے عراق کی طرف رسالے بھیجنے کا عزم بالجزم کر لیا تھا۔

جنگ پل۔ چنانچہ انہوں نے ابو عبید بن مسعودؓ (جنہیں ابو المختار بن ابی عبید الثقفی کے نام سے بھی جانا جاتا ہے) کو بلایا اور انہیں پانچ ہزار سپاہ کا سالار بنا کر عراق کی طرف کوچ کرنے کا حکم دے دیا۔ اسی طرح ادھر مثنیٰ ابن حارثہؓ کو لکھا کہ وہ اپنی جمعیت سمیت ان سے مل جائیں۔ سلیط بن قیس کو بھی ابو عبید کے ہمراہ روانہ کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ "میں تمہارے ساتھ ایک آدمی روانہ کر رہا ہوں جو از روئے اسلام تم سے افضل ہے۔ لہٰذا اس کا مشورہ مان لیا کرنا"۔

Marfat.com

عراق کے حکمرانوں کو حضرت ابو عبیدؓ کی آمد کی پہلے ہی اطلاع مل گئی تھی۔ لہٰذا انہوں نے حاجب شاہ کو چار ہزار سوار دے کر مقابلے کے لئے روانہ کر دیا تھا۔ یہ صورت حال دیکھ کر ابو عبیدؓ نے مسلمانوں کی فوج کو دریائے موج خیز پر پل بنوا کر اپنے سپاہیوں کو جلد ہی پار اتار لیا۔ مسلمانوں کا گویہ عجلت بھرا فیصلہ تھا' لیکن اس کے باوجود وہ فوری طور دشمن کے مقابلے میں ڈٹ گئے تھے۔ لیکن اس بے جا عجلت نے مسلمانوں کو خاصا نقصان پہنچایا اور یکے بعد دیگرے ابو عبیدؓ اور سلیط بن قیسؓ بھی اس جنگ میں کام آئے۔ ان کے بعد اسلامی فوج کا جھنڈا مثنیٰ بن حارثہؓ نے سنبھالا تو اس نے قدرے مسلمانوں کی فوج کو زیادہ فوجی حکمت عملی سے لڑایا اور رفتہ رفتہ تمام فوجیوں کو پل کے ذریعے سے پار اتار لیا۔ اس کے بعد مثنیٰ بن حارثہؓ نے اسلامی فوج کو ثعلبیہ کے مقام پر خیمہ زن کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد مثنیٰ بن حارثہؓ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عریضہ بھجوایا اور مسلمانوں کی فوج کی کیفیت سے آگاہ کر کے رہنمائی حاصل کی۔ اس واقعہ پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلمانوں کی پسپائی اور نقصان پر بڑا دکھ ہوا۔ انہوں نے تازہ کمک پہنچنے تک مثنیٰ بن حارثہؓ کو توقف کرنے کی ہدایت کی۔

ادھر اسلامی دنیا کے دارالخلافہ مدینہ المنورہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے اسلامی فوج میں بھرتی ہونے کی اپیل کی۔ اس اپیل پر جذبہ شہادت اور جوش جہاد سے سرشار مختلف قبائل نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مخنف بن سلیم ازدی اپنے قبیلے کے سات سو افراد کے ہمراہ لشکر اسلام میں آ کر شامل ہو گیا۔ معینؓ بن معبد بن زرارہ بنو تمیم کے ایک ہزار سے زائد افراد کو ساتھ لے کر پہنچ گیا۔ اسی طرح عدی بن حاتمؓ اور انس بن بلالؓ بھی اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ پیش ہو گئے۔ ان جمع ہونے والے مسلمان لشکروں پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جریر بن عبداللہ بجلی کو امیر مقرر کیا۔ جریرؓ ان مجاہدین کو لے کر ثعلبیہ پہنچ گیا۔ جریرؓ نے مثنیٰ بن حارثہؓ سے صلاح مشورہ کر کے اپنے فوجیوں کو اپنی اپنی فوجی حکمت عملی کے تحت سرزمین سواد میں پھیلا دیا۔

ابلہ اور بصرہ۔ عراق کے ایرانی حکمرانوں نے اب اپنے آپ کو قلعہ بند کر لیا تھا اور ایک بہت بڑی فوج مہران بن مہرویہ ہمدانی کی زیر کمان کر دی تھی۔ ایرانیوں نے مسلمانوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آغاز میں مسلمانوں کا نقصان ہوا لیکن پھر چند ایک پر جوش تقریروں کے بعد مسلمانوں کے حملوں نے مہران کی فوجوں کے قدم اکھیڑ دیئے۔ اس طرح مقام پل پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور شکست خوردہ عجمی مدائن میں جا کر ٹھہر گئے۔ مہران چونکہ خود بھی مثنیٰ بن حارثہؓ

Marfat.com

کے ہاتھوں ہلاک ہو گیا تھا۔ اس لئے اہل فارس کے حوصلے پست ہونے لگے تھے۔ یوں مسلمانوں نے جلد ہی سورا کسکر اور صراۃ سے لے کر فلالیج اور استانات کا سارا علاقہ روند ڈالا تھا۔

اس فتح کے بعد مثنیٰ بن حارثہؓ نے حیرہ پر قبضہ کر لیا اور وہاں سے بہت سا زر و اموال حاصل کیا ---- اسی اثناء میں حضرت عمرؓ نے مزید ایک کمک عتبہ بن غزوان کی سربراہی میں انہی علاقوں کی جانب روانہ کی۔ اس وقت تک مسلمانوں نے فرات کو عبور کر لیا تھا۔ بابل کے مشہور تاریخی علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ عتبہ بن غزوانؓ موجودہ بصرہ کے علاقوں میں اپنی کمک کے ساتھ پہنچا ان علاقوں پر قبضہ کیا اور سنگریزوں اور پتھروں کی بہتات کے باعث اس علاقے کو بصرہ کا نام بھی انہی نے دیا تھا۔ یوں ابلہ کے نواحی علاقے مسلمانوں نے مکمل طور پر تسخیر کر لئے تھے۔

علاقہ بصرہ میں مختصر قیام کے بعد عتبہؓ بن غزوان نے مزار اور ملبوس پر قبضہ بھی کر لیا تھا۔ ان علاقوں سے بھی مسلمانوں کو قیمتی مال غنیمت ہاتھ لگا۔ اس کے بعد عتبہؓ نے فرات کے قرب و نواح کے علاقوں پر بھی توجہ مرکز کی تو جلد ہی دست میسان اور کئی قصبات پر قبضہ کر لیا۔ پھر ابر قباد پر قبضہ کیا۔ اگرچہ عتبہ نے ان پے بہ پے فتوحات اور توسیع سلطنت اسلام کی تمام تفصیلات سے خط و کتابت کے ذریعے سے خلیفتہ المسلمینؓ کو باخبر رکھا تھا لیکن اس کے باوجود بنفس نفیس حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔

یوں عتبہؓ کے بعد سالار عساکر مغیرہ بن شعبہؓ مقرر ہوا۔ مغیرہ نے کئی چھوٹے علاقوں کو فتح کیا اور میسان میں مزید استحکام حاصل کیا۔ یوں مسلمانوں کو خاصی قوت حاصل ہوئی ---- اسی اثناء میں مغیرہؓ پر چند الزامات عاید ہوئے تو حضرت عمرؓ نے ان مسلم عساکر کی سربراہی ابو موسیٰؓ کو سونپ دی۔ ابو موسیٰؓ نے بصرہ میں رفاہ عامہ کے کاموں پر بھی خاصی توجہ دی۔ اس طرح کئی مساجد اور دیگر عمارتیں بھی تعمیر کروائیں۔ اسی اثناء میں جب حضرت مغیرہؓ پر الزامات جھوٹے ثابت ہوئے تو انہیں بھی دوبارہ بصرہ ہی میں ابو موسیٰؓ کی معاونت کے لئے بھجوا دیا گیا۔

مسلمانوں کی ان فتوحات کی ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ جب عرب مسلمان جا بجا ایرانی سلطنت کے علاقوں پر قابض اور فاتح ہو رہے تو ایرانیوں نے آپس میں کہنا شروع کر دیا تھا کہ ہم پر عالم ادبار کی آمد اس لئے ممکن ہوئی ہے کہ ہم پر عورتیں حکمران ہیں۔ اس کے بعد ایرانیوں نے سولہ سال شہریار بن کسریٰ پرویز کو اپنا بادشاہ بنا لیا تھا۔ لیکن باہمی نفاق پیدا ہو گیا اور خانہ جنگی کی صورت پیدا ہو گئی تو باقاعدہ طور پر عورت (یعنی آزرمیدخت) کی حکومت ختم

Marfat.com

ہوئی اور یزد جرد بادشاہ بن گیا۔ اس نے رستم بن ہرمز کو افواج فارس کا سپہ سالار مقرر کیا۔

معرکہ قادسیہ ۔ رستم بن ہرمز نے ایرانی فوجوں کی سپہ سالاری سنبھالنے کے ساتھ عرب مسلمانوں کی فتوحات کو روکنے کے لئے خود ایک بھاری فوجی معیت کے ساتھ قادسیہ کی راہ لی۔ اس امر کی اطلاع جریر بن عبداللہ اور مثنیٰ بن حارثہ کو بھی مل چکی تھی۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس ہزار کا لشکر اب قادسیہ کی جانب حضرت سعد بن ابی وقاص کی سرکردگی میں روانہ کر دیا تھا۔ سعد بن وقاص جلد ہی قادسیہ پہنچ گئے تھے لیکن اس وقت تک مثنیٰ بن حارثہ فوت ہو چکے تھے۔ اسی اثناء میں ایرانی فوجیں رستم کی سربراہی میں دیر الاعور میں پہنچ کر خیمہ زن ہو چکی تھیں۔

ایرانی فوجوں کی سدھ بدھ لینے کے لئے طلیحہ اسدی نے بہت اہم خدمات انجام دیں اور اس نے ایرانیوں کی فوج کی صحیح صحیح طرح سے جاسوسی کی اور متعدد معلومات حاصل کیں۔ لیکن رستم نے چار ماہ تک اپنی فوجوں کو عساکر اسلام کے سامنے رکھا۔ رستم کو یہ گمان تھا بے چارے عرب مسلمان اس آمنے سامنے کی کیفیت ہی میں بھاگ جائیں گے۔ پھر ایک دن رستم نے پیغام بھجوا کر مسلمانوں میں سے کسی عاقل اور دانا شخص کو بلا کر اس سے بات چیت کرنا چاہی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کو اس مقصد کے لئے رستم ہرمز کے پاس بھیج دیا اس مندوب کی ملاقات میں رستم ہرمز نے اپنی قوت' عظمت اور کثرت اور سطوت و حشمت کا حوالہ دے کر بہت اثر ڈالنا چاہا لیکن حضرت مغیرہ بن شعبہ نے برملا اور جواباً" دو ٹوک انداز میں فرمایا کہ ہمیں آپ لوگوں کی قوت و حشمت اور کثرت کا بخوبی علم ہے۔ ہماری جو حالت پہلے تھی اس کا بھی ہمیں پتا ہے لیکن اب ہم اللہ کے سوا کسی کو معبود نہیں سمجھتے اور اب ہم اللہ کا حکم ہر گوشے میں پہنچا رہے ہیں۔ اس لئے جو بھی ہماری دعوت قبول کر کے مسلمان ہو جائے اس کے لئے وہی حقوق ہیں جو ہمارے ہیں۔ جو انکار کرتا ہے اس سے ہم جزیہ لیتے ہیں اور جو جزیہ دینے سے انکار کرتا ہے اس کے خلاف ہم علم جہاد بلند کرتے ہیں۔ لہٰذا ہمارا تمہیں بھی یہی پیغام ہے۔

ایرانی سپہ سالار رستم بن ہرمز مسلمان مندوب کی اس جرات اور بے باکی پر بے حد بگڑ گیا اور اگلی صبح سب کو موت کے گھاٹ اتارنے کا پیغام دے کر پیغامبر مغیرہ بن شعبہؓ کو مسلمانوں میں واپس جانے کی اجازت دے دی۔ اسی شام دونوں فوجوں نے جنگ کی آخری اور حتمی تیاری کی اور صبح ہوتے ہی فوجوں کی صفیں بندھی ہوئی تھیں۔ اپنی بیماری کے باعث حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت خالدؓ بن عرفطہ کو افواج اسلامی کی سربراہی بخشی اور خود عام

Marfat.com

سپاہیوں کی طرح حصہ لیا۔ اس جنگ میں مسلمان رجز خوانوں سے مسلمانوں میں جوش و خروش پیدا کیا۔

میدان جنگ میں ایرانی عجمیوں کی تیرہ اور مسلمان مجاہدین کی صرف تین صفیں بنی تھیں۔ اس قلیت کا اکثریت کے ساتھ مقابلہ اگرچہ آسان نہیں تھا لیکن اس کے باوجود مسلمانوں نے یک بارگی حملے کا منصوبہ بنایا۔ ابتدائی نجی اور فردی مقابلوں میں مسلمانوں کو قیمتی جانیں گنوانا پڑیں لیکن ان کے حوصلے بلند رہے۔ اور جب گھمسان کا رن پڑا تو مسلمان مجاہدین نے ایرانی فوجیوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ اس کے بعد رستم کی فوجوں نے ایک بار پھر مسلمانوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ پھر عرب مسلمانوں نے میمنہ کے زوز پر قلب پر حملہ کیا۔ یوں ایرانیوں کی قوت جواب دے گئی۔ رستم مارا گیا' اور باقی سپاہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ پھر ایرانیوں کے اس بچے کھچے شکست خوردہ لشکر نے دیر کعب میں جا کر پناہ لی۔ اس کے بعد ایرانیوں کو جب تازہ کمک ملی تو وہ ایک بار پھر مقابلے میں آگئے اور نخار جان کی سرکردگی میں وہ لڑنے لگے۔ یہاں پر بھی مسلمان مجاہدین ایرانی عجمیوں کو شکست دی۔

دارالہجرت کی تعمیر۔ حضرت سعد بن وقاصؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں فتح کی خبر بھجوا دی تو حضرت عمرؓ نے اس پر خدا کا شکر ادا کیا۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سعد بن ابی وقاصؓ کو یہ حکم دیا کہ "جتنے عرب مسلمان تمہارے ساتھ ہیں ان کے لئے ایک دارالہجرت تعمیر کر دیں' لیکن وہ ایسی جگہ پر ہو کہ میرے اور ان لوگوں کے مابین دریا حائل نہ ہو۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کی تعمیل کی اور دارالہجرت تعمیر کروانے کے علاوہ مسجد اور ایک محل بھی تعمیر کروا دیا تھا۔

فتح مدائن۔ ایرانی عجمیوں کو یہ شکست فاش مقام قادسیہ پر ہوئی تھی۔ اس جنگ میں ایران کے بڑے بڑے سردار اور جنگجو بہادر بھی مارے گئے تھے۔ اس کے بعد وہ لوگ بھاگ کر دریائے دجلہ کے کناروں کے قریب جا کر پناہ گزین ہو گئے تھے لیکن مسلمانوں نے وہاں پر بھی ان کا تعاقب کیا۔ یہاں پر مدائن میں ایرانی فوجیں مقیم ہو چکی تھیں۔ مسلمانوں نے دریا کو عبور کر کے ان پر کئی ضربیں لگائیں اور پھر طویل محاصرے کے بعد دونوں میں ایک طرح کی مصلحت کے تحت مصالحت ہو گئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود ایرانی رہنما یزد جرد نے ایک بار فوجیوں کو کئی طرح کے لالچ دے کر تیار کیا' اور مسلمانوں سے لڑا دیا۔ یہاں پر مسلمانوں نے کامیاب حملہ کرنے کی خاطر دریا میں بھی اپنے گھوڑے ڈال دیئے۔ پانی کے اندر بھی لڑائی ہوتی رہی۔ پھر دریا سے نکل کر دوسرے کنارے پر جا کر مسلمانوں نے دشمن کو تہہ تیغ کیا یوں

Marfat.com

مسلمان مدائن پر بھی قابض ہو گئے اور یہاں سے بہت بھاری مال غنیمت ہاتھ لگا۔

معرکہ جلولا۔ مدائن پر مسلمانوں کی فتح سے چند ایک روز پیشتر ایرانی فوج کا ایک کمانڈر خرزاد اپنے لشکر کو لے کر جلولا کی جانب بھاگ گیا تھا۔ یہاں پر اسے یزد جرد نے بھی ایک کمک بھجوا دی تھی۔ اب خرزاد نے اپنے گرد ایک خندق کھدوا لی تھی۔ اس مقام کی جانب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے رخ کیا۔ مسلمان عساکر نے بھی ایرانی فوجوں کے قریب ہی آکر ڈیرے ڈال لئے۔ اس وقت مسلمانوں کی اس فوج کی کمان حضرت عمرو بن مالکؓ کے سپرد تھی۔ اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو بھی تازہ دم کمک پہنچ گئی تھی۔ پھر ایک دن عربی مسلمان اور عجمی ایرانی فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ دونوں فوجیں ایک دوسری کا پامردی سے مقابلہ کرتیں رہیں۔ تمام دن گھمسان کی جنگ جاری رہی۔ مغرب کی نماز کے بعد چاند کی زرد روشنی میں بھی لڑتے ہوئے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح سے نوازا' اور دشمن بھاگ کھڑا ہوا۔ اس فتح میں بھی مسلمانوں کے ہاتھ خاصا مال غنیمت لگا۔ اس قدر مال متاع اور زر و جواہر مسلمانوں کو اس سے پہلے کبھی ہاتھ نہیں لگے تھے۔ پھر بہت سی آزاد خواتین باندیاں بن کر بھی ان کے قبضے میں آئیں۔ ان میں سے کئی باندیوں کے بچے اور اولاد بھی تھی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے۔ "اے خدا میں جلولا کی باندیوں کے بچوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔ بہرحال ان باندیوں کے بچے بعد کے برسوں میں جنگ صفین میں شریک ہوئے۔ بہر صورت مسلمانوں نے جلولا پر قبضے کے بعد یہاں پر ایک مضبوط چھاؤنی قائم کی اور فوجیوں کی مستقل سکونت اور قیام کو یقینی بنا دیا گیا۔

معرکہ جلولا کے بعد حضرت سعدؓ پوری جمعیت کے ساتھ کوچ کر کے کوفے میں جا اترے تھے اور حضرت عمرؓ کو فتح کی تفصیلی خبر بھی بھجوا دی تھی۔ اس کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ قریباً" ساڑھے تین سال تک کوفہ اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں کے گورنر رہے۔

جنگ شہر تستر۔ جلولا سے مات کھانے کے بعد عجمی ایرانی فوج حلوان میں چلی گئی تھی۔ یزد جرد بھاگ کر اپنے اہل خاندان میں آچکا تھا۔ پھر اسے فارس و اہواز کا گورنر بنا دیا گیا تھا۔ اس وقت اہواز میں ابو موسیٰ اشعریؓ مسلمانوں کے لشکر لئے ہوئے موجود تھا۔ پھر ایرانیوں کی فوج کو لیے ہوئے ہرمزان شہر تستر میں پہنچ گیا تھا۔ ان کے مقابلے کے لئے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے مرکز سے رہنمائی کے لئے لکھا وہاں سے کمک بھی پہنچی اور دیگر سپہ سالاروں کا فوجی تعاون بھی حاصل ہوا۔ جب مسلمان مجاہدین کی تعداد مناسب ہو گئی تو ابو موسیٰ اشعریؓ فوجوں کو لے کر شہر تستر پہنچ گیا۔ ہرمزان یہاں پر اپنی نفری کو لے کر قلعہ بند ہو گیا۔ یوں کئی دنوں

Marfat.com

کے توقف اور تیاری کے بعد باقاعدہ جنگ شروع ہوئی- زور کی جنگ لڑی گئی- دونوں طرف کے بہت سے آدمی مارے گئے- آخر اللہ نے اپنی نصرت نازل فرمائی اور عجمی بھاگ گئے اور شہر تستر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا- قریبا" ایک ہزار ایرانی عجمی اس معرکے میں کام آئے اور چھ سو افراد گرفتار ہوئے- ابو موسیٰ اشعریؓ نے ان چھ سو قیدیوں کو قتل کروا دیا- اس فتح کے باوجود ایرانی فوجیوں کی ایک جمعیت قلعہ بند ہی تھی- اس حالت میں اب ان قلعہ بند فوجیوں پر بھی ایک حکمت عملی کے تحت قبضہ کر لیا گیا تھا- ابو موسیٰ اشعریؓ اور ان کے ساتھیوں نے بے پناہ بہادری اور جرات کے کارنامے سرانجام دیئے- جب قلعہ پر بھی قبضہ کر لیا گیا تو شہریوں کو امان دی گئی- اور چند امورؒ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیرالمومنین سے رہنمائی حاصل کر لی گئی-

شہر تستر پر فتح کے بعد بھی مسلمان فوجیوں کے ہاتھ بہت سا مال غنیمت لگا لیکن مسلمان سپہ سالاروں نے وہ سب مسلمان فوجیوں میں تقسیم کر دیا- کچھ زروجواہر خلیفہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھی بھجوا دیئے تھے- ایرانیوں کا سپہ سالار ہرمزان اپنے تمام عزیزوں اور مرزبانوں کے ہمراہ اپنی پوری کروفر اور شان سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچ گیا تھا- ہرمزان کے ہمراہ اس کے تین سو دیگر آدمی بھی تھے- سب شاہانہ اور زرق برق لباس میں ملبوس تھے- ان لوگوں کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑا معروف طریق اختیار کیا تھا-

اصل میں تو ایرانی فوجوں کو جلولا کی شکست کے بعد یہ بخوبی محسوس ہو گیا تھا کہ اب مسلمانوں کے مقابلے میں عراق پر تسلط اور قبضہ رکھنا امر محال ثابت ہو گا- اس لئے یہاں سے ایرانی نگرانوں نے رفتہ رفتہ کھسکنا شروع کر دیا تھا---- اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ مسلمان جن علاقوں کو فتح کرتے جاتے تھے وہاں پر باقاعدہ مضبوط فوجی چھاؤنیاں اور باوقار گورنر بھی مقرر کر دیتے تھے- لیکن ان کے برعکس ایرانی سپہ سالار اور حاکم ان علاقوں پر حکومت کے لئے جبر اور ظلم سے کام لیتے تھے- اپنا شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ قائم رکھتے تھے- لیکن مسلمان حکمرانوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگرانی میں سادہ اور عام آدمی کی سی زندگی اپنانے کو ترجیح دی اور اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کی فلاح و بہبود پر بھی اپنی زیادہ توجہ مرتکز کیے رکھی- اور یہ اسلام کی نعمتیں تھیں-

جنگ نہاوند- ۲۱ ہجری میں جنگ نہاوند ہوئی- جلولا کی جنگ کے بعد ایرانیوں کے حوصلے پست ہو گئے تھے- اس لئے یزد جرد شہر قم میں چلا گیا تھا- وہاں پر جا کر یزد جرد نے ایک

Marfat.com

بار پھر اپنی فوجوں کو ترتیب دینے پر توجہ دی۔ اب کی بار اس نے طبرستان، قومس، جرجان، دماوند، رے، اصفہان اور ہمدان وغیرہ سے لوگوں کو جنگ کے لئے جمع کر لیا تھا۔ لہٰذا یزد جرد نے ان ایرانی فوجوں کی قیادت مردان شاہ بن ہرمز کے سپرد کر کے اسے نہاوند کی جانب روانہ کر دیا۔

ایرانیوں کی اس نئی کوشش کی اطلاع عمار بن یاسرؓ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھجوا دی تھی۔ اس اطلاع پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مشیروں سے مشورہ کیا اور پھر حضرت علیؓ کی زیادہ صائب اور وقیع رائے پر شام، عمان اور دیگر صوبہ جات اور اضلاع سے فوجیں بھجوانے کا فیصلہ کیا۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "میں کل یقیناً ایسے شخص کو اس جنگ کا سپہ سالار مقرر کروں گا جو دشمنوں کے نیزوں کو کاٹ کر رکھ دے گا"۔ چنانچہ اس اسلامی لشکر کی سربراہی حضرت نعمان بن مقرنؓ کے سپرد کی گئی۔ حضرت نعمانؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی تھے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی فرمان بھجوایا کہ اگر نعمان شہید ہو جائیں تو پھر حذیفہ بن یمانؓ لشکر کی سربراہی سنبھالیں گے۔ اور اگر حذیفہ بھی شہید ہو جائیں تو جریر بن عبداللہ بجلیؓ مسلمانوں کے سربراہ لشکر ہوں گے۔ اور اگر جریر بھی شہید ہو جائیں تو مغیرہ بن شعبہؓ امیر مقرر ہوں گے۔ اسی طرح ان کے بعد اشعث بن قیسؓ بھی امیر ہوں گے۔ عمر بن معدی کربؓ اور طلیحہ بن خویلدؓ صلاح مشورے میں مدد کریں گے۔ فتح کی صورت میں سائب بن اقرعؓ اموال غنیمت کے انچارج ہوں گے۔

اس بھرپور پیغام کے آخر میں حضرت عمرؓ نے یہ بھی تحریر فرمایا تھا اس جنگ میں فتح کی صورت میں "میرے پاس کوئی ناواجب شے نہ بھیجنا۔ نیز یہ کہ اگر یہ لشکر مارا جائے تو پھر بھاگ جانا میرے سامنے نہ آنا"۔ بہر صورت اس قدر واضح اور عیاں ہدایات کے بعد مسلمانوں کا لشکر تیار ہو گیا۔

ادھر نہاوند میں ایرانی عجمی فوجیں موجود تھیں، مسلمانوں کا لشکر ان سے دو تین میل کے فاصلے پر اسفیذبان کے مقام پر جا کر جمع ہو گئے۔ ایرانیوں نے اپنے آپ کو ایک طرح سے قلعہ بند کر لیا تھا اور ایک خندق بھی کھود لی تھی۔ اس طرح دونوں فوجیں کچھ عرصہ تک آمنے سامنے کھڑی رہیں۔ ایرانیوں کو بدستور تازہ کمک بھی پہنچتی رہی۔

اس جنگ میں مسلمانوں کے امیر نے چند ایک ایسی جنگی چالیں چلیں اور حکمت عملی اپنائی کہ اس پر پہلے تو ایرانی فوجیں بہت خوش ہوئیں، لیکن اس کے بعد گھمسان کی جنگ ہوئی۔

Marfat.com

لوہے سے لوہا ٹکرایا- دونوں جانب سے مرنے والوں کے پشتوں کے پشتے لگ گئے- یہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہا- اگلی صبح پھر جنگ شروع ہوئی- پھر جنگ سارا دن جاری رہی- جنگ دو روز مزید ہوتی رہی-

پھر اسی جنگ میں ایک دن نعمان بن مقرنؓ نے بڑی پر جوش تقریر کی' اور مسلمانوں کے حوصلے بلند کیے- اس کے بعد رات کے پہلے پہر میں اللہ اکبر کے نعروں میں ایرانیوں پر شدید حملوں کا سلسلہ شروع کر دیا- اس گھمسان کے رن میں سب سے پہلے حضرت نعمان بن مقرنؓ ہی نے جام شہادت نوش فرمایا- ان کے بعد حسب فرمان حذیفہؓ نے فوج کی قیادت سنبھالی' اور ایرانیوں کے دستوں میں پیش قدمی شروع کر دی- انہوں نے اپنی بصیرت اور تائید ایزدی سے ایرانی فوجوں کو گھیرے میں لے لیا تھا- یہاں پر مسلمان ایرانیوں کے ساتھ معرکوں میں مصروف رہے اور انہوں نے ایرانیوں کے قلعے تک کی رسد اور کمک کو بھی کاٹ کر رکھ دیا تھا- اس کے بعد ایرانی قلعہ بند فوجوں نے باقاعدہ جنگ شروع کر دی- پھر ایرانیوں کے سردار اور ضلع کا مالک سردار دینار گرفتار ہو گیا- دینار کو جب اس کی خواہش پر سالار عساکر اسلامی حضرت حذیفہؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے مصالحت کی چند ایک شرائط پیش کیں جنہیں مسلمان سپہ سالار نے مان لیا- یوں ایرانی لشکر نے قلعہ کے دروازے کھول دیئے- یوں نہاوند کے قلعے پر بھی مسلمانوں نے قبضہ کر لیا- یہاں پر ایران کے چند ایک سرداروں نے اپنی زمینوں کے بدلے میں پناہ بھی طلب کر لی تھی- اس طرح مسلمان فاتحین کو اس جنگ نہاوند میں بے شمار سونا اور زیورات اور قیمتی اشیاء اموال غنیمت میں ملیں-

اموال غنیمت- سائب جو اموال غنیمت کا انچارج تھا' اس نے جملہ اموال غنیمت تقسیم کر دیا اور بعض قیمتی زیورات فروخت کر کے ان کی رقم بھی بانٹ دی- یہاں سے دو شاہی سنگاردان بھی ملے تھے' سائب نے وہ سنگاردان حضرت عمرؓ کی پاس بھجوا دیئے تھے- لیکن حضرت عمرؓ نے وہ سنگاردان فروخت کر کے ان کی قیمت مسلمانوں کے وظائف اور عطیات کے لئے رکھ دی تھی- ان سنگاردانوں کی قیمت اس وقت بیس لاکھ دینار تھی- یہ یہ دونوں سنگار دان کوفے کے ایک شخص عمرو نے خریدے تھے- کہا جاتا ہے کہ ان سنگار دانوں میں جو کچھ تھا' اس کے باعث وہ کوفے کا مالدار ترین شخص بن گیا تھا-

جنگ نہاوند میں اگرچہ ایرانی فوجیں زیادہ مدت تک محصور ہی رہیں لیکن اس کے باوجود جب گھمسان کا رن پڑا تو اس وقت جنگ کا ہولناک منظر تھا- مسلمانوں نے تیغ زنی اور نیزہ بازی کے مثالی جوہر دکھائے- اس طرح مسلمان مجاہدین جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر لڑتے رہے-

Marfat.com

اگرچہ اب ان جنگوں میں مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت بھی ہاتھ لگتا تھا لیکن اس کے باوجود وہ صرف اور صرف اپنے دین کی خاطر اور فروغ اسلام کے لئے لڑتے تھے۔ اس جنگ کے حوالے سے عروہ بن زید الخیل کے کئی اشعار میں چند ایک کا ترجمہ یوں ہے کہ "میرے نزدیک دنیا ذلیل و کمینی شے ہے --- میرا اب اگر کوئی مقصود ہے تو محض جہاد۔ اس لئے اگر کوئی وجود پیچھے ہٹے یا منہ موڑے تو اس سے خدا سمجھے۔ ہم دنیا کا مال و دولت حاصل کرنے کے متمنی نہیں' یہ وافر ہونے کے باوصف ہماری نگاہوں سے گر چکی ہے۔ اور پھر میں ان خزائن کے ساتھ کیا امیدیں وابستہ کروں' جو میں نے جمع کیے' جب کہ موتیں نیزوں کی طرح سروں پر سایہ کئے ہوئے ہیں"۔

جنگ کے دنوں میں اس طرح کی رجزیہ شاعری سے اس جنگ نہاوند کا پورا نقشہ اور مسلمان مجاہدین کی کیفیت اور خیالات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے' اور یہ واقعی ان مجاہدوں کی جرات اور جذبہ جہاد تھا کہ ایرانی فوجیں تلواروں کے کھیل میں پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑی ہوئیں۔

تخت ایران پر حملے۔ عراق کے علاقوں میں سے ایرانی فوجیں اپنی پے بہ پے شکستوں اور ہزیمت کے بعد اب اپنے تاریخی علاقوں میں آکر ارتکاز کرنے لگی تھیں۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار نہ جانے کس پس منظر میں یہ کہا تھا کہ "اے کاش عرب اور ایران کے درمیان آگ کا دریا حائل ہوتا"! لیکن اس کے باوجود عراقی علاقوں میں فتوحات حاصل کرنے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے تو کچھ توقف سے کام لیا لیکن پھر انہوں نے محسوس کیا کہ ایرانی حکمران مسلسل فتنے اور فسادات پیدا کرتے رہتے ہیں' اس لئے ان کا کوئی مستقل بندوبست کرنا ضروری ہے۔ ویسے بھی اگر ایران کا بادشاہ موجود رہتا' اس وقت تک ممکن نہیں تھا عرب مسلمان' ایرانیوں کی ریشہ دوانیوں سے بچے رہ سکتے۔ اس کے علاوہ چند ایک جید صحابہ کرامؓ نے بھی یہی مشورہ دیا تھا کہ ایران پر باقاعدہ فوج کشی کی جائے۔

اس طرح حضرت عمرؓ نے خلافت میں آنے کے چھٹے سال یعنی ۱۹ ہجری میں اپنی مجلس مشاورت سے باقاعدہ صلاح مشورہ کر کے ایران کے تخت پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا لیا تھا کیونکہ صحابہؓ نے بھی یہی مشورہ دیا تھا کہ "جب تک ایران کے تخت کا وارث موجود ہے' اس وقت تک ایرانیوں کا فتنہ و فساد ختم نہیں ہو سکتا"۔ گویا اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عساکر اسلام کی ترتیب و تنظیم کی اور تیاری کی۔ ایران کے مختلف حصوں

Marfat.com

کے لئے فوجی افسر نامزد کئے۔ اس طرح احنف بن قیسؓ کو خراسان کی مہم پر روانہ کیا۔ یہیں پر یزد جرد اپنی فوجوں کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ مقابلے کے لئے تیار تھا۔ اسی طرح اردشیر اور سابور کی مہموں کے لئے مجاشع بن مسعودؓ کو روانہ کیا۔ پھر اصطخو کی مہم پر عثمان بن ابی العاصؓ کو، فسا کا کی جانب ساریہ بن زنیم کنانیؓ کو، کرمان کی طرف حکم بن عمیرؓ کو روانہ کیا تھا۔ پھر وسطی ایشیا کے ایرانی علاقوں کے لئے عتبہ بن فرقدؓ کو متعین کیا۔ اس طرح آذر بائیجان کی جانب عتبہ بن فرقدؓ روانہ ہو گئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے یہ اسلامی لشکر باقاعدہ طور پر بیک وقت ۲۱ ہجری میں اپنی اپنی مہمات پر روانہ ہو گئے تھے۔ ان مشہور اور بڑی مہمات کے علاوہ بھی چند ایک چھوٹی مہموں پر مسلمان مجاہدین کے لشکر روانہ کیے گئے تھے۔

ان مہمات میں سب سے پہلے عبداللہ بن عبداللہؓ نے اصفہان پر فوج کشی کی تھی۔ یہاں پر شہریار کی ایرانی فوجوں سے آمنا سامنا ہوا۔ عبداللہؓ نے اس کا مقابلہ کیا اور شہریار مارا گیا۔ تو فوجوں کے سپہ سالار ابیدان نے مسلمانوں کے ساتھ چند شرائط پر صلح کر لی تھی۔

کچھ عرصہ پیشتر نعیم بن مقرانؓ نے ہمدان کو ایک بار تو فتح کر لیا تھا لیکن اس وقت تک رے، دیلم اور آذر بائیجان کے سرداروں نے ہمدان کی مدد کی اور مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرا دی تھی، لیکن نعیم بن مقرانؓ نے ان متحدہ فوجوں کا مقابلہ کیا ایرانیوں کو ہمدان میں شکست فاش سے دو چار کر دیا۔ اس کے بعد ندیم بن مقرانؓ ہی نے رے، طبرستان، قومس اور جرجان کے کئی علاقوں پر بھی فتح حاصل کر لی تھی۔ ان مختلف معرکوں میں بھاری مقدار میں مال غنیمت بھی ہاتھ لگا تھا۔

قومس کے ساتھ ہی طبرستان کی سرحد تھی۔ نعیم بن مقران نے جب طبرستان کی سرحدوں کو پامال کیا تو سرحدی علاقوں کے سرداروں نے صلح کر لی۔ اس پر نعیمؓ جرجان اور بسطام کے علاقوں کی جانب متوجہ ہو گیا۔ لیکن یہاں کے حکمرانوں نے تو جلد ہی جزیہ دینا قبول کر لیا تھا، اس طرح قریباً ایک ہی سال کے عرصے میں طبرستان کا پورا علاقہ مسلمانوں کا باجگزار ہو گیا تھا۔

آذر بائیجان۔ عتبہ بن فرقدؓ وسطی ایشیا کے علاقہ آذر بائیجان کی جانب روانہ ہوا تھا، ان کے ساتھ بکیر بن عبداللہؓ بھی آکر شامل ہو گیا تھا۔ پھر ان دونوں نے ۲۲ ہجری میں آذر بائیجان کے کئی حصوں پر حملے کیے۔ بکیر بن عبداللہؓ نے کوہستان کے علاقہ میں اسفندیار کو شکست دی اور یہی نہیں بلکہ اسے گرفتار بھی کر لیا گیا۔ دوسری جانب عتبہ بن فرقدؓ نے بھی فتح و

Marfat.com

کامرانی حاصل کی۔ اس کے علاوہ عتبہؓ نے تو اسفندیار کے بھائی بہرام کو بھی ذلت ناک شکست دی۔ بعض حوالوں میں یہ بھی ملتا ہے انہی علاقوں کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے عہد میں حذیفہؓ نے فتح کیا تھا۔ بہر صورت اب آذر بائیجان کا پورا علاقہ مسلمانوں کی اطاعت میں آگیا تھا۔

آرمینیہ پر فوج کشی۔ ۱۷ ہجری میں شام کی جانب فوج کشی کے دوران آرمینیہ کو ایک بار پہلے بھی فتح کیا جا چکا تھا' لیکن اس کے بعد اب سراقہ بن عمروؓ اور عبدالرحمٰنؓ نے دوبارہ فوج کشی کی تھی۔ یہاں کا ایرانی حاکم بڑا ہی مغرور اور عوام کے ساتھ برا سلوک کرنے والا تھا' وہ عوام کو بڑا حقیر اور کم ذات لوگ سمجھتا تھا' اس لئے اس نے ایسے حقیر لوگوں کی خاطر لڑنے مرنے کو اپنے لئے کسرشان سمجھا' لہٰذا اس نے جزیہ دینے کی پیش کش کی تو اسلامی سپہ سالاروں نے اس کے ساتھ صلح کرلی' اس فیصلہ کی اطلاع جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے بھی سپہ سالاروں کے اس امن پسندی اور صلح جوئی کے عہد کی توثیق فرما دی تھی۔ گویا ایک ڈیڑھ سال کے اندر اندر ہی ایران کے کئی علاقوں پر مسلمان مسلط ہو چکے تھے۔

اس کے بعد اسلامی عساکر کی صورت یہ ہو چکی تھی کہ جو فوجی لشکر کسی علاقے سے فتح یاب ہوتا وہ مرکز سے خلیفہ کے حکم کے مطابق یا اطلاع دے کر اپنے کسی دوسرے قریبی لشکر سے مل کر نئی مہم پر چڑھ جاتا تھا۔ اس طرح اسلامی فوجوں کو ہمہ وقت تازہ بہ تازہ کمک ملتی رہی' اور فتوحات بھی بڑھ بڑھ کر قدم چومتی رہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اب ایرانیوں کے حوصلے پست ہو چکے تھے' انہوں نے پچھلے قریبا" دس برسوں میں دیکھ لیا تھا کہ مسلمان بدستور چھائے چلے جا رہے تھے' لہٰذا اب تو انہوں نے کئی مقامات پر برائے نام مزاحمت کی تھی۔

اسلام کا فلسفہ حیات۔ ان فتوحات کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ اسلام کی معاشرتی اور بھائی چارے کی تعلیمات جب عملی صورت میں سامنے آتیں تو لوگوں کو سکون' امن اور فلاح نصیب ہونے لگی تھی۔ اس سے پیشتر اکثر ایرانی حکمران اپنی رعایا کو نہایت ادنیٰ اور حقیر ہی تصور کیا کرتے تھے۔ بادشاہوں کو سب اپنی عیاشیوں اور فضول خرچیوں ہی کی ہمیشہ ہوس رہتی تھی' اس لئے وہ عوام الناس کو عام انسانی درجہ اور حقوق دینے کا بھی کبھی نہیں سوچتے تھے بلکہ بعض ایرانی حکمرانوں نے تو لوگوں میں براہمنوں کی طرح یہ نظریہ بھی دے رکھا تھا کہ صرف حکمران طبقہ ہی افضل اور اعلیٰ ہے اور وہی ظل سبحانی ہے اور باقی پوری رعایا انہی کے لئے ہے۔ ایرانی حکمرانوں نے تو اپنی رعایا کے لئے لاتعداد خورد و نوش کی چیزوں کو بھی عوام

Marfat.com

الناس کے لئے ممنوعہ قرار دے رکھا تھا' اور پھر سب سے بڑھ کر انہیں کسی نہ کسی طرح کے فلسفہ تقدیر کے حوالے سے بھی یہ باور کرا رکھا تھا کہ محکومیت ان کے مقدر میں لکھی ہوئی ہے۔ بہرصورت ان انسانی فلسفوں کے مقابلے میں اسلام کا فلسفہ حیات بڑا ہی حیات افروز اور انسانیت کو فلاح اور فروغ بخشنے والا تھا۔ اس فلسفہ اسلام میں باہمی بھائی چارہ' سلامتی اور امن و سکون بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ذلتوں کے مارے ہوئے' بنیادی حقوق سے وانچھے ہوئے' انسانیت کے عام سادہ درجہ سے بھی گرائے ہوئے لوگ جوق در جوق اور فوج در فوج دائرہ اسلام میں داخل ہو کر ایک نئی اور فلاح بخش ملت کے افراد بنتے جاتے تھے۔

فارس میں فتوحات۔ اگرچہ ایک عرصہ تک حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فارس پر کسی طرح کی فوج کشی میں توقف سے کام لیتے رہے۔ لیکن اسی اثناء میں بحرین کے والی علاء بن حضرمیؓ نے خلیفہ کی باضابطہ اور باقاعدہ اجازت کے بغیر ہی ۱۶ ہجری میں فارس پر حملہ کر دیا تھا۔ علاء بن الحضرمیؓ خود بڑا بہادر اور بلند حوصلہ تھا لیکن وہ اہل فارس کی قوت اور ان کی مزاحمت کا صحیح طور پر اندازہ نہیں کر سکا تھا' اس لئے اسے اس حملے میں خاصا نقصان اٹھانا پڑا۔ جب اس امر کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع ملی تو انہوں نے اب عتبہ بن غزوانؓ کو حکم بھجوایا کہ وہ اپنی مہمات سے جلد از جلد فارغ ہو کر علاء بن حضرمیؓ کی مدد کو پہنچ جائیں۔ لہٰذا اس طرح مشترکہ طور پر کارروائی کر کے نرغے میں آئے ہوئے مسلمانوں کو بچا لیا تھا' اور ایرانیوں کو شکست دے دی تھی۔

پھر جب عام فوج کشی ہوئی تو اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲۳ ہجری میں ساریہ بن زنیم کنانیؓ کو فارس کی جانب بھیجا گیا۔ آغاز میں مسلمانوں نے توج پر توجہ کی تو ایرانی فوجی وہاں سے جلد ہی منتشر ہو گئے تھے۔ پھر اسی اثناء میں مجاشع ابن مسعودؓ نے سابور اور اردشیر کی جانب بڑھنا شروع کر دیا تھا۔ توج کے مقام پر مسلمانوں نے ایرانیوں سے شدید مقابلہ کیا' اور توج کو فتح کر لیا۔ عثمان بن ابی العاصؓ جو اصطخر کی طرف بڑھے تھے' انہوں نے ایرانیوں کا مقابلہ مقام جور پر کیا اور ایرانیوں پر فتح حاصل کی' اس کے بعد اصطخر پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ پھر تھوڑی مدت کے بعد عثمان بن ابی العاصؓ نے گازورون' نوبندجان' شیراز' ارجان' سینیز اور فارس کے کئی دیگر علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد ساریہ بن زنیمؓ نے ایرانیوں کے اور بھی کئی ایک علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا۔

کرمان اور سیستان کی فتح۔ پھر ۲۳ ہجری میں سہیل بن عدیؓ نے صوبہ کرمان پر

Marfat.com

چڑھائی کر دی تھی۔ کرمان والوں نے اپنے چند ایک حواریوں سے فوجی مدد حاصل کی' لیکن مسلمانوں کی فوج نے ان پر کاری ضربیں لگائیں اور اس طرح جلد ہی وہ شکست کھا گئے۔ کرمان کا حکمران بھی اس لڑائی میں مارا گیا۔ اس کے ساتھ ہی جیرفت اور سیرجان بھی مسلمانوں کے قبضے میں آگئے۔

اسی دور میں عاصم بن عمروؓ نے سیستان پر فوج کشی کی۔ یہاں سے ایرانی لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ مسلمان مجاہدین نے ان کا مسلسل تعاقب کیا اور زرنج کے مقام پر انہیں گھیر لیا' اور ان لوگوں پر دریا کا بند توڑ کر پانی بھی چھوڑ دیا۔ اس صورت حال میں سیستان والوں نے ہتھیار پھینک کر صلح کر لی۔ اس صلح میں ایک خصوصی شرط اہل سیستان نے یہ بھی رکھوالی تھی کہ مسلمان فوجیں دیگر علاقوں پر فوج کشی اور حملوں کی خاطر سیستان کی زمینوں اور فصلوں کو تباہ نہیں ہونے دیا کریں گے۔ مسلمان سپہ سالار نے اہل سیستان کی یہ شرط بھی مان لی تھی اور اس کی خلیفتہ المومنین سے تائید بھی حاصل کر لی تھی۔

خراسان کی فتح۔ کئی ایک مقامات پر ہزیمت اٹھانے کے بعد ایرانی جرنیل یزد جرد مستقل طور پر خراسان میں ٹک گیا تھا' اس کے ساتھ ساتھ وہ ایرانیوں کو ہمہ وقت عرب مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتا رہتا تھا۔ ۲۲ ہجری میں احنف بن قیسؓ نے خراسان پر فوج کشی کا آغاز کیا تھا۔ مسلمانوں کی اس مہم کے جواب میں یزد جرد مرو میں چلا گیا تھا' لیکن سپہ سالار احنفؓ نے مرو کا رخ کر لیا تھا' لیکن وہاں سے یزدجرد مرو شاہجان چلا گیا تھا لیکن احنفؓ نے اس کا پیچھا کیا تو وہ وہاں سے مروالروز کی جانب چلا گیا تھا' اور جلد ہی وہاں کے سرداروں سے فوجی تعاون حاصل کر کے بلخ کی جانب جا نکلا تھا۔ سپہ سالار احنف بن قیسؓ نے اس کا مزید تعاقب کیا' وہاں پر یزدجرد نے برائے نام مزاحمت کی لیکن پھر وہ وہاں سے ایک نہر کے ذریعے فرار ہو کر تاتاری علاقہ جات میں چلا گیا تھا ـــ گویا مسلمانوں نے یزد جرد کے مسلسل اور متواتر تعاقب اور اس پر دباؤ کے نتیجے میں بلخ پر تو قبضہ کر لیا تھا اور اس کے ساتھ ہی اپنی فوجیں خراسان کے سارے علاقوں میں پھیلا دی تھیں۔ پھر اس طرح مسلمانوں نے نیشاپور سے طخارستان کے علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ ان فتوحات کی جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ المسلمین کو خبر بھجوائی گئی تو آپ بے حد خوش ہوئے اور اللہ کے حضور شکرانہ ادا کیا۔

ایران میں مسلمانوں کی ان فتوحات کے بعد اب یزدجرد نے ایک بار پھر اپنے مفتوحہ علاقوں کی جانب للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا اور کچھ علاقوں کو واگزار کرانے کی ناکام کوشش

Marfat.com

کی- اس نے خاقان چین سے بھی اس معاملے میں مدد حاصل کی' لیکن وہ ہزیمت اور پسپائی سے نہ بچ سکا- اسلامی سپہ سالار احنف بن قیسؓ نے اس پر اس قدر فیصلہ کن حملے کیئے کہ بالآخر اس ایرانی جرنیل یزدجرد کو خوار ہو کر ترکستان میں جا کر پناہ لینا پڑی- گویا یزدجرد خود ہی ملک بدر ہو گیا تھا-

مسلمانوں کا سپہ سالار جو سیستان اور خراسان وغیرہ میں لڑتا رہا تھا وہ احنف بن قیسؓ تھا- اس نے یزد جرد کا سارا غرور خاک میں ملا دیا تھا- اس موقع پر اس نے امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک پر مسرت اور فتوحات بھرا خط لکھا- یہ خط لے کر حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں پہنچے اور خط کا متن سنانے کے بعد آپ نے ایک پر تاثیر اور اہم تقریر کی- اس تقریر کا خلاصہ یوں ہے کہ-

"آج مجوسیوں کی سلطنت برباد ہو گئی- اب ان کے ملک کے ایک چپہ زمین بھی ان کے قبضہ میں نہیں ہے کہ مسلمانوں کو کسی قسم کا نقصان پہنچا سکیں- اللہ تعالیٰ نے ان کی زمین' ان کا ملک اور ان کی دولت کا تم کو اس لئے وارث بنایا ہے کہ تم کو آزمائے اس لئے تم اپنی حالت نہ بدلو' ورنہ خدا بھی تمہاری جگہ دوسری قوم کو بدل دے گا' مجھ کو اس امت کے لئے خود اس کے افراد سے خوف ہے"-

خطہ شام میں فتوحات- خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں مسلمان عساکر نے دمشق کا محاصرہ کر لیا تھا' لیکن اسی اثناء میں خلیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا تھا- اس وقت ان علاقوں میں حضرت خالد بن ولیدؓ مسلمانوں کے سپہ سالار تھے- انہی دنوں دمشق میں ایک بچہ کی پیدائش کے حوالے سے جشن ناونوش منایا جا رہا تھا- لیکن حضرت خالدؓ بن ولید نے اسی جشن کے دوران میں شہرپناہ پر حملہ کر دیا تھا- اس اچانک حملے سے دمشق کے لوگ بوکھلا گئے تھے' لہٰذا انہوں نے فوری طور پر شہر کی دوسری جانب متعین حضرت ابوعبیدہؓ سے صلح کی پیش کش کی- چونکہ حضرت ابوعبیدہؓ اس تازہ صورت حال سے پوری طرح سے واقف نہیں تھے' اس لئے انہوں نے اہل دمشق کی جانب سے صلح کی شرائط مان لی تھیں- لیکن دوسری جانب سے حضرت خالد بن ولیدؓ شہر کے اندر فاتحانہ داخل ہو چکے تھے- بہر صورت حضرت ابوعبیدہؓ کی شرائط صلح کی پاسداری میں دمشق میں امن و امان بحال کر دیا تھا- کسی طرح کا مال غنیمت نہیں سمیٹا گیا تھا' اور اس کے ساتھ ہی کسی طرح سے لوگوں کو قیدی بھی نہیں بنایا تھا-

رومیوں پر فتوحات- حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دوسرے

Marfat.com

سال میں رومیوں نے اپنے علاقوں میں مسلمانوں کی پیش قدمی روکنے کے کئی منصوبے بنانا شروع کر دئے تھے کیونکہ اس سے پہلے دمشق پر تو مسلمان اپنا تسلط قائم کرنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ اس بار اب رومیوں نے اردن کے صوبہ بیسان میں اپنی فوجیں جمع کر لی تھیں' مسلمانوں کو چونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں جا بجا فتوحات نصیب ہونے لگی تھیں' تو اگرچہ رومیوں کو مسلمانوں کی قوت اور جذبہ جہاد کا احساس ہونے لگا تھا لیکن اس کے باوجود انہوں نے مسلمانوں کے مقابلے کی ٹھان لی تھی' اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ رومی عیسائی اپنی اکثریت اور سامان جنگ کی فراوانی پر ہمیشہ نازاں رہتے تھے۔ اس عددی برتری اسلحہ وغیرہ کی زیادتی کے باوجود بھی انہوں نے کئی معرکوں میں مسلمانوں سے شکست کھالی تھی' اس طرح اردن کا پورا صوبہ رومی عیسائیوں کے قبضے سے نکل گیا تھا۔ اس طرح اس صوبے کی عیسائی رعایا کو ذمی بنا لیا گیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرپرستی میں ان ذمیوں کے ساتھ جو معاہدہ صلح طے پایا وہ خاصا مراعات بھرا تھا۔ گویا اس طرح لوگوں کی املاک جائیدادیں' زرعی اراضی' رہائشی مکانات اور ان کی عبادت گاہوں کو بھی تحفظ فراہم کر دیا گیا تھا۔ یوں مسلمانوں نے ذمیوں کے ساتھ سلوک اور جا بجا مراعات دینے میں بڑے فیاضی سے کام لیا تھا۔ اس لئے ان ذمیوں نے بھی مسلمانوں کی رواداری کی جا بجا تعریف کی تھی۔

اردن کے بعد اب مسلمان مجاہدین نے علی الترتیب بیت المقدس' حمص اور انطاکیہ کی جانب بھی اپنا رخ کیا۔ یوں ابو عبیدہؓ اور خالد بن ولیدؓ نے حمص کو اپنے محاصرہ میں لے لیا تھا۔ چند دن کی مزاحمت اور قلعہ بندی کی صورت میں رہنے کے بعد حمص پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ انتظامیہ نے فاتحین سے صلح کر لی تھی۔ اس صلح میں بھی مسلمان سپہ سالاروں نے بڑی فیاضی اور رواداری ہی کا ثبوت دیا۔ فتح کے بعد یہاں پر حضرت عبادہ بن صامتؓ کو حاکم مقرر کیا گیا تھا۔ اس کے بعد رومیوں کے ایک اور بڑے اور مضبوط شہر لاذقیہ کو بھی جلد ہی ابو عبیدہؓ نے اپنی خاص تدابیر و حکمت عملی سے فتح کر لیا تھا۔

رومیوں کی سلطنت میں مسلمانوں کی ان واضح فتوحات اور پیش قدمی نے باقی سلطنت رومہ کو ہلا کر رکھ دیا تھا کیونکہ اس وقت شام کا پورا علاقہ مسلمانوں کے زیر نگیں آچکا تھا۔ اس ساری صورت حال پر شاہ روم ہرقل کے دربار میں رومیوں نے داد رسی کے لئے ایک طرح سے ہنگامہ برپا کر رکھا تھا۔ لہٰذا ہرقل خود بھی حیران تھا کہ عرب مسلمان اپنی اقلیت کے باوجود خطہ ارض پر کیوں اور کس طرح پھیلے جا رہے ہیں۔ لہٰذا اسے بتایا گیا کہ عرب مسلمانوں کے اخلاق دوسری اقوام سے بہتر اور اچھے ہیں' وہ عموماً راتوں کو اپنے پروردگار کی عبادت

Marfat.com

کرتے ہیں' دن کے وقت روزہ رکھتے ہیں۔ کسی پر بھی ظلم نہیں کرتے۔ آپس میں اتفاق رکھتے ہیں' مساوات اور برابری کے باہمی سلوک نے انہیں بہت فضیلت بخش رکھی ہے۔ ان کے ہر کام میں جوش جذبہ اور دینی عقیدت ہوتی ہے۔ لیکن اس کے برعکس رومی شراب کے رسیا ہیں۔ اخلاقی جرائم میں ملوث ہیں' وعدوں کی پاسداری نہیں کرتے اور پھر رعایا پر بھی ظلم کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی ظلم و ستم کا نشانہ بنائے رکھتے ہیں۔

یرموک کا معرکہ۔ ان حقائق کو جاننے کے باوجود بھی رومی عیسائیوں نے مسلمان مجاہدین کے خلاف بڑی پرجوش اور بھرپور تیاریاں کر لی تھیں۔ لہٰذا ان رومیوں کے مقابلے کے لئے حضرت ابوعبیدہؓ نے باہمی مشاورت کے بعد مسلمانوں کی فوجوں کو دمشق میں جمع کر لیا تھا۔ اس حوالے سے چونکہ مسلمان کئی عیسائی علاقوں کو بیرونی حملہ آوروں کے مقابلے میں بے حفاظت چھوڑ آئے تھے اس لئے کئی ذمی علاقوں میں سرداروں اور انتظامیہ کو ان کی جزیہ کی رقوم مسلمان سپہ سالاروں نے واپس کر دی تھیں۔ مسلمانوں کی اس رواداری اور حسن اخلاق نے مسلمان فاتحین کو بہت عزت اور احترام بخش دیا تھا اور لوگ ان کی دوبارہ آمد کے لئے خود ہی دعائیں مانگتے رہتے تھے۔

اسی اثناء میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرکز سے بھی رومیوں کے ساتھ مقابلے کے لئے سربکف مجاہدین کی ایک تازہ کمک بھی روانہ کر دی تھی ---- اس لئے رومیوں کی جنگی تیاری کے بعد مسلمانوں نے جنگ کے لئے اردن کے علاقہ یرموک کو اپنے نقطہ نظر سے زیادہ مناسب اور موزوں سمجھا تھا۔ ان کے مقابلہ میں رومیوں کی دو لاکھ افراد پر مشتمل فوج آگئی تھی جب کہ مسلمانوں کی تعداد بمشکل تیس ہزار تھی۔ ۱۵ ہجری میں یہاں پر پہلا معرکہ ہوا تو مسلمانوں کا ہی پلا بھاری رہا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد سفارتوں کے تبادلہ کے باوجود رومیوں نے ایک بار پھر پرجوش جنگ چھیڑ دی۔ ان کے مقابلے میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی جنگی بصیرت اور حکمت عملی کے تحت اسلامی فوج کو چھتیس حصوں میں تقسیم کر کے نئی اور جدید صف بندی کی۔ پھر اس صورت میں جب رومیوں نے جنگ چھیڑ دی تو مسلمان مجاہدین نے بڑے بے مثال کارنامے دکھائے۔ رومیوں کے ہزاروں سپاہیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ ایک اندازے کے مطابق ایک لاکھ ستر ہزار رومی اس جنگ میں مارے گئے جب کہ تین ہزار مسلمان مجاہدین نے شہادت حاصل کی۔ اس فیصلہ کن جنگ نے رومیوں کی پوری فوجی قوت کے زعم کو خاک میں ملا کر رکھ دیا تھا۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے کھلم کھلا اور بھرپور فتح سے ہمکنار کیا تھا۔ اس پر قیصر روم شام کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ کر قسطنطنیہ کی جانب چلا گیا تھا۔

Marfat.com

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس فتح پر اپنے اللہ کے حضور شکرانے کے لئے سجدہ ریز ہو گئے تھے۔

فتح بیت المقدس۔ یرموک کا معرکہ سر کر لینے کے بعد مسلمانوں نے جلد ہی بعد رومیوں کے مزید کئی علاقے مثلاً بوقا' سرمین' توزی' قورس تل عزاز اور دالوک کو با آسانی فتح کر لیا تھا۔ حلب' قنسرین اور انطاکیہ میں رومی فوجوں نے کچھ مزاحمت کی تھی۔ اسی دوران میں فلسطین کی جانب حضرت عمرو بن العاصؓ نے فوج کشی کی تھی' اس لئے انہوں نے بھی نابلس' لد' عمواس اور بیت جبرین کو با آسانی فتح کر لیا تھا۔ اس کے بعد رومیوں کے ایک دوسرے مضبوط اور بڑے شہر بیت المقدس کو بھی حضرت عمرو بن العاصؓ نے محاصرے میں لے لیا تھا۔ اسی اثناء میں اپنی مہم سے فارغ ہو کر حضرت ابو عبیدہؓ بھی اسی شامی رومی علاقے میں پہنچ گئے تھے۔ یہاں پر جب جنگ ہوئی تو آغاز میں رومی عیسائیوں نے خاصی مزاحمت کی لیکن بعد میں انہوں نے صلح کی پیش کش کر دی تھی۔ اور اس صلح کے لئے انہوں نے یہ شرط بھی عاید کی تھی امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود وہاں پر آ کر صلح کے معاہدے پر بات چیت کریں۔

اس امر کی جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اطلاع دی گئی تو انہوں نے حضرت علیؓ کو اپنی جگہ پر مدینہ میں قائم مقام مقرر کر کے خود اپنے ایک خادم کو ساتھ لے کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ وہی سفر تھا کہ جس میں انہوں نے راستے میں اپنے ساتھی خادم کے ساتھ بھی پورا پورا انصاف کیا اور باری باری سواری کر کے وہ بیت المقدس میں پہنچے۔

پھر بیت المقدس کے قریب ہی مقام جابیہ پر رومی عیسائیوں کے ساتھ انہوں نے معاہدہ صلح کیا اور وہیں پر تمام معزز صحابہ نے بھی اس معاہدے پر دستخط کیے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو یہ معاہدہ امن کیا اس میں عیسائیوں کے اس مذہبی شہر اور مذہبی فرقے کو بھی خصوصی طور پر ملحوظ رکھا گیا تھا۔ اس معاہدے کی بڑی بڑی شقیں یوں تھیں کہ:۔

"یہ وہ معاہدہ امن ہے کہ جو اللہ کے غلام امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایلیا کے لوگوں کے ساتھ کیا ہے۔ اس معاہدے کے تحت لوگوں کو ان کی جان کی امان' مال گرجا' صلیب وغیرہ کو دی گئی ہے۔ اس امان میں بیمار اور تندرست اور تمام مذاہب کے لوگ شامل ہیں۔ مسلمان اس شہر کے گرجوں کو نہ تو نقصان پہنچائیں گے اور نہ ان میں سکونت اختیار کریں گے۔ ایلیا کے لوگوں پر مذہب کے معاملے میں کسی قسم کا جبر نہیں کیا جائے گا۔ اگرچہ ایلیا میں عیسائیوں کے ساتھ

Marfat.com

یہودی نہیں رہیں گے' لیکن جو یہودی کسی مجبوری کے باعث یہاں رہنا چاہیں گے وہ بھی جزیہ ادا کریں گے۔ ایلیا والے بیت المقدس سے یونانیوں کو نکال دیں گے۔ ایلیا کے شہر کو چھوڑ کر جانے والوں پر کسی طرح کا حملہ نہیں کیا جائے گا۔ سفر میں ان کی جانی و مالی حفاظت ہو گی۔ اس تحریر پر خدا' رسولؐ' خلفاءؓ اور مسلمانوں کا ذمہ ہے۔ بشرطیکہ یہ لوگ مقررہ جزیہ دیتے رہیں گے"۔

یہ معاہدہ صلح اور امن ۱۸ ہجری میں لکھا گیا' اور اس کے گواہوں میں مسلمانوں کے سپہ سالاروں حضرت خالد بن ولیدؓ' حضرت عمرو بن العاصؓ' حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ بھی شامل تھے۔ اس معاہدہ کی تحریر و ترقیم کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المقدس شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب بیت المقدس امراء' سردار اور مذہبی رہنما حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استقبال کرنے کے لئے آئے تو وہ یہ دیکھ کر حیران اور ششدر رہ گئے خلیفتہ المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام اور سادہ لباس میں ملبوس تھے۔ اس موقع پر لوگوں نے آپؓ کو قیمتی اور شاہانہ پوشاک پیش کی لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا کہ "اے لوگو! ہمارے رب جلیل نے ہمیں جو عزت اور وقار بخشا ہے' وہ اسلام کی عزت اور وقار ہے' اور ہمارے لئے بس وہی کافی اور باعث اطمینان ہے"۔

بیت المقدس کی فتح کے بعد چند ایک اور واقعات بھی رونما ہوئے۔ رومی علاقوں کی آب و ہوا چونکہ عرب مسلمانوں کے لئے نئی اور نا مانوس تھی اس لئے زیادہ دیر تک قیام کے باعث عمواس وغیرہ کے علاقوں میں مسلمانوں میں طاعون کی متعدی وبا پھیل گئی تھی۔ اس سے مسلمانوں کی کئی قیمتی جانیں ضائع ہو گئی تھیں۔ پھر اس اثناء میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمواس سے مسلمانوں کو جابیہ میں منتقل ہونے کی اجازت دے دی تھی۔ اس واقعہ کے ایک سال بعد ۱۹ ہجری میں امیر معاویہؓ کی سربراہی میں شام کا ایک اور بڑا شہر قیساریہ بھی فتح کر لیا گیا تھا۔ اس دور ہی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سالار منفرد اور سیف اللہ کے لقب والے مجاہد حضرت خالد بن ولیدؓ کو ان کے منصب سے معزول کر دیا تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کی یہ معزولی کسی طرح کی ناراضی یا خیانت فرائض کے نتیجے میں نہیں ہوئی تھی بلکہ اس کے پس پردہ لوگوں کے وہ نظریات اور توہماتی خیالات تھے کہ شاید خالد بن ولیدؓ ہی کے دم سے مسلمانوں کو زیادہ فتوحات ہو رہی ہیں اور اس خام خیالی کے باعث لوگوں میں فتنے پیدا ہونے لگے تھے۔ حالانکہ اس معزولی کے باوجود بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور

Marfat.com

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باہمی مراسم اور تعلقات مودت اور موانست بھرے تھے۔

مصر میں اسلامی فتوحات۔ عرب مسلمانوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں خلافت میں چند ہی برسوں میں رومی علاقوں میں پے بہ پے فتوحات حاصل کر کے پورے ملک شام پر اسلامی تسلط بٹھا دیا تھا' لیکن اس کے بعد چند ایک شہروں میں چھوٹی چھوٹی بغاوتیں ہوئی مگر مسلمانوں نے انہیں جلد ہی دبا لیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو یہ حکم دے دیا تھا کہ وہ اپنی مہمات سے فارغ ہو کر مصر کی جانب فوج کشی کریں۔ مصر ایک ایسا خطہ ارض تھا کہ جو دریائے نیل کے باعث بے پناہ زرخیزیوں سے مالا مال تھا۔ اس وقت مصر کے جو قبطی حکمران تھے' وہ قیصر روم کے ماتحت تھے' لہٰذا مصر والوں نے اب رومیوں کی حمایت میں بھی کئی اقدام اپنانا شروع کر دیئے تھے' وہ مسلمانوں کے خلاف کئی طرح کی کارروائیوں میں خفیہ یا اعلانیہ حصہ لیتے رہتے تھے۔ اس لئے اب مسلمانوں نے ضروری سمجھا تھا کہ ان کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی کی جائے۔ اور پھر اس وقت تک یہ بھی لازم ہو چکا تھا کہ مصر کی وادیوں میں اسلام کا پیغام پہنچایا جائے۔

اپنی ابتدائی مہمات اور فوج کشیوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر کی جانب سنجیدگی سے توجہ مبذول نہیں کی تھی' شاید حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایران ہی کی طرح مصر پر فوج کشی کے معاملے میں اس لئے توقف سے کام لے رہے تھے کہ مصر کے قبطی حکمران زیادہ مذہبی لوگ تھے اور ان پر قیصر روم کا زیادہ اثر و تسلط تھا۔ لیکن اب چونکہ رومیوں کو مسلمانوں نے پے بہ پے شکستوں سے ہمکنار کر کے بالکل بے ہمت کر دیا تھا' اس لئے حضرت عمر بن العاصؓ بار بار خلیفۃ المسلمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہ اس جانب مبذول کرانے لگے تھے۔ لہٰذا اس پورے پس منظر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر پر فوج کشی کی اجازت دے دی تھی۔

فسطاط کی فتح۔ اسلامی سپہ سالار عمر بن العاصؓ نے ۲۱ ہجری میں مصر پر فوج کشی شروع کی۔ انہوں نے سب سے پہلے عریش کے راستے سے مصر میں داخلہ کیا۔ یہاں پر رومی فوجوں سے محاربہ ہوا لیکن رومی بھاگ کھڑے ہوئے۔ پھر حضرت عمر بن العاصؓ نے بڑھ کر بلبیس' اورام اور نین وغیرہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد اسلامی لشکر اب مصر میں فسطاط تک پہنچ گیا تھا۔ فسطاط میں مصریوں کا ایک مضبوط فوجی قلعہ تھا۔ مسلمانوں نے حضرت عمر بن العاصؓ کی کمان میں اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔ اسی دوران میں انہوں نے مرکز سے مزید عساکر اور کمک

Marfat.com

حاصل کرنے کی درخواست کر دی تھی۔ اس پر خلیفہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زبیر بن عوامؓ کی کمان میں دس ہزار سپاہیوں کو مدینہ منورہ سے روانہ کر دیا تھا۔ لہٰذا یہ تازہ کمک بھی آکر فسطاط کے محاصرے میں شامل ہو گئی تھی مصریوں کے فوجی قلعے کا سات مہینوں تک محاصرہ جاری رہا۔ آخر ایک دن حضرت زبیر بن عوامؓ خود قلعہ کی فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے۔ چند ایک دیگر صحابہ بھی حضرت زبیر کے ساتھ دیوار پر چڑھ گئے تھے۔ دیوار پر چڑھ کر ان مسلمان مجاہدین نے با آواز بلند نعرہ تکبیر بلند کیا تو قلعے کے اندر مصری سپاہیوں نے بد حواسی اور سراسیمگی میں یہ سمجھا کہ مسلمان قلعے میں داخل ہو گئے ہیں' اس لئے وہ اسی کیفیت میں اپنی جان بچانے کے لے بھاگ کھڑے ہوئے۔

تسخیر اسکندریہ۔ اس صورت حال میں حضرت زبیر بن عوامؓ نے قلعے کے اندر گھس کر قلعے کا دروازہ کھول دیا' اور افواج اسلامی قلعہ میں داخل ہونے لگیں۔ بے شمار قلعہ بند مصری اور رومی فوجی قتل ہوئے۔ اس صورت کو دیکھ کر مصر کے والی مقوقس نے مسلمانوں سے صلح کر لی۔ لیکن مقوقس کے اس اقدام صلح پر قیصر روم نے بڑے غم و غصے کا اظہار کیا اور اسی وقت قسطنطنیہ سے ایک بہت بڑا رومی لشکر مصری بندرگاہ اسکندریہ کی جانب روانہ کر دیا تھا جب رومی فوجیں اسکندریہ میں پہنچ رہی تھیں' اس وقت والئی مصر مقوقس مسلمانوں کے ساتھ کئے ہوئے معاہدہ صلح پر کاربند تھا' اس لئے اب ایک بار پھر براہ راست رومی فوجوں ہی کو مسلمانوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اسکندریہ میں رومی فوجوں کی آمد پر مسلمانوں کے لشکروں نے بھی فسطاط سے وہاں جانا شروع کر دیا تھا۔ مسلمان سپاہ کو اسکندریہ تک پہنچنے کے دوران میں بھی کئی ایک مقامات پر رومی لشکروں سے نبرد آزما ہونا پڑا۔ عساکر اسلام نے اب اسکندریہ پہنچ کر بھی رومیوں کا محاصرہ کر لیا تھا۔ پھر یہ محاصرہ ایک عرصہ تک جاری رہا۔ اس دوران میں اب محصورین بھی گھرے ہوئے تنگ آ گئے تھے۔

اسکندریہ کے اس قدر طویل عرصے تک محاصرے پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شدید تشویش لاحق ہو رہی تھی' اس لئے انہوں نے سوچا کہ شاید عرب مسلمان اسکندریہ میں پہنچ کر رومیوں ہی کی طرح دنیاداری اور عیش و عشرت کی زندگی میں نہ مبتلا ہو گئے ہوں اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سپہ سالار حضرت عمرو بن العاصؓ کو ایک خط لکھا کہ "معلوم ہوتا ہے وہاں کے قیام کے اثر سے تم لوگ بھی شاید عیسائیوں ہی کی طرح عیش و عشرت میں پڑ گئے ہو۔ ورنہ فتح میں اتنی دیر نہ ہوتی۔ میرا خط پہنچتے ہی متفقہ طور پر حملہ کر دو"۔
اس خط کے ملنے کے بعد حضرت عمرو بن العاصؓ نے اپنی فوج کے سامنے جہاد کا حوالے

Marfat.com

سے ایک پرجوش تقریر کی۔ اس کے علاوہ انہوں نے مسلمانوں کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشویش کا بھی احساس دلایا۔ مزید انہوں نے یہ کہا کہ اس محاذ پر فوج کی کمان عبادہ بن صامتؓ کو سونپ دی۔ ان نئے حالات میں مسلمان مجاہدین نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواہش اور ہدایت کے مطابق متفقہ طور پر یک بارگی حملہ کیا' اور یوں اسکندریہ فتح ہو گیا --- اس فتح کی جلد ہی باضابطہ طور پر خلیفتہ المسلمین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع بھجوا دی گئی۔

مصر میں اسکندریہ کی فتح کے بعد کوئی ایک اہم شہر یا مقام نہیں تھا جہاں پر اب رومی مزید شدید مزاحمت کر سکتے۔ اسکندریہ کی فتح کے ساتھ سپہ سالار حضرت عمرو بن العاص واپس فسطاط آگئے تھے۔ یہاں پر آکر انہوں نے اپنے متعدد فوجی دستے مصر کے دیگر قدرے چھوٹے مقامات کی جانب روانہ کر دیئے۔ اس طرح جلد ہی کئی اور اضلاع بھی فتح کر لیے گئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی مصر کے زیریں علاقوں میں بھی مسلمانوں نے کئی فتوحات حاصل کیں اور اس طرح اسکندریہ فتح ہونے کے چند ہی دن بعد پورا خطہ مصر اب مسلمانوں کے زیر نگیں آگیا تھا۔ ان فتوحات کے بعد عمرو بن العاصؓ نے شمالی افریقہ کے چند علاقوں کا رخ کر لیا تھا۔ اس طرح وہاں پر برقہ اور طرابلس الغرب پر بھی انہوں نے مسلمانوں کا تسلط قائم کر دیا تھا۔

مکران اور سندھ ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جب خلیج فارس کے علاقوں میں شہر بصرہ آباد ہوا تو اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجازت سے حکم بن عمرو ثعلبی غفاریؓ بھی جا کر بصرہ ہی میں آباد ہو گئے تھے۔ لہٰذا ۲۳ ہجری میں مکران وسیع ملک تھا۔ آج کا اس کا نصف حصہ بلوچستان کہلاتا ہے"۔ لہٰذا حضرت حکم بن عمروؓ بصرہ سے فوج لے کر مکران کی جانب روانہ ہوئے۔ پھر مرکز سے ہدایت ملنے پر حضرت شہاب بن مخارق مازنی' حضرت سہل بن عدی انصاریؓ اور عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان بھی اپنی فوجوں کے ساتھ ان سے آن ملے تھے۔ اس وقت مکران پر سندھ کے راجہ راسل کی حکومت تھی۔

عرب مسلمانوں کی آمد پر سندھ کا راجہ راسل ایک لشکر جرار لے کر مکران میں آگیا تھا۔ راجہ راسل کے لشکر میں ہاتھی بھی شامل تھے۔ ادھر حکم بن عمروؓ بھی اس کے مقابلے کو دریائے سندھ کے پار کھڑا تھا۔ چند دنوں کے بعد "دونوں میں گھمسان کا رن پڑا۔ سندھیوں اور مکرانیوں نے جم کر مقابلہ کیا' لیکن مسلمانوں کے بے پناہ جوش اور جذبہ ایمان کے سامنے ان کی پیش نہ چلی۔ اب انہوں نے جنگی ہاتھیوں کو آگے بڑھایا"۔ عرب مسلمان چونکہ اس سے پیشتر ایران

Marfat.com

میں ہاتھیوں کی لڑائیوں سے بھی واقف تھے اس لئے مسلمانوں نے اپنے پھرتیلے گھوڑوں کے ساتھ ہی مکران میں ہاتھیوں کا مقابلہ کیا۔ اس طرح گھمسان کی جنگ کے بعد مکران میں سندھی راجہ راسل کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور اس کی خاصی فوج جنگ میں کام آگئی۔ مکران سے عرب مسلمانوں کو خاصا مال غنیمت ہاتھ لگا اور بہت سے ہاتھی بھی قبضے میں آگئے۔

"حضرت حکم بن عمروؓ نے نامہ فتح کے ساتھ مال غنیمت کا پانچواں حصہ مدینہ منورہ روانہ کیا"۔ نامہ فتح محار بن عباسؓ عبدیؓ لے کر مدینہ منورہ پہنچے تھے۔ محار بن عدی نے حضرت عمر فاروق کو مکران کے حالات ایک طرح کے ادبی رنگ میں یوں بیان کیے تھے۔

"اے امیرالمومنین! مکران ایسی سرزمین ہے کہ اس کی مٹی پہاڑ (پتھریلی) ہے۔ پانی ردی ہے۔ پھل خراب ہے۔ دشمن بے باک اور دلیر ہے۔ برائی زیادہ ہے اور اچھائی کم۔ زیادہ فوج وہاں بھیجی جائے تو وہ بھوکوں مرے اور کم بھیجی جائے تو وہ ضائع ہو جائے اور اس کے پیچھے کا علاقہ اور بھی برا ہے"۔

اس شاعرانہ بیان کے سننے کے بعد "حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حکم بن عمروؓ اور دوسرے سپہ سالاروں کو حکم بھیجا تھا کہ وہ مکران کے آگے ہندوستان کی طرف نہ بڑھیں" لیکن سندھ اور مکران کے حوالے سے حضرت حکم بن عمروؓ ثعلبی نے جو شعر و شاعری کی اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے فوجی دستوں نے سندھ کے دور اور نزدیک کے علاقوں کو فتح کر لیا تھا۔ بلکہ بقول حکم بن عمروؓ "دریائے سندھ ہمارے مقاصد کی کامیابی کے لئے پوری مستعدی کے ساتھ ہمارا مطیع و فرمانبردار رہا۔

عرب مسلمانوں نے مکران اور سندھ کے علاقوں پر ۲۳ ہجری یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے کچھ عرصہ پہلے ہی کامیابی حاصل کر لی تھی۔ گویا یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ عہد فاروقی میں سلطنت ایران' شام روم اور شمالی افریقہ کے علاقوں کے ساتھ ساتھ جنوب مشرقی ایشیا کے علاقوں تک بھی فتوحات حاصل کر لی گئی تھیں۔ اس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں اسلام جزیرہ نمائے عرب سے نکل کر تین براعظموں تک پھیل چکا تھا۔

Marfat.com

باب - ۷

حضرت عمر فاروقؓ کا نظم و نسق حکومت

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اگرچہ اعلان نبوت کے چھ سال بعد دین اسلام کو قبول کیا تھا' لیکن اس قبولیت کے بعد انہوں نے اپنی زندگی مسلمانوں کی خدمت اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و سلم کی غلامی میں گزار دی تھی۔ وہ تن' من' دھن اور پورے خلوص کے ساتھ ترویج اسلام اور فروغ دین کے لئے کوشاں رہے تھے۔ یہی وجہ ہے ایک بار رسول صلی اللہ علیہ و سلم نے خود ارشاد فرمایا تھا کہ اگر میرے بعد کسی نبی کا ہونا ممکن ہوتا تو وہ نبی عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام اور سلطنت اسلام کی پوری لگن اور ایمانداری کے ساتھ بے مثال خدمت کی۔ ان کی سادگی' نیک نیتی اور انصاف پسندی کی کہیں اور مثال ملنا مشکل ہے۔ انہوں نے جس قدر وسیع و عریض براعظموں کو اسلام کی نورانی کرنوں اور شعاعوں سے منور کیا' اور پھر ان مفتوح علاقوں میں جس دانش مندی' حکمت عملی اور انسانی رواداری کے ساتھ نظم و نسق سنبھالے رکھا اس کی مثال دنیا کے کسی بھی عہد کے دوسرے حکمران میں نہیں ملتی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں سر ولیم میور نے آپ کے کردار کے حوالے سے بڑے ہی دلکش انداز میں لکھا ہے کہ "حضرت عمرؓ کی زندگی کا خاکہ چند اہم خطوط پر مشتمل ہے۔ سادگی' پارسائی اور فرض شناسی ان کی پوری زندگی کا خلاصہ ہے۔ بے ریا خدمت اور رواداری ان کی حکومت کا امتیازی وصف تھا۔ ان کی حکومت اور ریاست شام' فلسطین' مصر' عراق' فارس' عرب اور دیگر کئی وسیع و عریض خطوں پر پھیلی ہوئی تھی' اس وسیع و عریض اور عظیم سلطنت کے باوجود ان کے کردار و عمل میں کبھی عدم توازن پیدا نہیں ہوا تھا۔ انہیں رعایا کی کس مپرسیوں اور مفلوک الحالیوں کا بخوبی علم تھا اور اس حوالے سے انہیں پوری انسانیت سے ہمدردی تھی۔ وہ اس مقصد کے لئے آٹے کی بوریاں خود اپنی کمر پر اٹھا کر لے جاتے اور ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرتے۔ راتوں کو وہ گلیوں محلوں میں گشت کرتے

Marfat.com

اور اس طرح وہ اپنی حکومت میں لوگوں کے احوال سے باخبر رہتے تھے' اور پھر اسی اعتبار سے عوام کی ضرورتیں پوری کیا کرتے تھے"۔

تاریخ اسلام میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کردار اس اعتبار سے بھی نہایت اہم ہے کہ ان کے دور خلافت میں اسلام اور مسلمانوں کی سلطنت کو وسعت ملی' ان سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں زیادہ زور ارتداد کو روکنے پر دیا گیا تھا۔ لیکن عہد فاروقؓ میں اسلام اپنی عظمتوں کے ساتھ دور و نزدیک جلوہ گر ہونے لگا تھا۔

رعایا کی خوشنودی — حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ۶۳۴ء ۶۴۰ء تک پورا شام مسلمانوں نے فتح کر لیا تھا۔ اس طرح ہرکولیس کی قوت و سلطنت کو مسلمان مجاہدین نے اس تواتر اور آسانی کے ساتھ مغلوب کر لیا تھا کہ تاریخ اس انقلاب پر حیران رہ جاتی ہے۔ ان اسلامی فتوحات نے پوری دنیا پر اسلام کا سکہ بٹھا دیا تھا' اور اس کے ساتھ ساتھ مسلمان مجاہدین میں بھی ایک اعتماد اور اپنے پروردگار پر یقین راسخ ہو گیا تھا کہ وہ پنے بندوں کے ذریعے سے فروغ اسلام کروا رہا ہے۔ شام فتح کرنے کے بعد تو مسلمانوں نے یگر فتوحات کے لئے انہیں شامی علاقوں کو اپنا ایک مستقر بنا لیا تھا' یہاں سے پھر وہ آرمینیا' عراق' جارجیا اور آذربائیجان کی طرف با آسانی بڑھتے چلے گئے تھے۔ اسی شامی مستقر کی بدولت اب تو سپین کی سلطنت بھی مسلمانوں کی دسترس میں تھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انسانی رواداریوں اور انصاف پسندیوں کی بے حد شہرت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب عیسائیوں کے مشہور مراکز فتح ہوئے تو عیسائی راہبوں نے اس امر کا اظہار کیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود وہاں آکر ان لوگوں کے ساتھ امن و سکون کی شرائط طے پائیں۔ یہ قسطنطنیہ کی فتح کا واقعہ تھا۔ لہٰذا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس علاقے کے لوگوں کو اپنی اسلامی رواداری کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے حکم دے دیا کہ مسلمانوں نے ان لوگوں کا جس قدر بھی علاقہ فتح کیا ہے۔ اس میں سے نصف پر وہ حکمران ہو سکتے ہیں اور باقی مفتوحہ نصف علاقہ عیسائی مذہبی رہنماؤں ہی کے زیر تسلط رہے گا۔ اس طرح عیسائیوں کا مذہبی رہنما اپنی حیثیت میں مسلمان سربراہ کی زیر نگرانی رہے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فیصلے پر تمام عیسائی اور رعایا خوش تھی۔

اسی طرح مسلمانوں نے ۶۳۵ء میں جب فحل پر قبضہ کر لیا تو اردن کے مشرق کے اس علاقے پر مسلمان فاتحین نے چند ایک شرائط پر یہ علاقہ بھی وہاں کے لوگوں ہی کو بخوشی واپس کر دیا تھا۔ اس طرح ان لوگوں کی زمینیں' املاک' مویشی' فصلات اور گرجوں وغیرہ کو مسلمانوں نے

Marfat.com

پورا پورا تحفظ دے دیا تھا۔ مسلمانوں نے یہاں کے لوگوں کے تحفظ کے ذمے داری بھی قبول کرلی تھی ----۔ اس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس علاقے کی رعایا کی خوشنودی کو بہرطور اہم سمجھا تھا۔

یہی نہیں بلکہ جب سلطنت فارس میں مسلمانوں کی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تو مسلمان مجاہدین نے یہاں پر بہادری اور قوت ایمانی کے جو کارنامے انجام دیئے وہ تو بہر صورت ایمان افروز اور ایرانیوں کو ششدر کر دینے والے تھے' لیکن اس کے باوجود مسلمان فاتحین اہل فارس کی نظروں میں بے حد اہم اور ایک طرح کے نجات دہندہ بھی ثابت ہوئے تھے۔ ایرانی زیر تسلط قادسیہ کے علاقے میں ۶۳۷ء میں مسلمانوں نے بہت بڑی اور فیصلہ کن فتح حاصل کی۔ اس طرح عراق کے شہریوں نے مسلمان فاتحین کا کھلے دل سے خیر مقدم کیا تھا۔ اس پرتپاک استقبال کی وجہ یہ بھی تھی مسلمان اپنے ہمراہ امن و سکون کا نظام اور پیغام لے کر آئے تھے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہاں پر مسلمانوں کی سربراہی میں قائم ہونے والی حکومت ہر حوالے سے پر سکون اور امن و آشتی کی پیامبر تھی۔ اس دور میں یہاں پر عیسائیوں کے وہ فرقے اور گروہ بھی خوش ہوئے تھے کہ جو کبھی زرتشتیوں کے عہد میں بھی خوش نہ ہو سکے تھے۔

حضرت عمرؓ کے نیو ورلڈ آرڈرز۔ فتح ایران اور بازنطینیوں کی پے بہ پے شکستوں سے تو مسلمانوں کی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز ہو جاتا ہے۔ اس فتح پر اس عہد کی بڑی بڑی طاقتوں پر مسلمان غالب ہو چکے تھے' بڑی بڑی اقوام مسلمانوں کی باجگزار بن چکی تھیں۔ اس وقت صحیح معنوں میں مسلمان پوری قوت اور کروفر کے ساتھ عروج حاصل کرنے لگے تھے' ان کی سلطنت بھی بہت وسیع ہو چکی تھی۔ ان خطوں کی بے پناہ دولتوں پر مسلمان پوری طرح سے قابض ہو چکے تھے۔ اور پھر اس وقت خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عہد کی دنیا پر اسلام کے نیو ورلڈ آرڈر جاری کیے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نیو ورلڈ آرڈر انسانیت کو ہراساں کرنے والے نہیں تھے' ان میں لوگوں کو کسی کا دست نگر نہیں بنایا جاتا تھا' ان آرڈرز میں انسانوں اور انسانیت کے حقوق پامال نہیں کیے جاتے تھے بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نافذ کردہ نیو ورلڈ آرڈرز انسانیت نواز تھے' ان میں ہر مذہب و ملت کے لئے فلاح و بہبود کا پیغام تھا۔ انصاف اور عدل کی پوری ضمانت تھی' انسانی بنیادی حقوق کے تحفظ اور مذہبی و روحانی عبادات کی اجازت تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نافذ کردہ یہ نیو ورلڈ آرڈر زندگی افروز تھے' ان میں ہر ایک کے لئے تحفظ' سکون' عدل و انصاف' امن اور آزادیاں موجود تھیں' ان میں دیگر مذاہب کے عبادت خانوں اور مذہبی

Marfat.com

یادگاروں کا بھی پورا پورا تحفظ تھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نیو ورلڈ آرڈرز کو لوگ بخوشی قبول کرتے تھے۔ لوگ خود بخود ان ورلڈ آرڈرز میں آنے کی آرزو کرتے تھے۔ گویا یہی اسلام اور دین کی عظمت تھی۔ لوگ اس عظمت اور فوقیت کے خود بخود گرویدہ تھے' غیر مذہب بھی مسلمانوں کے لئے دعائیں کیا کرتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دس سالہ عہد خلافت میں نہ صرف وسیع و عریض سلطنتوں کو فتح کیا بلکہ ان علاقوں میں ایک مضبوط' مستحکم اور انسانیت نواز نظام حکومت بھی دیا۔ مسلمانوں کا وہ توانا اور فلاح بخش نظام ہر اعتبار سے لوگوں کے لئے مفید اور عدل و انصاف سے بھرا تھا۔ گویا بعد کے برسوں میں بھی جو حکومتی نظام برقرار ہوا اس میں بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کا نافذ کردہ نظام ممتاز اور مفید رہا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نظام حکومت میں جمہوریت کی روح کو ملحوظ رکھا گیا تھا' اور عوامی امنگوں اور آدرشوں کی پاسداری بھی کی گئی تھی۔

مجالس مشاورت۔ سید امیر علی نے یہاں تک بھی لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جمہوریت محض نام کی جمہوریت نہیں تھی بلکہ وہ عملی طور پر اپنا رنگ واضح طور پر دکھاتی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حکومت اور مملکت اسلامی کے لئے ایک باضابطہ آئین بھی بنا رکھا تھا' اور وہ آئین بھی بجا طور پر جمہوری آئین تھا۔ ان سے پیشتر جمہوریت کا بیج تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے اپنے عہد خلافت میں بو دیا تھا' لیکن اس بیج کو صحیح طور پر نمو پا کر بڑھنے پھولنے کے مواقع حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ملے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے حکومتی امور کی بجا آوری کے لئے دو مجالس مشاورت بنا رکھیں تھیں۔ یہ مجالس شوریٰ ہی ہر معاملے میں رہنمائی فراہم کرنے والے اہم اور مستقل ادارے تھے۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ معمول تھا کہ وہ ہر امر میں ان مجالس شوریٰ سے مدد اور رہنمائی حاصل کیا کرتے تھے ---- اس طرح مجالس مشاورت کے حوالے ہی سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ "کوئی خلیفہ اپنی مجلس مشاورت کے بغیر نہیں ہو سکتا"۔ اس لئے کہ اسے مشاورت اور صلاح مشورے کی ہر حالت میں ضرورت ہے' بلکہ حالات کا تقاضا بھی ہے کہ مشاورت حاصل کی جاتی رہے۔

والی اور عامل۔ انتظامیہ کی سہولت' آسانی اور نظم و نسق کو بہتر اور فعال بنانے کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوری اسلامی سلطنت کو کئی بڑے بڑے صوبوں

Marfat.com

میں تقسیم کر رکھا تھا اور پھر اس کے بعد ہر صوبے پر ایک ایک فعال اور ایماندار گورنر بھی مقرر کر رکھا تھا۔ ان صوبوں میں مکہ' مدینہ' جزیرہ' بصرہ' کوفہ' مصر اور فلسطین وغیرہ اس عہد کے بڑے بڑے اور مشہور صوبے تھے۔ صوبائی گورنر کو والی یا امیر بھی کہا جاتا تھا پھر ہر گورنر کی یہ حیثیت بھی ہوتی تھی کہ وہ صوبے کی انتظامیہ کا سربراہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس پورے صوبے کی فوج اور عساکر کا بھی سربراہ ہوتا ہے' ان دونوں حیثیتوں کے علاوہ اس امیر یا والی کی سب سے بڑی حیثیت دینی سربراہ کی بھی ہوتی تھی۔ وہی والی یا امیر صوبے کے تمام امور کا ذمے دار ہوتا تھا اور خلیفہ کا بھی جواب دہ ہوتا تھا۔

انتظامیہ کو مزید فعال اور بہتر بنانے کی خاطر صوبوں کو بھی کئی ضلعوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ہر ضلعے کا حاکم اعلیٰ عامل کہلاتا تھا۔ اس ضلعی تقسیم کے باوجود خلیفتہ المسلمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر عامل پر کڑی اور محاسبے بھری نظر رکھتا تھا' اور ان عاملین کے ہر فعل' شغل اور اس کی حکومتی اور نجی مصروفیات سے بھی باخبر رہتا تھا۔ اس مقصد کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جاسوسی کا بھی ایک اعلیٰ اور اہم نظام قائم کر رکھا تھا۔

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق ؓ نے زراعت کی ترقی اور زراعت پیشہ لوگوں کی بہتری اور فلاح و ترقی پر خصوصی توجہ دے رکھی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ زراعت پیشہ لوگوں پر کسی طرح کی مالیاتی زیادتی کے ہرگز حق میں نہیں تھے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے زمینوں کی حیثیت اور پیداواری مقدار کو ملحوظ رکھ کر زرعی لگان اور ٹیکس وغیرہ عاید کر رکھے تھے۔ ایسے ٹیکس زمیندار باآسانی ادا کر دیتے تھے۔

عہد فاروقیؓ کا نظم و نسق۔ سلطنت اسلامیہ میں زرعی ترقی اور آب پاشی کا نظام بہتر کرنے کے لئے کئی نئی نہریں کھدوائی گئیں۔ اسی طرح رفاہ عامہ کے کاموں اور مقامی سطح پر نظم و نسق اور لوگوں میں امن و امان قائم رکھنے کی خاطر پولیس کا محکمہ بھی بنایا گیا۔ پھر تقویم اسلامی کو بہتر طور پر رائج کرنے کے لئے سن ہجری کا تقرر اور اجرا کیا۔ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی انسانی بصیرت اور لوگوں کی مستقل فلاح و بہبود کرنا کی مقصود تھی کہ انہوں نے دنیا بھر میں پہلی بار بڑھاپے کی عمر میں لوگوں کے لئے ایک طرح کا پنشن کا نظام رائج کیا۔ اس وقت کی معلوم دنیا میں بوڑھوں کے ساتھ ہمدردی کے لئے اس طرح کا کوئی نظام قائم نہیں تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس نظام پنشن کو لوگوں نے بے حد پسند کیا۔ اسی طرح کمزور اور اپاہج لوگوں کے لئے انہوں نے سرکاری خزانے سے وظائف جاری کیے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان اصلاحات کو تو ہر عہد کے مورخین اور مبصرین نے

Marfat.com

بجا طور پر سراہا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت کا نظام عدل و انصاف اپنی یکتائی اور توانائی کے اعتبار سے مثالی قرار دیا جاتا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے اس دور کے منصف اور قاضی صوبائی گورنروں کے ماتحت نہیں تھے اور انہیں مناسب تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ یہی وجہ ہے قاضی اور منصف اپنے فرائض منصبی کی بجا آوری اور انصاف کے تقاضے پورے کرنے میں ہر طرح سے آزاد اور خود مختار ہوتے تھے۔ اسی طرح انہوں نے مالیات کا ایک محکمہ ایک دیوان کے تحت قائم کر رکھا تھا۔ حکومت کے لئے زیادہ تر آمدنی جزیہ وغیرہ سے حاصل ہوتی تھی۔ زکوٰۃ سے حاصل ہونے والی رقم غریبوں میں تقسیم کی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ خراج بھی سرکاری آمدنی کا بڑا ذریعہ تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ جنگ کی صورت میں جو مال غنیمت حاصل ہوتا اس کا ایک حصہ بھی حکومت کو مل جاتا تھا۔

عہد فاروقیؓ میں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی اور باضابطہ فوج بھی بن چکی تھی' اور پھر فوج کے اندر بھی کئی اہم اور ضروری شعبے قائم تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اس وقت عساکر اسلام کے سب سے بڑے کمانڈر تھے اور آپ مدینہ منورہ میں موجود رہتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سپاہیوں کے لئے وافر مراعات اور سہولتیں دے رکھی تھیں۔ اسی لئے اگر کوئی فوجی سپاہی کسی طرح کی خرابی کا شکار ہوتا یا کسی جرم میں ملوث ہوتا تو اسے سخت سزا دی جاتی تھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نظام سلطنت کی ایک نمایاں خوبی یہ بھی تھی کہ ان کے تمام محکموں اور شعبوں کے مابین باہمی اور موثر رابطہ بھی قائم تھا۔ ہر محکمہ ایک دوسرے کے ساتھ کسی نہ کسی حوالے سے منسلک اور وابستہ تھا۔ یہ بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت کی ایک خوبی تھی کہ اس دور میں بڑے بڑے مناصب پر فائز افسران کو مناسب تنخواہیں دی جاتی تھیں تاکہ وہ ایمانداری اور ذمے داری کے ساتھ اپنے فرائض منصبی ادا کر سکیں۔ یورپ اور مغربی دنیا نے انتظامیہ کے یہ اصول بعد کے برسوں میں مسلمانوں ہی کی انتظامیہ سے حاصل کیے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ملازمتوں کے حصول اور دیگر مراعات سے فیض یاب ہونے کے لئے لوگوں میں مساوات کا نظام رائج کر رکھا تھا۔ اس حوالے سے وہ کسی طرح کی رو رعایت یا نسلی اور گروہی تعصب کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ ان کے یہاں کسی بھی طرح کا امتیازی برتاؤ اور سلوک ممکن ہی نہیں تھا۔ اس پس منظر میں

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی بصیرت اور ذہانت بھی بڑی ہی مثالی اور راست تھی۔ انصاف اور عدل کے تقاضوں کی تکمیل اور بجا آوری کی راہ میں کوئی شخص بھی حائل نہیں ہو سکتا تھا اور اس میں کسی کے لئے بھی کسی طرح کی رو رعایت کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ اقربا پروری اور اشراف نوازی کی کوئی جرات بھی نہیں کر سکتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پیشتر رومی اور یونانی سلطنتوں میں عموماً عوام الناس اور ادنیٰ افراد کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی تھی، لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو عملی طور پر یہ ثابت کر دکھایا تھا کہ اسلام کی تعلیمات انسانوں کے اندر ان تفریقات کی قطعاً گنجائش نہیں رکھتیں۔

حضرت عمر فاروق کی خلافت کا زمانہ قریبا" ساڑھے دس سال بنتا ہے۔ لیکن ان کے عہد خلافت کو اسلام کا سنہری دور بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے زیر نگیں اس عہد میں دنیا کی سب سے بڑی سلطنت اور سب سے بڑا رقبہ اور علاقہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ پوری سلطنت میں امن و سکون اور عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرتے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے تھے لیکن وہ کبھی بھی کسی زعم کا شکار نہیں ہوتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ وہ دنیا کی ہر شے پر اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کی برتری اور حکمرانی مانتے تھے۔

ان کے عہد کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک سال دریائے نیل میں پانی کی بہت کمی ہو گئی تو لوگوں کی فصلیں اور مویشی تباہ ہونے لگے۔ اس حوالے سے لوگوں نے کئی اساطیری کہانیاں سنائی تھیں اور دریائے نیل کے لئے نذرانے وغیرہ دینے کی حکایات بیان کیں۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کی نفسیاتی تسلی اور تشفی کے ساتھ ساتھ اپنے اللہ پر اعتماد، یقین اور بھروسے کے ساتھ ایک خط دریائے نیل کے نام یوں لکھا۔ کہ اللہ کے بندے اور مسلمانوں کے کمانڈر کی جانب سے دریائے نیل کی طرف۔ اے نیل! اگر تو اپنی مرضی سے بہتا ہے اور تیری روانیاں تیری اپنی مرضی اور منشا کے مطابق ہیں، تو بے شک تو ہمارے لئے رواں دواں نہ ہو۔ اور اگر تو اللہ کے حکم کے مطابق بہتا ہے اور رواں دواں رہتا ہے تو پھر ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ تمہیں رواں دواں کر دے"۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق خلیفتہ المسلمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ خط دریائے نیل میں ڈال دیا گیا۔ بتایا جاتا ہے کہ اس سال دریائے نیل کناروں سے باہر بہتا رہا تھا۔ بلکہ اس سال نیل میں اتنا بڑا سیلاب آیا کہ ایسا سیلاب پہلی کبھی نہیں آیا تھا۔ اس طرح وادی مصر کو دریائے نیل نے ایک بار پھر ہریالیاں بخش دی تھیں۔

ایک فلاحی نظام ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجالس شوریٰ میں

Marfat.com

مہاجرین اور انصار کے سربر آوردہ افراد و اشخاص اور اکثر صحابہؓ نبوی شامل تھے۔ اکثر امور مملکت اور سلطنت مجالس شوریٰ میں پیش ہو کر طے پاتے تھے۔ ان کے ساتھ ساتھ بعض امور کی بجا آوری کی خاطر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعض قبائلی سرداروں سے بھی مشاورت طلب کر لیتے تھے۔ بلکہ متعدد مقامی امور کے سلسلے میں مقامی سرداروں کی رائے ہی کو زیادہ اہمیت دی جاتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک مجلس خاص بھی تھی۔ اس مجلس کے تمام اراکین صرف مہاجرین ہی تھے اور وہ خود ہی اس میں رائے دیتے تھے ---- ان مجالس کے علاوہ سلطنت اسلامی میں شامل ہر شخص کو اپنی صائب رائے دینے کا حق حاصل تھا۔ ہر شخص کو اپنے حقوق کے لئے مطالبہ کرنے کی آزادی تھی۔ اور ہر شخص کو یہ حق بھی دیا گیا تھا کہ وہ خلیفہ وقت کے متعلق بھی جان سکے کہ اس کو کیا سہولتیں اور مراعات حاصل ہیں گویا اس دور میں ہر شہری خلیفہ وقت پر بھی نکتہ چینی کرنے کا مجاز تھا۔ والی اور دیگر عاملین پر بھی کھلی تنقید کی اجازت تھی۔ اپنے اس نظام کو زیادہ بہتر اور فعال بنانے کی خاطر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احتساب کا بھی ایک باقاعدہ محکمہ بنا رکھا تھا۔ "آپ ہر گورنر (والی) سے اس کے تقرر سے پہلے یہ عہد لیتے تھے کہ وہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہو گا۔ باریک کپڑے نہیں پہنے گا۔ غذا سادہ کھائے گا اور اپنے دروازوں پر دربان مقرر نہیں کرے گا"۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام گورنروں اور عاملین کی جائیدادوں اور املاک کا بھی باقاعدہ حساب لیا کرتے تھے۔

عہد فاروقیؓ میں بنائے گئے بیت المال اور اس کے فلاحی دائرہ کار کو بے حد اہمیت حاصل تھی۔ بیت المال کا مرکزی دفتر مدینہ منورہ میں تھا اور دوسرے اضلاع اور صوبوں میں اس کی شاخیں قائم تھیں۔ بیت المال کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس میں نادار اور بے سہارا مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ غیر مسلم ذمیوں کو بھی باقاعدہ وظائف دیئے جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ حکومتی خزانہ پر عوام کا برابر کا حق ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں عوام الناس کی فلاح و بہبود اور ضروریات زندگی پوری کرنے پر خصوصی توجہ صرف کی۔ ان کی سلطنت میں کوئی بھی ایسا فرد یا شخص نہیں تھا جو کسی نہ کسی سطح پر حکومت کے علم میں نہ تھا اور حکومت اس کی باقاعدہ کفالت کی ذمے دار ہوتی تھی۔ گویا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد میں ایک فلاحی معاشرہ قائم کر رکھا تھا کہ جس میں بچہ پیدا ہونے کے ساتھ ہی حکومت کی جانب سے اس کا ماہانہ وظیفہ شروع ہو جاتا تھا۔ اس طرح کسی بھی فرد یا شخص کی ضروریات زندگی تشنہ

Marfat.com

نہیں رہتی تھیں۔ بلکہ بے کار، سست، ذہنی سطح پر پست افراد کو بھی ان کی ضروریات زندگی سے وافر ہی فراہم کر دیا جاتا تھا۔ اس طرح پوری سلطنت میں لوگوں کے لئے تفکرات اور اندیشوں کے بغیر زندگی بسر کرنے کے وافر مواقع فراہم کر دیئے گئے تھے۔

زمینوں پر لگان۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں حتی الامکان یہ کوشش جاری رکھی کہ سلطنت اسلامی میں عوامی اور فلاحی معاشرہ قائم ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے انسانوں کو ملنے والی نعمتوں اور دولتوں سے تمام لوگ بلا امتیاز یکساں فیض یاب ہوتے رہیں۔ اسی مقصد کے لئے انہوں نے لوگوں کا تعین فرمایا اور زمینوں کی تقسیم میں بھی اسی روح کو پیش نظر رکھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام مفتوحہ اور متروکہ زمین کو پوری مسلمان قوم کے لئے وقف کر دیا تھا۔ ان کا شروع ہی سے یہ خیال تھا کہ زمین عوام پر موقوف اور انہی کی ملکیت ہونی چاہئے۔ وہ زمینوں کو شخصیات کے سپرد کر دینے کے حق میں نہیں تھے۔ لہٰذا اپنے دور خلافت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمین کے بارے میں اپنے اسلامی مسلک کو قانون اسلامی کی شکل دے دی تھی۔ اس کے علاوہ انہوں نے بعض علاقوں کے مسلمانوں کی زرعی زمینوں کی ملکیت میں مداخلت نہیں کی تھی، صرف لوگوں سے ان کی ضروریات اور کفالت سے زیادہ زمینیں لے لی تھیں۔ زمینوں کی ملکیت اور تقسیم میں ذمیوں کے حقوق کو بھی بجا طور پر ملحوظ رکھا گیا تھا۔ انہوں نے تمام مفتوحہ علاقوں کی زمینیں قومی ملکیت میں دے دی تھیں، اور ہر صوبے کی زمین مفتوحہ لوگوں ہی کے لئے مقرر کر دی گئی تھیں۔ مسلمانوں پر تو یہاں تک بھی پابندی تھی کہ وہ مفتوحہ زمینیں نہ خریدیں کیونکہ اس طرح بھی یہ تاثر مل سکتا ہے کہ مسلمان فاتحین غاصب ہیں۔

زمینوں کی پیداوار پر سرکاری لگان مقرر کرنے کے معاملے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی دیانت داری اور احتیاط سے کام لیا تھا۔ انہوں نے نہری اور بارانی زمینوں کے لئے لگان کی مختلف شرح مقرر کی تھی۔ یہاں تک بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقرر کردہ لگان مقابلتہً" بہت تھوڑا اور کم تھا۔ گویا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد میں حقیقت پسندی سے کام لیا اور اپنے عمال سے یہاں تک حکم فرما دیا تھا کہ مفتوحہ علاقوں کے لوگوں سے "کیے گئے معاہدوں کی پاسداری کی جائے۔ اور یہ بھی کہ لوگوں پر ان کی قوت اور استطاعت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔ ان سے اتنا خراج نہ لیں کہ جو وہ با آسانی ادا نہ کر سکیں" ـــــ اس پس منظر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کئی اہم دہقانوں کو اپنے پاس بلا کر ان سے لگان کی وصولی وغیرہ کے بارے میں اپنے عمال کے

Marfat.com

روپے اور شرح لگان کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود بڑی ہی زہد و قناعت کی زندگی بسر کی۔ تواضع اور خاکساری کا یہ عالم تھا کہ کاندھے پر مشک رکھ کر بیوہ عورتوں کے لئے پانی بھرتے تھے جب کہ عظمت و شان اور رعب و دبدہ کا یہ عالم تھا کہ محض نام سے قیصرو کسریٰ کے ایوان حکومت میں لرزہ پیدا ہو جاتا تھا۔ اس پر مستزاد یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے مزاج میں سختی بھی تھی۔ اس حوالے سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرمایا کرتے تھے کہ "واللہ! میرا دل خدا کے بارے میں نرم ہوتا ہے تو جھاگ سے بھی نرم ہو جاتا ہے اور سخت ہوتا ہے تو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے"۔ اسی حوالے سے حضرت عمرؓ اپنے والیوں اور عمال پر بھی ہمہ وقت محاسباتی اور کڑی نظر رکھتے تھے۔ اس حوالے سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو چند ایک نہایت اہم مکتوبات اپنے گورنروں اور عاملین وغیرہ کو بھجوائے ان کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ کے اہم مکتوبات ۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اسلام کے بڑے جرنیلوں میں سے تھے' اور انہوں نے کئی فتوحات بھی حاصل کی تھیں۔ ان کے بارے میں کسی حوالے سے بتایا گیا کہ وہ عام لوگوں سے زیادہ آسودہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس امر کا علم ہوا کہ سعدؓ نے اپنے قصر کے دروازے پر ایک ڈیوڑھی بھی بنا رکھی ہے۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "محمد بن مسلمہ سے کہا کہ کوفے جاؤ' آگ لو' اس آگ سے وہ ڈیوڑھی جلا دو اور انہی قدموں پر لوٹ آؤ۔ مسلمہ کوفے میں پہنچے اور تعمیل حکم کرتے ہی واپس چل دیئے۔ حضرت سعد کو بتایا گیا تو چپ ہو رہے۔ جان گئے کہ یہ حضرت عمرؓ کے حکم سے ہوا ہے"۔

حضرت عدی بن نضلہؓ کے فرزند حضرت نعمان ایک خوش گو شاعر اور بہت لائق آدمی تھے۔ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں عراق کے زیریں علاقہ بیسان کا عامل یا محصل خراج مقرر کر دیا ---- بتایا جاتا ہے کہ نعمان وہاں جا کر بہت خوش ہوا تھا اور اس کی شاعری کو بھی جلا ملی تھی' کیونکہ وہ علاقہ بڑا سر سبز و شاداب اور زرخیز تھا۔ اس دوران میں اس نے اپنی بیوی کو اپنے پاس بلانے کے لئے عشقیہ اشعار پر مبنی ایک غزل کہی۔ اس غزل کے اشعار ایک حد تک بڑے برہنہ تھے اور ان نعمان کی ذہنی کیفیت کا بھی اندازہ ہوتا تھا۔ ان اشعار کا علم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ہو گیا تھا۔ تو اس پر آپ نے نعمان کو ایک خط لکھا تھا کہ "واقعی مجھے تمہارے یہ شعر برے لگے ہیں' اور میں تمہیں معزول

Marfat.com

کرتا ہوں"۔ یہاں تک بھی بتایا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب انہیں معزول کر دیا تھا تو حضرت نعمان بن عدی نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ محض شاعری ہے' حقیقت سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ "لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا عذر قبول نہ کیا اور فرمایا۔ ایسے اشعار کہنے کے بعد تم میرے عامل نہیں رہ سکتے"۔

کتاب اللہ اور سنت۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عیاض بن غنمؓ کو جزیرہ کی مہم پر روانہ کرتے ہوئے ایک مکتوب میں فرمایا تھا کہ "خوف خدا کو اپنا شعار بناؤ' اور ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہو' جو تمہارے ظاہر اور باطن کو یکساں جانتا ہے۔ تمہارے سامنے جو مسائل پیش کئے جائیں ان کو کتاب اللہ کے مطابق طے کرو اور اگر قرآن حکیم میں کوئی حکم ان کے بارے میں نہ ملے تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اور سنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رجوع کرو--- دشمن کی کثرت اور اپنی قلت سے دل چھوٹا مت کرو۔ اہل حق کی تعداد بہت سے معرکوں میں دشمنوں سے کم رہی ہے لیکن بالاخر فتح انہی کو نصیب ہوئی۔ اللہ کا نام لے کر جزیرہ روانہ ہو جاؤ اور اس مہم کو سر کرنے کی تدبیروں میں مشغول ہو جاؤ"۔

پھر اسی عیاض بن غنمؓ نے جب جزیرہ کی مہم کامیابی سے سر کر لی تو انہیں کچھ عرصہ بعد مصر کی امارت سونپ دی گئی تھی۔ اس عہد میں کسی شخص نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع کر دی کہ عیاض بن غنمؓ باریک کپڑے پہنتا ہے' اور اسی طرح اس کے دروازے پر دربان بھی مقرر ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہؓ کو بلایا اور کہا کہ عیاضؓ کو جس حالت میں پاؤ ساتھ لے آؤ۔ محمد بن مسلمہؓ نے وہاں پہنچ کر دیکھا تو واقعی دروازے پر دربان تھا' اور عیاضؓ باریک کپڑے کا کرتہ پہنے بیٹھا تھا۔ اسی ہیت اور لباس میں ساتھ لے کر مدینہ آئے۔ حضرت عمرؓ نے وہ کرتہ اتروا کر بالوں کا ایک کرتہ پہنوایا اور بکریوں کا ایک گلہ منگوا کر حکم دیا کہ جنگل میں لے جا کر چراؤ۔ عیاضؓ کو انکار کی مجال نہ تھی مگر بار بار کہتے تھے کہ اس سے مر جانا بہتر ہے"۔

علامہ بلاذری نے "انساب الاشراف" میں لکھا ہے کہ بصرہ کی ایک عورت نے اپنے گھر میں اس طرح سے پردے لٹکا رکھے تھے کہ جس طرح خانہ کعبہ پر لٹکائے جاتے ہیں۔ اس امر کی جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ہوئی تو انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ والی بصرہ کو لکھا کہ میرا خط ملتے ہی کسی کو اس عورت کے گھر بھیج کر پردے پھڑوا دو۔

Marfat.com

عمومی ہدایات۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عتبہ بن فرقد سلمیؓ والی آذر بائیجان کو اپنے ایک تاریخی مکتوب میں لکھا کہ۔

"اے عتبہ بن فرقدؓ! عیش و آرام کی زندگی سے اجتناب کرو۔ غیر مسلموں کا لباس اور ریشم نہ پہنو' نشانہ بازی کی مشق کرو' اپنے لڑکوں کو تیراکی کی مشق کراؤ' گھوڑے کی پیٹھ پر کود کر بیٹھا کرو' سادہ زندگی اختیار کرو' موٹا پہنو' موٹا کھاؤ' مشقت اور تکلیف کی عادت ڈالو' بھائی بھائی بن کر اتفاق سے رہو' عیش و آرام کی زندگی سے پرہیز کرو"۔

آذر بائیجان کے لوگ کھجوروں اور گھی کو ملا کر ایک لذیذ قسم کا حلوہ بنایا کرتے تھے۔ اس حلوے کو خبیص کہا جاتا تھا۔ "ایک دفعہ حضرت عتبہ بن فرقدؓ نے کافی مقدار میں خبیص تیار کرایا اور اسے دو پٹاریوں میں بند کرکے دو آدمیوں کے ہاتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بطور تحفہ بھیجا"۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ خبیص لانے والے لوگوں سے پوچھا "کیا عتبہؓ کی فوج کے سب لوگ یہ حلوہ کھاتے ہیں"۔ انہوں نے نفی میں جواب دیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "یہ حلوہ واپس لے جاؤ۔ جو چیز سارے مسلمانوں کو میسر نہیں میرے لئے اس کا کھانا کیسے جائز ہو سکتا ہے"۔

پھر انہوں نے حضرت عتبہ کو ایک تنبیہی خط لکھا کہ۔

"واضح ہو کہ یہ خبیص نہ تو تمہاری کوشش سے حاصل ہوا' نہ تمہارے والد کی کوشش سے تم کو ملا اور نہ تمہاری والدہ کی کوشش سے تم کو ملا ہے۔ میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ وہی غذا کھاؤ جو سب مسلمانوں کو آسانی سے مل سکتی ہو۔ ایسی چیز استعمال نہ کرو جو عام مسلمانوں کو میسر نہیں"۔

اللہ پر بھروسہ ۔ ایرانیوں پر فتوحات حاصل کرنے کے حوالے سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت نعمان بن مقرنؓ کو ۲۱ ہجری میں روانہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایک خط بھی لکھا اور اس میں انہیں جنگ کا لائحہ عمل بتانے کے ساتھ ساتھ خدا پر بھروسہ کرنے کے لئے لکھا کہ: "تم پر لازم ہے کہ اللہ کی مدد اور فضل پر بھروسہ رکھو اور اس کے وعدہ کو برحق سمجھو جو اس نے فارس و شام کی فتح کا ہم سے کیا ہے۔ اللہ اپنے وعدہ سے کبھی نہیں پھرتا۔ **ان اللہ لا یخلف المیعاد** جب دشمن سے تمہارا مقابلہ ہو تو تم پامردی سے ڈٹے رہنا اور صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہنا۔ اللہ صبر کرنے والوں کے حق میں فرماتا ہے کہ انہیں بے اندازہ انعام ملے گا"۔

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کے بہادر اور ذہین جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے عہدے سے بعض حوالوں سے اس لئے بھی معزول کیا تھا کہ عام الناس مسلمانوں نے یہ سمجھنا شروع کر دیا تھا کہ مسلمانوں کو اکثر فتوحات صرف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جنگی مہارتوں اور حکمت عملیوں کے باعث حاصل ہو رہی ہیں' اور ویسے بھی چونکہ حضرت خالد بن ولیدؓ جنگی میدان میں تلوار کے بہت دھنی ہیں' اس لئے وہ مسلمانوں کے لئے پے بہ پے فتوحات کرتے رہتے ہیں۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے ذہنوں سے اس غلط فہمی کو نکالنا چاہتے تھے کہ تمام فتوحات اصل میں تو اللہ کے اپنے وعدے کے مطابق ہیں' ان میں جرنیل خالد بن ولیدؓ کا کوئی شخصی کمال نہیں ہے۔ اس طرح مسلمانوں کو افراد کی اکثریت یا اقلیت کے بجائے اپنے پروردگار پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے عالم اسلام کے لئے جو فلاح بخش نظام قائم کیا وہ خود بھی اس پر قائم اور متمکن رہے۔ اس حوالے سے ان کی جو فضیلتیں اور اوصاف ہیں' وہ سب سے امتیازی اور انفرادی ہیں۔ کتاب سلوک الملوک کے حوالے سے پتا چلتا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اسلامی دنیا میں قریباً" چار ہزار مساجد تعمیر کرائیں۔ اور اسی طرح انہوں نے اپنے دس سالہ عہد خلافت میں اسلام کے دس ہزار جھنڈے لہرائے۔ اس طرح ان کی اسلام سے محبت اور دینی رغبت کا بھی ثبوت میسر آتا ہے۔ کہ وہ جس علاقے کو فتح کرتے وہاں پر نظام اسلام قائم کرنے کی خاطر مساجد تعمیر کراتے۔ ان کے دور میں اکثر مساجد میں بڑے بڑے حکومتی اہل کار ہی امامت کے فرائض انجام دیتے تھے بلکہ صوبوں اور اضلاع کی بڑی بڑی مساجد میں تو والی اور عاملین خود بھی امامت کے فرائض ادا کرتے تھے۔ متعدد مساجد میں حکومت کی جانب سے امام اور موذن مقرر کیے جاتے تھے۔ اس دور میں مساجد ہی مسلمانوں کے بڑے بڑے دینی تدریسی ادارے سمجھے جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مساجد کی تعمیر و ترقی پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خصوصی توجہ دی اور مسلمانوں کے اس اہم اور ہمہ جہت ادارے کو بہت موثر بنا دیا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہد خلافت میں ہمہ وقت فروغ دین کے لئے کوشاں رہے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے خلافت کا منصب سنبھالنے کے ساتھ ہی دین کے اور اسلام کے امور کے حوالے سے حضرت علیؓ کو اپنا مشیر اور معاون مقرر کر لیا تھا لہٰذا عہد فاروقیؓ کے اکثر اجتہادی امور میں حضرت علیؓ کی دینی بصیرتوں اور صائب مشوروں پر عمل کیا

Marfat.com

جاتا رہا۔

عدل و انصاف ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے پر سب سے زیادہ زور دیا۔ وہ عدل و انصاف کو خلیفہ کا مذہبی اور دینی فریضہ قرار دیتے تھے' یہ بھی فرمایا کرتے تھے عدل و انصاف کرنا ہی پیروی رسولؐ اور سنت نبویؐ ہے۔ لہٰذا ان کے عہد میں عدل و انصاف کے معاملات میں کبھی بھی صرف نظر نہ کیا گیا۔ ان کے دور خلافت میں کبھی سرمو بھی حد انصاف سے تجاوز نہیں کیا گیا۔ شاہ و گدا' شریف و رذیل' عزیز و بیگانہ سب کے لئے ایک ہی قانون تھا"۔ انہوں نے پوری اسلامی سلطنت میں قاضیوں کا تقرر اور قاضی عدالتیں قائم کر رکھی تھیں۔ بعض مقامات پر قاضیوں کے تقرر کے لئے انہوں نے گورنروں کو بھی صوابدیدی اختیارات دے رکھے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے قاضیوں کے فرائض اور عدل و انصاف کے حوالے سے اپنے دور خلافت میں انہیں ہر طرح کی آزادی اور خود مختاری دے رکھی تھی۔ اس مد میں انہوں نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا تھا کہ "لوگوں کے ساتھ مہربانی اور شفقت کے ساتھ پیش آیا جائے۔ لوگوں کے ساتھ واسطہ اور خوش اخلاقی کا اظہار کیا جائے تاکہ لوگوں کو محسوس ہو سکے کہ قاضی حضرات بھی انہی میں سے ہیں اور انہیں لوگوں کے اندر ہی وہ رہتے ہیں"۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کئی فرامین سے اس امر کا اظہار بھی ہوتا ہے کہ وہ عدل و انصاف میں قاضیوں سے سب کے ساتھ ہمدردانہ اور برابر کا سلوک کرنے کی تاکید کیا کرتے تھے۔ عدالت اور عدالتی کارروائی کے دوران بھی ہر ایک کے ساتھ مساویانہ اور بہتر سلوک کیا جائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مسئلہ قضاۃ میں قاضیوں کو یہ اختیار دے رکھا تھا کہ اگر فریقین کسی مقدمے میں صلح صفائی اور کسی طرح کی باہمی مفاہمت کرنا چاہیں تو انہیں اس امر کی بھی آزادی دی جائے بصورت دیگر عدل و انصاف ہی کے تقاضے پورے کئے جائیں۔ لیکن اس میں کسی بھی حوالے سے کسی کی رو رعایت نہ ہو۔ کسی کا منصب یا قرابت داری بھی عدل و انصاف کی راہ میں حائل نہ ہو۔

قاضیوں کے بے ریا اور کسی بھی طرح کے خارجی اثر و رسوخ سے انہیں قطعی طور پر محفوظ اور محصور رکھنے کی خاطر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قاضیوں پر یہ پابندی عاید کر رکھی تھی کہ وہ لوگوں سے تحفے تحائف یا نذرانے نہ لیں۔ اور اگر کسی قاضی نے کسی بھی شخص سے کوئی تحفہ یا نذرانہ لے رکھا ہے تو اس پر یہ لازم ہے کہ اسے اس شخص تک

Marfat.com

واپس پہنچائے۔ اور اگر تحفہ یا نذرانہ پیش کرنے والا کہیں نہیں مل رہا تو وہ نذرانہ تحفہ یا عوامی بیت المال میں جمع کرا دیا جائے۔

احتساب کا عمل۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہتر عدل و انصاف' فلاحی معاشرے' ایماندار تہذیب و تمدن کی خاطر احتساب کا عمل بھی جاری رکھا ہوا تھا۔ بتایا جاتا ہے بعض اوقات خلیفتہ المومنین خود اپنے ہاتھ میں چابک پکڑ کر بازاروں میں مارکیٹوں میں جایا کرتا تھا' اور بذات خود یہ دیکھتا تھا کہ لوگوں کا لین دین میں کیسا رویہ ہے۔ لوگ کاروبار میں کس قدر ایمان داری اور خوف خدا سے کام لیتے ہیں۔ پھر انہوں نے دوسرے صوبوں میں انہی مقاصد کے لئے ایک طرح کے محتسب مقرر کر رکھے تھے۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے تو خود اپنے آپ کو بھی ہمہ وقت احتساب کی دھار پر رکھا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک تاریخی خطبے میں کہا تھا کہ "اے لوگو! یہ آپ لوگوں کا یقین ہے کہ آپ مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں حتی الوسع بھلائی پر کاربند ہوں' اور بھلائی کے فروغ کے لئے کوشاں ہوں"۔ اس وقت اس مجمعے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کئی ساتھی اور صحابہ کرامؓ بھی موجود تھے' تو لوگوں نے جواباً" کہا تھا "اے عمر! آپ عدل و انصاف اور ایمانداری سے کام لیتے ہیں"۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب تک میں حق پر رہوں تو تم لوگ میرا ساتھ دینا۔ بصورت دیگر "لوگوں نے ہم زبان ہو کر کہا اگر آپ بھٹک جائیں گے تو اسی طرح سیدھا کریں گے جس طرح تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے"۔

یہ تھا کردار اس وقت کے خلیفتہ المومنینؓ اور اس عہد کے صاف گو با کردار عوام کا' کہ اگر حاکم وقت اپنے آپ کو لوگوں میں محاسبے کے لئے پیش کرتا ہے تو پھر عوام بھی ان کا ہر طرح کا محاسبہ کرنے کا عزم کرتے ہیں۔ ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ عینیہ بن حزم فزاری ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے کے لئے آیا۔ اس ملاقات میں عینیہ بن حزم نے چاہا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے ساتھ چند ایک فوجی معاملات میں خصوصی رعایت سے کام لیں۔ لہٰذا اس شخص نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آ کر بڑے ہی بھونڈے اور تلخ لہجے میں کہا "اے ابن خطاب! تم اللہ کی دولت کو اللہ کے بندوں میں برابر کیوں نہیں تقسیم کرتے اور اسی طرح ہر مقام پر برابر فوجی کمک کیوں نہیں روانہ کرتے"۔ اگرچہ اس انداز تکلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جذبات کو بھڑکا کر رکھ دیا تھا لیکن اس کے باوجود انہوں نے درگزر اور تحمل سے کام لیا۔ بلکہ اس موقع پر

Marfat.com

حضرت عمرؓ کا بھتیجا بھی وہاں موجود تھا' اس نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ "اے امیرالمومنین یہ شخص آپ کے امور سلطنت سے بے خبر ہے' اسے صورت حال کا صحیح طور پر علم نہیں ہے' اس لئے اس کی گستاخی واقعی معافی اور درگزر کے قابل ہے' اور ویسے بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "لوگوں کو معاف کر دیا کرو' لوگوں کے ساتھ نرمی اور رحم دلی سے پیش آؤ' بے خبر اور نادان افراد کی خطاؤں اور گستاخیوں پر ان کا محاسبہ نہ کیا کرو"۔ اس وضاحت پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کو کھلے دل سے معاف بھی کر دیا تھا اور متعلقہ امور کے بارے میں صحیح طور پر بتا بھی دیا تھا۔

جوہر شناس۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بذات خود بہت بڑے جوہر شناس تھے' وہ متعدد افراد کو ان کی قابلیتوں اور اوصاف کے مطابق حکومت میں مناصب اور عہدے دیا کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہتر نظم و نسق کے لئے مملکت کو صوبوں اور صوبوں کو ضلعوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اسی طرح سے انہوں نے اپنی فوج کے بھی کئی حصے کر رکھے تھے لیکن حضرت ابو عبیدہؓ ان افواج کے ایک طرح سے کمانڈر انچیف تھے اور وہ سلطنت روم میں متعین تھے۔ اگرچہ ابو سفیانؓ کا بھی مسلمان سپہ سالاروں میں بہت ممتاز مقام تھا۔ ان کا ایک بیٹا جو شام میں متعین تھا وہ طاعون کی بیماری کے باعث شام ہی میں فوت ہوا تھا۔ اور حضرت ابو عبیدہؓ بھی طاعون ہی کے عارضہ سے فوت ہوئے تھے۔ حضرت ابو سفیانؓ کے بیٹے کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو سفیانؓ کے غم اور صدمے کو بڑی شدت کے ساتھ محسوس کیا تھا۔ بہر صورت معاویہ بن ابو سفیانؓ ایک بہت بڑے اور باخبر سیاست دان' بہت اعلیٰ منتظم' اپنی بہادری میں بے مثال' لوگوں میں خاصے مقبول' حسن سلوک میں مسلمہ اور باقی دنیاوی امور میں بھی ماہر تھے۔ لہٰذا ان کے ان دیگر اوصاف کے باعث حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں ان کی ان قابلیتوں اور ذاتی اوصاف کی بنا پر شام کا امیر بنا دیا تھا۔ اپنے عہد خلافت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب معاویہ بن سفیانؓ کو سلطنت شام کے جملہ تمام اختیارات تفویض کر رکھے تھے۔ لہٰذا معاویہ بن ابو سفیانؓ نے اپنی اس خود مختار حیثیت میں رومیوں کے خلاف کئی جنگوں میں واضح فتوحات حاصل کیں۔

اہم ہدایات۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نظام سلطنت میں کئی خوبیاں تھیں' مثلاً وہ اپنے امیروں کے اکثر تبادلے کیا کرتے تھے۔ متعدد امیروں کو وہ ہر سال تبدیل کر کے نئی جگہوں پر متعین کر دیا کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ایک بڑا

Marfat.com

واضح اور مستقل حکم جاری کر رکھا تھا کہ "سلطنت اسلامی میں اگر کسی بھی سطح کا عامل' حاکم اور امیر اپنی معزولی سے نہیں ڈرتا تو اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایک آمر اور مطلق العنان سمجھنے لگتا ہے"۔ جب بھی کوئی عامل' حاکم یا امیر کسی طرح بے راہ روی کا شکار ہوتا تو اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوری کارروائی کرتے۔ اگر کوئی عام شہری بھی کسی عامل' حاکم یا امیر کے خلاف کسی طرح کی شکایت کرتا تو حضرت عمرؓ فوری طور پر اس عامل' حاکم یا امیر کو مرکز میں طلب کرتے اس کا موقف سننے کے بعد اس کے خلاف سخت کارروائی کرتے۔ اس مقصد کے لئے دور دراز کے فاصلوں کو بھی وہ کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔ کئی واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اس احتسابی عمل سے کسی بھی بڑے سے بڑے عامل' حاکم یا امیر کی رو رعایت نہیں کی' بلکہ کئی صحابہ کے خلاف بھی کارروائی کرنے میں تامل سے کام نہ لیا۔

سپہ سالار کا انجام۔ عہد فاروقی کا اس ضمن میں ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ کوفہ سے بنو اسد کے ایک وفد نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سپہ سالار اور حکم کے خلاف یہ شکایت خلیفتہ المومنینؓ سے کی کہ وہ لوگوں میں مال غنیمت کی تقسیم میں سنجیدگی سے کام نہیں لیتا اور دشمن کے خلاف بعض محاذوں پر فوجی دستے روانہ کرنے میں پس و پیش سے کام لیتا ہے۔ شکایت کنندگان کی یہ شکایت بڑی سنجیدہ نوعیت کی تھی۔ لیکن جس شخص کے خلاف یہ شکایت کی گئی تھی وہ صحابی رسول حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے۔ ان کا صحابہ نبویؐ میں ایک امتیازی مقام تھا' وہ اسلام کے سچے شیدائی تھے۔ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت پہلے اسلام کو قبول کیا تھا' وہ ایرانیوں کے خلاف بڑی بہادری اور جرات کے ساتھ لڑتے رہے تھے۔ انہوں نے عراق اور مدائن کو فتح کیا تھا۔ بلکہ کوفہ شہر کو بسانے میں ان کی خدمات سب سے اہم تھیں۔ جس وقت حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے خلاف اس طرح کے الزامات لگائے گئے اس وقت سپاہ اسلام نہاوند میں ایرانی فوجوں کے مقابلے میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ یزد جرد کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ اس نازک موقع پر بھی شکایات سننے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو خط لکھا کہ "تمہارے خلاف کوفہ کے ایک وفد نے کئی شکایات پیش کی ہیں' اس طرح اسلام سے وفادار لوگوں میں کئی طرح کی بد گمانیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اس لئے تم جنگ کی اس صورت حال میں وہیں پر رہو' یہ ممکن نہیں ہے"۔ اس کے ساتھ ہی خلیفتہ المسلمینؓ نے حضرت سعدؓ کو مدینہ منورہ میں طلب کر لیا اور سعد بن ابی وقاصؓ کی جگہ پر نعمان بن مقرنؓ انصاری کو فوج کا سپہ سالار مقرر کر دیا۔

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم ملنے کے بعد سعد بن ابی وقاصؓ جلد ہی مدینہ منورہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے۔ یہاں پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ پر عاید کیے گئے الزامات بیان کیے اور اس کے ساتھ ہی محمد بن مسلمہ انصاری کو ان کے ساتھ دوبارہ کوفہ روانہ کر دیا اور سعد کے بارے میں کوفہ کی مساجد میں جا کر تصدیق کرنے کے لئے کہا وہاں کے نمازیوں سے یہ معلوم کیا جائے کہ ان کی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بارے میں کیا رائے ہے۔ بتایا جاتا ہے حضرت محمد بن مسلمہؓ انصاری نے کوفہ کی تمام مساجد سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے کردار و عمل کی تصدیق کی اور بتایا کہ وہ کسی بھی طرح کے الزام سے پاک اور مبرا ہیں --- لیکن قبیلہ بنو اسد کے لوگوں نے کوفے کی ایک مسجد میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے خلاف اپنی رائے بیان کی۔ جس پر ان لوگوں کی عداوت کا واضح اظہار ہو گیا کہ وہ کسی مخاصمت کی بنا پر اس طرح کے الزامات حضرت سعد بن ابی وقاصؓ پر عاید کر رہے ہیں ---- اس موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے بڑی ہی گرویدگی کے ساتھ اپنے خدا کے حضور دعا کی' اے میرے پروردگار' مجھ پر اس طرح کی جھوٹی الزام تراشی کرنے والے کو تو بہتر جانتا ہے۔ بتایا جاتا ہے' الزام تراشی کرنے والے شخص کی آخری عمر بڑی ہی عبرتناک تھی۔

ایک علامتی خط۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ ایک زمانے میں عراق کا مسلمان گورنر ابو موسیٰ اشعریؓ ہر طرح کی آسودگی کے باعث جسمانی طور پر فربہ ہونے لگا تھا۔ اس امر کی اطلاع مرکز اسلام مدینہ منورہ میں خلیفتہ المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی تو اس پر انہوں نے ایک تاریخی خط میں لکھا کہ "اے ابو موسیٰ اشعریؓ! اپنے آپ کو موٹاپے سے بچاؤ۔ اور یاد رکھو کہ جو بھیڑ موٹی ہو جاتی ہے' وہ خود ہی اپنی موت کا سامان کر لیتی ہے"۔ گویا اپنے اس پیغام میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گورنر عراق کو یہ باور کرایا تھا اگر وہ دولت کی فراوانی کے باعث فربہ نہیں ہو رہا تو پھر اس کی خواہشات کی تکمیل کی خاطر زمانہ اسے گمراہ کر کے اس کی موت تک پہنچا دے گا یا پھر خلیفہ خود اسے معزول کر کے رکھ دے گا۔

دیوان عطا کا قیام۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے ایک "دیوان عطا" قائم کیا اس دیوان عطا کے ذریعے سے ضرورت مند اور حاجت مند لوگوں کی جائز ضروریات پوری کی جاتی تھیں۔ جہاد میں حصہ لینے والے مسلمانوں کو اس وسیلے سے زندگی کی سہولتیں فراہم کی جاتی تھیں۔ اس شعبہ کے لئے جب مسلمان مجاہدین کی فہرستیں

Marfat.com

بنائیں جانے لگیں تو کچھ لوگوں نے تجویز کیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام سرفہرست لکھا جائے۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول خداؐ کے قرابت داروں کے اسمائے گرامی سب سے پہلے اس فہرست میں درج کرائے۔ سب سے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب کا نام تحریر کروایا۔ ان کے بعد بنو ہاشم کے دوسرے لوگوں کے نام درج کروائے۔ ان کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کے دیگر قرابت داروں کے نام لکھوائے گئے۔ اس فہرست میں اپنا نام درج کروانے سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حتی الامکان اجتناب ہی سے کام لیا ---- اس دیوان عطا کا بنیادی مقصد یہ بھی تھا کہ سابقہ اسلامی جنگوں اور جہاد میں جن مسلمانوں نے حصہ لیا ہے اب بڑھاپے میں انہیں زندگی کرنے کے لئے مناسب وظیفہ ملتا رہا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس دیوان عطا کا نظم و نسق چلانے کے لئے بھی انہی لوگوں کو مقرر کر رکھا تھا کہ جنہوں نے خود اسلامی جنگوں اور جہاد میں حصہ لیا تھا۔ بہرصورت اس دیوان عطا کے قیام میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کے استحقاق' ان کے تجربے' ان کی جنگی خدمات' ان کی معرکہ آرائیوں اور ان کی مجموعی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کا ایک سادہ سا ذریعہ تھا جس کے قیام پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وقت کی اہم ضرورت کو پورا کر دیا تھا۔

اپنے دس سالہ عہد خلافت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر سال باقاعدگی کے ساتھ حج بیت اللہ کرنے جاتے رہے' اور حج کے تمام اراکین بجا لاتے رہے۔ اپنی زندگی کے آخری حج کے موقع پر انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی تمام زندہ ازواج مطہرات کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی حفاظت میں بڑے احترامات کے ساتھ حج کرنے کے لئے بھجوایا تھا۔

اپنے عہد خلافت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں میں جذبہ جہاد رواں دواں رکھنے اور انہیں عسکری تربیت سے بہرہ یاب رکھنے کی خاطر قریباً" ہر مسلمان کے لئے لازمی قرار دے رکھا تھا کہ وہ جنگ میں حصہ لے۔ یہاں تک بھی کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی مسلمان جو اس قابل ہوتا تھا جنگ میں حصہ لے سکے لیکن وہ اس سے کتراتا تھا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے شخص کو گھوڑے کی سواری کی اجازت نہیں دیتے تھے' بلکہ اس شخص سے تو اس کا گھوڑا بھی چھین لیتے تھے۔

مسلمانوں کو مختلف فتوحات اور روم' شام' مصر اور ایران کی سلطنتوں سے جو مال غنیمت

Marfat.com

بھاری مقدار میں ہاتھ لگتا تھا' اس سے خدشہ تھا کہ بعض عمال میں کئی طرح کی خیانتیں پیدا ہو جاتیں۔ لیکن اس معاملے میں تقسیم کنندگان کو صالح باکردار اور ایماندار رکھنے کی خاطر حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خصوصی انتظام کر رکھے تھے۔ اس کے باوجود اگر پھر بھی کہیں یہ ثابت ہو جاتا کہ کسی شخص نے یا حکومت کے کسی بھی سطح اور درجے کے اہل کار نے کوئی خیانت' بے ایمانی یا ناانصافی کی ہے تو حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عبوری حکم تھا کہ ایسے شخص کے سارے گھریلو ساز وسامان کو آگ لگا دی جائے۔ لہٰذا اس قدر سخت سزا کی موجودگی میں بے ایمانی یا خیانت کرنے کی کسی میں جرات نہیں ہوتی تھی۔

ذمیوں کے ساتھ سلوک۔ ذمیوں سے خراج اور جزیہ کی وصولی کے سلسلے میں حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں بڑا ہی حقیقت پسندانہ نظام رائج کر رکھا تھا۔ مسلمان حکمران یہ خراج اور جزیہ مفتوح اور غیر مسلم لوگوں سے ان کی حفاظت' بیرونی حملہ آوروں سے تحفظ اور دیگر آفات سے بچانے اور ان کے علاقوں میں امن و امان برقرار رکھنے کے لئے وصول کیا کرتے تھے۔ خراج اور جزیہ کی ادائیگی کی شرح مختلف علاقوں اور ان اقوام کی مالی اور پیداواری حیثیت کے مطابق ہوتی تھی' اور سب سے بڑھ کر معاہدہ امن کے دوران میں ان لوگوں کے ساتھ جو شرح طے پا جاتی اس کی بھی پاسداری کی جاتی تھی' اس کے علاوہ ذمیوں کے ساتھ بعض صورتوں میں ان کی انفرادی حیثیت اور حالت کو بھی پیش نظر رکھا جاتا تھا۔ جو ذمی لوگ اپاہج' بیمار' لاوارث یا کسی اور طرح سے بالکل بے زر اور خود کما کر روزی کھانے سے قاصر تھے' حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ان لوگوں کے ساتھ خصوصی سلوک کیا جاتا تھا۔ مسلمان حکمرانوں نے ایسے کئی غیر مسلم ذمیوں کے باقاعدہ وظائف بھی مقرر کر رکھے تھے۔ حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ذمیوں کے ساتھ خاصا رواداری بھرا سلوک کیا جاتا تھا۔ خراج کی وصولی کے حوالے سے بھی سختی نہیں کی جاتی تھی۔ مسلمان سپہ سالار عملی طور پر جن مفتوحہ علاقوں کی حفاظت اور تحفظ ممکن نہیں سمجھتے تھے' ان علاقوں کے لوگوں سے وصول کیا ہوا خراج اور جزیہ بھی بخوشی واپس کر دیتے تھے۔ ایسے واقعات سے غیر مسلم لوگ اسلام کے گرویدہ اور دلدادہ ہوتے چلے گئے تھے۔

حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جس عوامی معاشرے کے قیام پر پوری توجہ مبذول رکھی' اس میں انسانی ہمدردی' عوامی فلاح و بہبود' زراعت کی ترویج ترقی اور بلا تاخیر عدل و انصاف کا حصول جیسے سنہری اصولوں کو اولیت دی گئی تھی۔ اس دور میں

Marfat.com

توسیع سلطنت اسلامی کے ساتھ ساتھ چونکہ اسلام کو بھی باقاعدہ فروغ اور عملی ترویج حاصل ہو رہی تھی۔ اس لئے اسلام اور اسلامی تعلیمات پر عمل در آمد کو بھی اولیت دی جاتی تھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں حکومت و سیاست اور انتظام و انصرام میں نہایت حقیقت پسندانہ اور ترقی پسندانہ اقدام اپنائے' اور انہوں نے اپنے عہد میں صحیح معنوں میں ایک ایسا اسلامی معاشرہ قائم کیا کہ جس میں واضح طور پر اسلامی روح موجود تھی۔ انہوں نے عوام الناس کی فلاح و بہبود اور بہتری کے لئے اللہ کی زمین کے تمام تر وسائل کو بروئے کار لا کر لوگوں کو امن و سکون' خوش حالی اور آسودگی کی دولت سے مالا مال کیا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عدل و انصاف کی بنیاد پر جس اسلامی معاشرے کی بنا ڈالی اس کو پوری اسلامی دنیا اپنانے پر فخر محسوس کرتی ہے اور اسی مثالی معاشرے کو اپنے لئے مشعل راہ قرار دیتی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اسلامی معاشرہ قائم کیا اس میں شاہ و گدا کا ایک رتبہ تھا۔ کسی منصب دار یا کسی کے قرابت دار کو کوئی خصوصی حیثیت حاصل نہیں تھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قائم کردہ اسلامی عوامی معاشرے اور نظام حکومت کی سب سے بڑی اور امتیازی خوبی یہ تھی کہ اس میں حاکم' امیر' عامل اور منصب دار سب سے اعلیٰ اختیارات والا خلیفہ بھی لوگوں کے سامنے جواب دہ تھا۔ ہر ایک کے لئے ہمہ وقت احتساب کا ایک موثر اور اصلاح کر دینے والا نظام تھا۔ اور پھر اس پورے اسلامی نظام کی خوبیوں' رحمتوں اور مراعات کا دائرہ صرف مسلمانوں ہی تک محدود نہیں تھا بلکہ ان سے غیر مسلم اور ذمی بھی پوری طرح سے فیض یاب ہوتے تھے۔

Marfat.com

باب-۸

فضائل حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ

حضرت عمر فاروقؓ منصب خلافت پر قریباً دس سال تک متمکن رہے۔ انہوں نے اس دس سالہ مثالی اور سنہرے دور میں ایک ایسی اسلامی حکومت قائم کی کہ جس میں عدل و انصاف کا دور دورہ تھا۔ ہر درجے اور سطح کے لوگوں کو تمام سہولتیں میسر آتی تھیں' اور والی' عمال اور دیگر منصب دار مرکز مدینہ منورہ سے ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے تھے اپنے فرائض اور ذمے داریوں سے سرمو انحراف نہیں کر سکتے تھے۔ اور ادنیٰ سے ادنیٰ اور معمولی سے معمولی فرد کو بھی اپنے حقوق کے حصول کے لئے تگ و دو نہیں کرنا پڑتی تھی۔ اس معاشرے میں کوئی بڑا یا طاقت ور کسی پر ظلم و جبر کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

حاکم و محکوم۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جب ایک فتح کے بعد بیت المقدس کا سفر کیا تو ان کے بیت المقدس کے قیام کے دوران میں "ایک دن حضرت بلالؓ نے شکایت کی کہ امیرالمومنین! ہمارے افسر پرند کا گوشت اور میدہ کی روٹیاں کھاتے ہیں اور عام مسلمانوں کو معمولی کھانا بھی نصیب نہیں۔ حضرت عمرؓ نے افسروں کی طرف مستفسرانہ نگاہوں سے دیکھا انہوں نے عرض کیا کہ یہاں سب چیزیں نہایت ارزاں ہیں۔ حجاز میں جس قیمت میں روٹی اور کھجور ملتی ہے' یہاں اسی قیمت پر پرند کا گوشت ملتا ہے۔ اس جواب پر آپ انہیں منع تو نہ کر سکے لیکن تنخواہ کے علاوہ سپاہیوں کی خوراک بھی مقرر کر دی"۔

صحابی رسول عظیم سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے متعدد اسلامی جنگوں میں نہایت امتیازی' اعلیٰ' جنگی بصیرت کے صحیح استعمال کی معرکہ آرائیاں' بہادری کے بے مثال کارنامے سرانجام دیئے۔ انہوں نے جعلی نبیوں کا قلع قمع کیا۔ اور اس عہد کی بڑی بڑی سلطنتوں پر اسلام کی دھاک بٹھا دی ---- ان سے بھی جب انتظامی امور میں کوتاہی سرزد ہوئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اس بڑی اور اہم حیثیت اور خدمت اور کارناموں کی چوٹی پر بیٹھے ہونے کے باوجود' کسی خصوصی اور رعایتی سلوک کا مستحق نہ سمجھا۔ جنگی مصارف کا بروقت اور باقاعدہ حساب کتاب نہ بھجوانے پر خلیفۃ المومنین

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں نہ صرف معزول کر دیا بلکہ انہیں حضرت ابوعبیدہؓ کے ماتحت کر دیا تھا۔ لیکن اس موقع پر فرض شناس جرنیل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرؓ کے حکم کی تعمیل میں ذرا بھی پس و پیش سے کام نہ لیا' اور اپنی خدمات کو مسلمانوں کے لئے وقف رکھا۔

خلیفہ اور عام آدمی ۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لئے اپنے تمام والیوں' عمال' منصب داروں اور قاضیوں کو مقرر کر رکھا تھا اور ان لوگوں تک رسائی نہایت آسانی سے ممکن تھی۔ قاضیوں کے سامنے کوئی بھی ہر کس و ناکس اپنے حق کے لئے پہنچ سکتا تھا۔ لیکن اس سلسلے میں بے جواز اور بغیر کسی ثبوت کے فیصلہ نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ کسی پر کسی بھی طرح کے عاید کردہ الزام پر پوری تحقیق و تصدیق کی جاتی تھی اور پھر فیصلہ صادر کیا جاتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختلف اضلاع میں جو قاضی مقرر کئے ان کے لئے باقاعدہ ایک لائحہ عمل بھی ترتیب دے رکھا تھا۔ عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لئے ایک مستقل فرمان یوں جاری کر رکھا تھا کہ۔

"۔۔ قضا ایک ضروری فرض ہے۔ لوگوں کو اپنے حضور میں' اپنی مجلس میں اپنے انصاف میں برابر رکھو' تاکہ کمزور انصاف سے مایوس نہ ہو' اور معزز آدمی کو رو رعایت کی امید نہ پیدا ہو۔ جو شخص دعویٰ کرے' اس پر بار ثبوت ہے اور جو شخص انکار کرے اس پر قسم ہے' صلح جائز ہے مگر وہ صلح جس سے حرام حلال اور حلال حرام نہ ہونے پائے۔ کل اگر تم نے کوئی فیصلہ کیا تو غور کے بعد اگر حق کے خلاف نظر آئے تو اس سے رجوع کر سکتے ہو"۔

اسی پس منظر میں زیادہ احتیاط و حزم کے حوالے سے فیصلہ کرنے اور قضا کے تقاضے پورے کرنے کے لئے مزید فرمایا کہ۔

"جس مسئلے میں شبہ ہو اور قرآن و حدیث میں اس کا ذکر نہ ہو تو اس پر بار بار غور کرو۔ اس کی مثالوں اور نظیروں کو پہچان کر ان پر قیاس کرو۔ جو شخص ثبوت پیش کرنا چاہے اس کے لئے ایک میعاد مقرر کر دو۔ اگر وہ ثبوت دے تو اس کا حق دلاؤ۔ ورنہ مقدمہ اس کے خلاف فیصل کرو۔ ان اشخاص کے سوا جنہیں سزا میں درے لگائے گئے ہوں۔ یا جھوٹی گواہی دی ہو' یا ولا اور وراثت میں مشکوک ہو' سب مسلمان ثقہ ہیں"۔

Marfat.com

اسی پس منظر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزید کئی احکامات بھی ملتے ہیں' لیکن بالخصوص وہ قاضیوں کو ہدایات جاری کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "مقدمات میں اول تو قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کرو۔ اگر قرآن میں وہ صورت مذکور نہ ہو تو حدیث کی جانب رجوع کرو۔ اگر اس میں بھی نہ ہو تو اجماع سے' ورنہ اجتہاد سے کام لو"۔ گویا اس طرح یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجتہاد کے حوالے سے اسلام اور اسلامی تعلیمات کو ارتقاء سے ہمکنار رکھتے ہوئے ترقی پسندانہ بنیادوں پر استوار رکھنا چاہتے تھے۔

اکثر حوالوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خلیفتہ المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے میں کسی کے بھی مرتبہ و منصب پر ترجیحی سلوک نہ کیا جائے۔ بلکہ اس مد میں حضرت عمرؓ کا مقام و مرتبہ بھی ایک عام آدمی ہی کے برابر ہونا چاہیے۔

ایک اور مقام پر خلیفتہ المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں بھی فرمایا تھا کہ "میں بھی مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہوں' جو انہیں ملے گا مجھے ملے گا' جو ان پر بیتے گی مجھ پر بیتے گی"۔ اسی طرح وہ اکثر اقرار کیا کرتے تھے کہ امامت و امارت ذمے داریاں سنبھالنے کے باوجود میں ایک عام آدمی ہوں۔ یہاں تک معلوم ہوا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر تنگ دستی کی حالت میں رہتے تھے اور اپنی احتیاجات پوری کرنے کی خاطر بیت المال کے انچارج سے قرض حاصل کر لیا کرتے تھے۔ پھر اپنی تنخواہ میں سے قرض ادا کر دیتے تھے۔ خلاصتہ "یوں کہا جا سکتا ہے کہ خلیفتہ المسلمینؓ نے اپنے اوپر سختی اور تنگی پسند کر لی تھی اور کسی طرح کی وسعت طلب اور قبول کرنے سے احتراز کیے رکھا تھا۔

بیت المال کے روپے پیسے کے استعمال میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑی ہی احتیاط اور ذمے داری سے کام لیتے تھے۔ بلکہ وہ اس کی حفاظت یتیم کے مال امانت کی طرح کرتے تھے۔ اپنے ذاتی اخراجات اور مصرف کی خاطر وہ بے حد کفایت شعار ہو جاتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سادہ اور عام سا کھانا کھاتے وہ اچھی اور نفیس خوراک کھانے والے لوگ نہ کھا سکتے تھے۔ بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ امیر ملت کے لئے اچھا کھانا نیکیوں کے کم کرنے کا موجب ہوتا ہے۔

خلیفہ دوم حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت سادہ لباس پہنتے تھے بلکہ آپ کا لباس کثرت استعمال کے باعث پھٹا ہوا ہی ہوتا تھا۔ ایک ثقہ روایت میں ہے کہ "حضرت عمرؓ گو مسلمانوں کے والی تھے' مگر ان کے جسم پر جو قمیص تھی' اس کے کندھوں کے

Marfat.com

درمیان تین بڑے پیوند ایک کے اوپر دوسرا لگے تھے"۔ وہ خود مسلمانوں کے چوپایوں کے بھی رکھوالے تھے' وہ یہ بھی نہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کا مال ضائع ہو' اور "انہیں یہ فکر بھی ہر وقت لاحق رہتی کہ مسلمان بھوک و ننگ کی تکلیف میں مبتلا نہ ہوں"۔ اور "وہ راتوں کو گشت کرتے کہ رات کے پردے میں اپنی رعایا کے افلاس اور تشنہ ضرورتوں کو جانچیں۔

محاسب و محتسب۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں عملاً اور دیگر منصب داروں کو دنیاوی جاہ و حشم اور دیگر خرابیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک فعال اور سرگرم "محتسب اعلیٰ" یا محاسب کا بھی تقرر کر رکھا تھا۔ عہد فاروقی کے سب سے بڑے اور مدینہ منورہ میں مقیم محاسب جناب محمد بن مسلمہؓ کا بار بار ذکر ملتا ہے۔ وہ محاسب بذات خود اعلیٰ اخلاقی صفات اور کردار کا مالک تھا۔ کسی بھی بڑے سے بڑے حاکم اور عمال کے محاسبے میں رو رعایت کو روا نہیں سمجھتا تھا۔ متعدد امور کی تصدیق و تحقیق کے لئے خود دور دراز کے سفر کرتا تھا۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ محض محاسب اور محتسب ہی نہیں تھے بلکہ وہ عمال کے لئے پیغامبر بھی تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عبوری اور مستقل حکم کے مطابق وہ اکثر عمال کو خود اپنے ہمراہ ان کی اصلی حالت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے مدینہ منورہ میں لا کر پیش کر دیا کرتے تھے۔ بڑے بڑے عمال اور امیر اوز والی اس محاسب کے سامنے چوں و چرا نہیں کرتے تھے' اور حکم کی تعمیل میں کسی بھی لچک اور ڈھیل سے کام نہیں لیتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی بڑے متواضع تھے۔ سادہ اور کھردرا لباس پہنتے تھے۔ بے شک وہ اللہ کے معاملات میں سختی کرنے والے تھے۔ اپنی سلطنت میں ہر کس و ناکس کی ضروریات پوری کرنے کو وہ اپنی ذاتی ذمے داری محسوس کرتے تھے۔ ان کا سارا طریق کار بڑا احسن اور نہایت مثالی تھا۔ اپنے اس قدر احسن اور عمدہ اخلاق و اطوار کے حوالے سے وہ اپنے عمال سے بھی یہی توقع رکھتے تھے کہ وہ اپنی مجالس میں عوام و خواص کو مساوی حیثیت دیں' تاکہ کمزور کسی قسم کی ناامیدی کا شائبہ نہ پائیں' اور شریف اور برگزیدہ آدمی ان عمال کے یہاں آتے ہوئے کسی طرح کا باک محسوس نہ کریں۔

عوام کی خدمت۔ اپنے ایک مکتوب میں حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو لکھا تھا کہ "کمزور کو اپنے سے قریب کرو تاکہ اس کی زبان کھلے اور اس کا دل جری ہو جائے"۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قانون تھا کہ وہ اپنے عمال کے ذخائر' ان کی مالی حیثیت اور روپے پیسے کا باقاعدہ حساب کتاب منگواتے رہتے تھے۔ اس قانون کے تحت

Marfat.com

انہوں نے اپنے کئی معتبر عمال سے بھی ان کی زائد اور ملازمت کے دوران میں جمع کی ہوئی رقوم چھین کر بیت المال میں جمع کرا دی تھیں۔ گویا وہ اس طرح سے اپنے تمام گورنروں اور عمال کے افعال و حرکات پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ یہی نہیں کہ وہ عمال اور گورنروں کو صرف ایماندار افسر ہی نہیں دیکھنا چاہتے تھے بلکہ وہ ان عہدے داروں کو لوگوں کے ہمدرد اور ان کے غم خوار ساتھی دیکھنا چاہتے تھے۔ یہاں تک بھی مرقوم ہے کہ "حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کسی عامل کے متعلق سنتے کہ وہ بیماروں کی تیمار داری کے لئے ان کے ہاں نہیں جاتا' اور کمزوروں کو اپنے ہاں آنے نہیں دیتا' اس کو وہ معزول فرما دیتے"۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی ذات گرامی اور شخصیت اس قدر کامل اور اخلاق و اعمال کا مرقع تھی کہ ان کے اکثر عمال آپ کی پیروی کرنے کو عین سعادت سمجھتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی اپنے عمال اور گورنروں بلکہ ہر سطح کے ایماندار اور صاحب تقویٰ لوگوں کی بجا طور پر عزت اور احترام بھی کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ "جب اپنے عمال باہر بھیجتے تو ان کے ساتھ کچھ دور تک جاتے۔ اور ان سے کہتے میں تمہیں لوگوں پر عامل بنا رہا ہوں کہ تم انہیں نماز پڑھاؤ۔ ان کے جھگڑوں کو چکاتے وقت حق کا ساتھ دو اور ان کے مابین عدل سے بانٹو"۔

عمال کے فرائض۔ کیا شان ہے کہ ایک جانب تو خود خلیفۃ المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمال کو ان کے فرائض سے ہمہ وقت باخبر رکھتے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ دوسری طرف عوام الناس سے بھی فرماتے کہ: "اے لوگو! خدا جانتا ہے' میں نے جو عمال تمہارے پاس بھیجے ہیں' انہیں اس لئے نہیں بھیجا کہ وہ تمہیں ماریں یا تمہارے مال چھینیں۔ میں نے انہیں اس لئے بھیجا ہے کہ وہ تمہیں تمہارا دین سکھائیں۔ جس نے اس کے سوا کوئی کام کیا' اس کی شکایت مجھ سے کرو۔ خدا کی قسم! میں اس کا بدلہ لوں گا"۔

کسی بھی عامل کا تقرر کرنے سے پہلے اس سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک تحریر لیا کرتے تھے' اس تحریر پر مہاجرین اور انصار کی گواہیاں ثبت کراتے۔ تحریر کی عبارت اکثر یوں ہوا کرتی تھی کہ "وہ برذون (یعنی تاتاری گھوڑے) پر نہ چڑھے گا' میدہ نہیں کھائے گا' اور نہ مسلمانوں کی ضروریات اور اپنے درمیان کوئی دروازہ بنائے گا"۔

حضرت عمر فاروقؓ لوگوں کی جانب سے ہدیوں اور خوشنودی حاصل کرنے والے تحائف کو بالکل قبول نہیں کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وابستہ افراد اور آپ کے گھر والے بھی اسی اصول پر عمل کرتے تھے۔ اگر آپؓ سے وابستہ کسی فرد یا متعلقہ شخص

Marfat.com

سے اس طرح کی حرکت سرزد ہو جاتی تو اسے بھی سزا دینے سے نہ چوکتے۔

خلیفۃ المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے اس قدر زیادہ ہمدرد اور مونس تھے کہ آپ ہمہ وقت ان کے مفادات کی حفاظت پر لگے رہتے تھے۔ وہ پوری سلطنت اسلام کی فلاح اور ترقی کے خواہاں تھے' اس مقصد کے لئے وہ ہروقت ذمے داری سے سرشار رہتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ میری آرزو ہے کہ اس سلطنت میں کوئی انسان تو کجا کوئی جانور بھی بھوکا نہ رہے۔ "اس ذات کی قسم' جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اور جس ذات پاک نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر شط فرات پر چرنے والا ایک اونٹ بھی ہلاک ہوا تو اس کے بارے میں بھی اللہ عمرؓ سے پوچھے گا"۔

خلیفہؓ بطور عام آدمی۔ عہد فاروقیؓ میں سلطنت اسلامی تین براعظموں تک پھیل چکی تھی۔ شام' مصر عراق' ایران' افریقہ کے کئی حصے اور وسطی ایشیا کی کئی ریاستوں میں اسلام پہنچ چکا تھا۔ متعدد گورنر' والی' امراء عمال' منصب دار اور عہدے دار تھے۔ کئی طرح کے نظام' شعبے اور محکمے قائم کیے جا چکے تھے۔ عدل و انصاف کے لئے فعال عدالتیں اور قاضی موجود تھے' بہت بڑی اور منظم فوج تھی۔ بڑے بڑے سپہ سالار اور مسلمان جرنیل موجود تھے --- لیکن ان کے مرکز و منبع حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے --- وہ ہر ایک کی پہنچ میں تھے۔ وہ مرکز اسلام میں' ایک عام مسلمان کی طرح بڑی ہی سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ "وہ امیرالمومنین تھے' مگر ان کے دروازے سب کے لئے کھلے تھے۔ کعب احبار کہتے ہیں : میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک ہمسائے کا مہمان ہوا۔ میں نے پوچھا۔ امیر المومنین سے کیسے ملوں؟۔ اس نے کہا : اس کے گھر کا نہ کوئی دروازہ ہے۔ نہ پہریدار ہے۔ وہ نماز پڑھنے کے بعد مسجد میں بیٹھ جاتا ہے۔ جس کا جی چاہے اس سے ملے اور باتیں کرے"۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہونے کے باوجود لوگوں کے کام کاج کرتے اور نادار لوگوں کی خدمت کرتے ہوئے نہ تھکتے تھے۔ بعض لوگوں کے کام کاج گمنامی کی حالت میں بھی کر دیتے تھے۔ انہوں نے کبھی بھی اپنے عظیم منصب کے باوجود دوسروں کی خدمت کرنے میں ہچکچاہٹ اور باک نہیں محسوس کیا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے جب اسلام قبول کیا تو اس کے بعد اسلام کو یک گونہ قوت اور دبدبہ نصیب ہوا تھا' لیکن اس کے بعد حضرت عمرؓ کو بھی دشمنان اسلام نے تختہ مشق بنانا شروع کر دیا تھا۔ "انہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ کہیں سے سر راہ گزر رہے تھے کہ بنی غفار کے ایک شخص نے آپ کو گالی دی۔ حضرت عمرؓ کو جلال آگیا۔ جس شخص کے نام سے

Marfat.com

لوگ کانپتے تھے' اب انہی میں کے ایک عام آدمی کی یہ جرات ہو گئی تھی کہ آپؓ کو سرراہ گالی دے رہا تھا۔ آپؓ نے اس کو پکڑنے کا ارادہ کیا کہ اس کو ٹھکانے لگائیں لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی تعلیمات آڑے آگئیں"۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قوت اور استطاعت رکھنے کے باوجود صبر سے کام لیا' اصل میں یہی تعلیمات اسلامی کا کرشمہ تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں جب فلسطین فتح ہوا تو یہاں پر یروشلم پر بھی عیسائیوں کا قبضہ تھا۔ یروشلم کو عیسائی دنیا میں اور یہودیوں میں بڑا تاریخی درجہ حاصل تھا۔ یہاں پر یہودیوں کا سب سے بڑا اور مشہور ہیکل سلیمانی تھا۔ اب تو یہاں پر ان لوگوں نے اپنی ایک علیحدہ مقدس عمارت تعمیر کر رکھی تھی لیکن اصل ہیکل سلیمانی کا نشان تک باقی نہیں تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے بعض ذی علم حضرات کے ذریعہ سے اس مقام کا تعین کرایا جہاں پہلی مسجد تعمیر ہوئی تھی اور اسی مقام پر ایک نئی مسجد تعمیر کرائی' جس کو بیت المقدس کہا جاتا ہے۔ اسی لئے عیسائی بیت المقدس کو نہیں بلکہ مشرقی سمت کو قبلہ قرار دیتے ہیں۔ بہر صورت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کی تعمیر کے بعد خانہ کعبہ اول کی بھی ایک طرح سے نشاندہی کر دی تھی حالانکہ یہودی آج تک ہیکل سلیمانی کی بنیادیں تلاش کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

محبت رسولؐ۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اللہ کے نبیؐ کے ساتھ اور آپؐ کی آل کے ساتھ ہمیشہ بے پناہ محبت اور الفت جاری رکھی۔ انہوں نے اپنی تمام تر مشاورت میں آل رسولؐ کو شامل رکھا بالخصوص خانوادہ رسولؐ کے ساتھ انہوں نے ہمیشہ موانست اور رواداری ی کا سلوک کیا۔ بعض کمزور روایات میں چند ایک امور میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں آل رسولؐ کے حوالے سے لچکیلے بیانات بھی ملتے ہیں لیکن ان امور کی حقیقت عمل نظر ہی ہے ------

حضرت عمر فاروقؓ قرآن فہمی کے معاملے میں صوفیانہ انداز کے حامل تھے۔ "ایک روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے سورۃ الفتح کی آیت۔ **اذا جاء نصر اللہ والفتح**" سنی تو رونے لگے۔ جہاں تک اس آیت کے ظاہری معنی کا تعلق ہے وہ مسلمانوں کے لئے خوش خبری کی حامل ہے' اور اس آیت کے نزول سے خوش بھی ہوئے لیکن حضرت عمرؓ کا ذہن اس آیت کے گہرے معنوں میں گیا۔ وہ یہ سمجھے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی رحلت کی طرف اشارہ ہے' کیونکہ جب فتح و نصرت آگئی اور پیغام الٰہی مکمل ہو گیا تو پھر دنیا میں آپؐ کو جو منصب

Marfat.com

رسالت عطا ہوا تھا' اس کی مدت بھی ختم ہو گئی"۔

تجمیع قرآن مجید۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ اول کے دور خلافت میں کاذب نبی مسیلمہ کذاب کی جمعیت کے ساتھ جنگ یمامہ میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ ان شہید ہونے والوں میں چند لوگ ایسے بھی تھے جو قرآن مجید کے بہترین حافظ سمجھے جاتے تھے۔ حفاظ کی اس تعداد میں شہادت پر حضرت عمر بن خطابؓ نے تشویش محسوس کی اور انہوں نے "یہ نتیجہ اخذ کیا کہ قرآن مجید کے تحفظ پر حکومت نے توجہ نہ کی اور حافظ قرآن رفتہ رفتہ آئندہ جنگوں میں شہید ہوتے رہے یا طبعی موت سے اس دنیا سے رخصت ہوتے رہے تو پھر قرآن مجید کے لئے بھی وہی دشواری پیش آئے گی جو پرانے انبیاء علیہ السلام کی کتابوں کے سلسلے میں پیش آئی تھی۔ اس لئے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ 'اے امیرالمومنین قرآن کے تحفظ پر توجہ فرمایئے"۔

حضرت عمر فاروقؓ کی تجویز اور تشویش پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زید بن حارثؓ کی سربراہی میں ایک کمیٹی ترتیب دی۔ اس کمیٹی نے پوری حزم واحتیاط اور بڑی ہی محنت اور ذمے داری کے ساتھ قرآن حکیم کا ایک نسخہ ترتیب دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد وہ نسخہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحویل میں آگیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجمیع قرآن حکیم کے لئے بنائی گئی کمیٹی میں خود بھی بطور معاون شامل رہے تھے۔ "پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت واقع ہوئی تو وہ نسخہ ان کی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہ کے پاس چلا گیا --- حضرت حفصہ ان معدودے چند عورتوں میں تھیں جن کو پڑھنا لکھنا دونوں آتے تھے" ----- بہر صورت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد قرآن مجید محفوظ ہاتھوں یعنی ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر بن خطابؓ تک پہنچ گیا تھا۔

اجتہاد کی ایک مثال۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں غیر معمولی تیز رفتاری سے چار دانگ عالم میں فتوحات ہوئیں' تو اس کے بعد مختلف علاقوں میں کئی طرح کے اجتہادی مسائل بھی پیدا ہونے لگے۔ اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اتنی بے نفسی پیدا ہو گئی تھی کہ وہ کبھی اپنی ذاتی خواہش کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔ وہ اللہ' رسولؐ اور اسلام کی خدمت کرنا چاہتے تھے۔ "چنانچہ ایک زمانے میں جب قحط پڑا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس زمانے میں قحط کے دوران غذائی اجناس کی چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹنا بالکل ہی بند کر دیا۔ یہ ان کا اجتہاد تھا۔ اس بارے میں ممکن ہے کسی کو منطق اور اصول کی بنا پر اختلاف

Marfat.com

ہو" لیکن یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس عہد کے مخصوص حالات کے تحت کیا ہوا اجتہاد تھا۔

معاوضہ قبول کرنا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے ایک خدمت پر مامور کیا تھا' وہ خدمت زکوٰۃ وغیرہ کی تحصیل کا کام تھی۔ "یہ کام انجام دینے کے بعد جب وہ واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ان کی تنخواہ کے طور پر کچھ رقم عطا کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادب کے ساتھ اس کے لینے سے انکار کیا اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم مجھے اس مال کی ضرورت نہیں ہے۔ میں یہ کام اللہ کے لئے کرنا چاہتا ہوں۔ آپ یہ رقم دوسری ضرورت کے لئے صرف فرما سکتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ نہیں' تمہیں لے لینا چاہیے۔ لینے کے بعد چاہے کسی کار خیر میں لگا دو' لیکن لینا چاہیے"۔

ویسے حضرت عمرؓ مکہ میں اسلام قبول کرنے سے پہلے موروثی طور پر وزارت خارجہ کے فرد تھے' لہٰذا انہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے اپنے عہد میں اسی منصب پر فائز رکھا تھا۔ اس لئے وہ کئی مقامات پر مسلمانوں کی جانب سے اسی سفارت ہی کے فرائض انجام دیتے رہے۔

تقویٰ کیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ "ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو قرآن کے عالم تھے) سے پوچھا کہ تقویٰ کی کیا حقیقت ہے۔ ابی بن کعبؓ نے پوچھا کہ کیا تم کبھی کانٹوں بھری پگڈنڈی پر چلے ہو؟۔ حضرت عمرؓ نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر ابی بن کعبؓ نے دریافت کیا کہ ایسے موقع پر کیا کرتے ہو؟ ۔۔ حضرت عمرؓ کا جواب تھا کہ ایسی کوشش کرتا ہوں کہ کانٹوں سے بچ کر نکل جاؤں' ابی بن کعبؓ نے جواب دیا کہ بس یہی تقویٰ ہے"۔ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر۱۷۷ میں تقویٰ اور متقی کی بڑے واضح الفاظ میں نشاندہی کر دی گئی ہے۔ اور اس میں بتایا گیا ہے کہ "سعادت و نجات کے لئے مذہب کی چند ظاہری رسموں کو ادا کر دینا حقیقی نیکی نہیں ہے بلکہ اصل شے دل کی پاکیزگی اور نیک عمل ہے۔ شریعت کے ظاہری احکام و رسوم بھی اسی لئے ہیں تاکہ یہ مقصود حاصل ہو"۔

اجتماعی اجتہاد۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت کے قاضیوں کو ایک خط کے ذریعے سے یہ حکم دے رکھا تھا کہ "فیصلہ کرنے سے پہلے مشورہ بھی کر لیا کرو۔ یہ نہیں کہ من مانا فیصلہ کرو اور اسے نافذ کر دو۔ اگر تمہیں قانون معلوم نہیں ہے تو

Marfat.com

خود بھی سوچو اور عالم لوگوں سے جو تمہارے آس پاس موجود ہوں' ان سے بھی مشورہ کرو۔ یہ ایک طرح سے اجتماعی اجتہاد کی صورت ہو سکتی ہے"۔

یہ تمام خلفاء کا معمول تھا۔ کثرت سے ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ "کوئی پیچیدہ مقدمہ ان کے سامنے آتا جس کے بارے میں انہیں قرآن و حدیث میں وضاحت کے ساتھ کوئی قانون نہ ملتا تو اجتماع عام کیا جاتا۔ اذان ہوتی' لوگ دوڑتے ہوئے مسجد کی طرف آتے۔ مسجد میں خلیفہؓ ان سے مخاطب ہو کر پوچھتا کہ اس معاملے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ اس اجتماع میں ہر شخص رائے دینے کا مجاز تھا۔ بڑا ہو یا چھوٹا' مرد ہو یا عورت' ہر ایک مشاورت میں شریک ہو سکتا"۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں تو بعض معاملات میں عورتوں کی رائے بھی باقاعدہ طور پر حاصل کی جاتی تھی۔ "اس زمانے میں یہ معاشرتی خرابی پیدا ہو گئی تھی کہ بیٹی کا نکاح کرنے سے پہلے لوگ بڑا مہر حاصل کرنے کی کوشش کرتے اور ہونے والے داماد سے کہتے کہ اتنی رقم دو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ اس طرح بہت سی لڑکیاں بوڑھی ہو جاتی ہیں اور شوہر کا خواب دیکھتی رہتی ہیں۔ نکاح کا موقع نہیں ملتا۔ انہوں نے حکم جاری کر دیا کہ فلاں رقم سے زیادہ مہر نہ باندھا جائے"۔ لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن مجید کی تعلیمات کی روشنی میں اس قانون کو منسوخ بھی کر دیا تھا' اور انہوں نے بجا طور پر عورتوں کی رائے کا بھی احترام کیا تھا۔

تدوین حدیث۔ حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ دوم کے بارے میں ایک روایت ملتی ہے کہ "ایک زمانے میں انہوں نے حدیث کو مدون کرنے کی کوشش فرمائی تھی انہوں نے لوگوں کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ سب کا مشورہ یہی تھا کہ "لکھنا چاہئے"۔ لیکن کافی عرصہ بحث مباحثہ اور صلاح مشورہ کے بعد حضرت عمرؓ نے کہا کہ "نہیں لکھنا چاہئے"۔ ہم سے پہلے کی امتوں نے انبیاء کے اقوال پر عمل کیا' ان کو محفوظ رکھا لیکن خدا کی نازل کردہ کتاب کو بھول گئے۔ اس کی تحریفیں ہونے لگیں۔ میں نہیں چاہتا کہ قرآن کے متعلق بھی یہ سانحہ پیش آئے"۔ "حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نہ لکھنے کی وجہ ایک دوسری ہی تھی کہ لوگ قرآن سے غافل نہ ہو جائیں"۔

دوسرے مذاہب کی عزت۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں ان کی غیر مسلمانوں کے ساتھ رواداری کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ وہ دوسرے مذاہب کے علماء اور عبادت گاہوں کی عزت کرتے تھے' ایسے لوگوں کی بعض امور میں مشاورت کو بھی قبول کر لیا کرتے تھے۔ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی تہدیم و تخریب کے بجائے ان کے نظم و نسق کے لئے

Marfat.com

بھی کئی مقامات پر اعانت فرما دیا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے کئی معتمد اور اہل علم ساتھیوں کو انجیل اور تورات کے مطالعہ کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ آپ کے کئی اہل کار دوسری اقوام کی زبانوں میں بھی بڑی فراوانی سے دسترس حاصل کرتے رہتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کی ایک معتبر شہادت یوں بھی ملتی ہے کہ "ایک عیسائی اپنے ہم مذہبوں کو جو دوسرے شہر کے تھے' یہ خوش خبری پہنچاتا ہے کہ آج کل ایک نئی قوم ہماری حاکم بن گئی ہے۔ لیکن وہ ہم پر ظلم نہیں کرتی۔ اس کے برخلاف ہمارے گرجاؤں اور ہمارے راہب خانوں کی مالی مدد کرتی ہے"۔

حضرت عمر فاروقؓ اپنے عہد خلافت میں بعض صورتوں میں زکوٰۃ کی آمدنی سے یہودیوں کی مدد بھی فرماتے تھے۔ بعض ناتواں' بے سہارا اور بے زر غیر مسلموں کو جزیہ کی ادائیگی بھی معاف فرما دیتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں غیر مسلم غلاموں کو ظلم و جبر سے آزاد کرانے کی غرض سے بھی کئی ایک صورتوں میں مدد کی جاتی تھی۔ بلکہ وہ غیر مسلموا ، لی ایسی مدد کرنے کے حق میں تھے۔ اسی طرح غیر مسلم مسافروں کی بھی ان کے عہد میر زکوٰۃ فنڈ میں سے مدد کی جاتی تھی۔ ویسے حضرت عمرؓ کے عہد میں زکوٰۃ فنڈ میں سے "ملٹری ایڈمنسٹریشن' سپاہیوں کی تنخواہ کی ادائیگی۔ اسلحہ کی فراہمی اور دیگر قومی ضروریات سب اس مد کے تحت آ جاتی ہیں"۔ یہ اخراجات فی سبیل اللہ کے زمرے میں شمار کیے جاتے تھے۔ "نیز اور چیزیں بھی مثلاً مسجدوں کا بنانا' کارواں سرائے تعمیر کرانا' مدرسوں کی تعمیر وغیرہ یہ ساری چیزیں فی سبیل اللہ کے تحت' اللہ کے راستے میں خرچ کے تحت آ جاتی ہیں"۔

قانون کی اہمیت۔ قانون اور قانون سازی کا معاملہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت میں خاصا اہم تھا۔ اس سلسلے میں حضرت عمرؓ اعلیٰ سے اعلیٰ قانون دان کا تقرر فرماتے تھے۔ ایک بار انہوں نے ایک فاضل صحابی رسول' حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو کوفہ میں معلم کی حیثیت سے مقرر فرمایا۔ گویا ان کی حیثیت کوفہ میں یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی تھی۔ انہیں قانون میں بھی خاص ملکہ حاصل تھا۔ چنانچہ وہ وہیں مدرس بھی رہے تھے۔ "ان کے درس میں قانونی مباحث اور فقیہانہ عناصر ہمیشہ زیادہ ہوتے تھے۔ جب وہ وہاں بھیجے گئے تو انہیں ایک پروانہ یا حکم نامہ تقرر دیا گیا جس کے الفاظ یہ تھے۔ "اے کوفہ کے مسلمانو! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ایک نہایت محترم صحابی کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ تمہیں شکر گزار ہونا چاہئے کہ آپ پر ایثار کر کے ایسے شخص کو تمہیں دے رہا ہوں۔ اس سے تمہیں معلوم ہو گا کہ اس کی اہمیت کیا ہے"۔

Marfat.com

بیان کیا جاتا ہے اور تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قانونی مباحث کا درس برسوں تک جاری رہا۔ اس درس ہی کی بدولت اس شہر سے بڑے بڑے فقیہہ اور قانون دان پیدا ہوتے رہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے کئی شاگردوں' اور شاگردوں کے شاگردوں نے بھی بہت نام پایا۔ ان کے دروس میں دیگر صوبوں کے اہل علم بھی بجا طور پر شرکت کیا کرتے تھے۔

دیوان کا قیام۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد میں اپنی سلطنت اسلامیہ میں فوجی اور مالی نظام کے حوالے سے ایک باضابطہ دیوان قائم کیا تھا۔ ان سے پیشتر کسی نہ کسی سطح پر رسالت مابؐ کی اپنی حیات مبارکہ کے دوران بھی اسی طرح کا ایک دیوان قائم تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ کی جانب سے قائم کردہ یہ دیوان بڑا منظم اور باضابطہ تھا۔ "اس کا منشا یہ بیان کیا جاتا ہے کہ سرکاری خزانے سے جوان عمر لوگوں کو پنشن دی جاتی تھی' اس شرط پر کہ وہ چوبیں گھنٹے تیار رہیں کہ جب حکومت انہیں بلائے تو وہ اسی وقت گھربار اور کاروبار چھوڑ کر فوجی مہم پر روانہ ہو جائیں"۔ حضرت عمرؓ کی جانب سے قائم کردہ اس دیوان کی بہت سی فلاحی تفصیلات بھی ملتی ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کے اکثر و بیشتر فضائل ابتدائی ابواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کے دور میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ ذیل کے باب میں ان کے ذاتی فضائل اور خلافت کی بعض خوبیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت کی خوبیوں اور خصوصیات کا اجمالاً" بھی تذکرہ کریں تو بے شمار ہیں۔ مثلاً انہوں نے فوجی انتظامات میں بڑی بڑی فوجی چھاؤنیاں بنائیں۔ فوجیوں کے استعمال اور سواری کے لئے گھوڑوں کی افزائش اور پرورش کے خصوصی انتظامات کیے۔ بڑے بڑے اصطبل بنائے۔ ہر اصطبل میں چار چار ہزار گھوڑے ہروقت ساز و سامان سے تیار رہتے تھے تاکہ ضرورت کے وقت فوج کے سوار دستے تیار کر کے کسی بھی کمک میں بھیجے جا سکیں۔ اسی طرح فوجوں کے رسد کے ذخائر کی حفاظت کا اہتمام بھی کیا جاتا تھا۔ انہوں نے اپنے عہد میں نئی چھاؤنیاں بنانے کے ساتھ ساتھ مفتوحہ ممالک میں موجود چھاؤنیوں میں توسیع و ترقی کی۔ سرحدی اور ساحلی مقامات اور حدود کی خصوصی حفاظت کے انتظامات کیے۔ متعدد اہم مقامات پر جا بجا قلعے بھی تعمیر کرائے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے سلطنت اسلامی کی وسعت کے ساتھ اسلامی فوج کی وسعت پر بھی خصوصی توجہ دی تھی۔ عہد فاروقیؓ کے ابتدائی دور میں فوج میں زیادہ تر انصار اور مہاجرین ہی

Marfat.com

ہوا کرتے تھے لیکن فتوحات اور وسعت سلطنت کے بعد مسلمان بڑی تعداد میں فوج میں شامل ہوتے گئے۔ ایک اندازے کے مطابق عہد فاروقیؓ میں تقریباً دس لاکھ ہتھیار بند فوج ہر وقت تیار رہتی تھی اور اس میں ہر سال تیس ہزار فوج کا اضافہ ہوتا تھا"۔ اسی طرح فوج کے دروازے تمام مفتوحہ اقوام کے لئے بھی کھلے تھے۔ اس فوج میں عربی' عجمی' رومی' یہودی اور ہندوستانی سب شامل تھے۔ فوجیوں کے خاندانوں کی فلاح و بہبود کے بھی وافر مواقع اور سہولتیں موجود تھیں۔

فوج کے تمام شعبے آپس میں مربوط تھے۔ شعبہ پیغام رسانی' صحت' محاسب اور ترجمہ وغیرہ بھی بڑے ہی فعال تھے۔ فوجوں کے راستے بنانے' سڑکیں اور پل وغیرہ فوری طور پر بنانے کے انتظامات تھے۔ تازہ اطلاعات اور خبروں کے لئے شعبہ خبر رسانی اور پرچہ نویسی بھی موجود تھا۔ اس نظام کے تحت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہر محاذ جنگ' مہم' قلعہ بندی اور محاصرے کی بدستور اور تواتر کے ساتھ خبریں ملتی رہتی تھیں اور تمام جرنیلوں' سپہ سالاروں اور عمال اور گورنروں تک حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے اہم اور ضروری فرامین اور حکم نامے اور ہدایات اور تنبیہات پہنچتی رہتی تھیں۔

شعبہ تعلیم' شعبہ قانون' شعبہ سفارت' شعبہ تبلیغ و ترجمہ' شعبہ عدل' شعبہ فقہ' تعمیرات وغیرہ بہت اہم تھے۔ بہر صورت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آج سے چودہ سو سال پہلے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوئے جامع آئین حیات کو اپنے عہد خلافت میں عملی طور پر نافذ کر دکھایا تھا۔ یہی وجہ ہے اس عہد میں سلطنت اسلام اس خطہ ارض پر موجود کسی بھی دوسری سلطنت سے بڑی' مضبوط' مستحکم اور منظم بن چکی تھی ---- حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام انسانوں کے لئے فلاحی سلطنت قائم کی تھی اور اس میں اسلام کی روح کی عملی تفسیر سے ایک مثالی اور پروقار نظام قائم کیا۔ اس عہد فاروقیؓ کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اس میں سلطنت اسلامی میں شامل کوئی فرد تحفظ سے محروم نہیں تھا۔ ہر شخص محترم تھا' ہر شخص کو بنیادی حقوق کی بھرپور آزادی تھی۔ اور ہر فرد کو بڑی ہی آسانی کے ساتھ انصاف میسر آجاتا تھا۔

شہادت حضرت عمرؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ اپنے فیصلوں اور انصاف کے تقاضے پورے کرنے میں بڑی ہی احتیاط اور عدل سے کام لیتے تھے۔ ایک بار ایک پارسی غلام ابو لولو نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی کہ ان کا مالک حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اس سے بھاری رقم وصول کرتا ہے۔ اس شخص سے جو رقم روزانہ وصول کی جاتی وہ اس شخص کی آمدنی کا ایک بہت ہی قلیل

Marfat.com

حصہ تھی' اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فیصلہ دے دیا تھا کہ غلام سے ٹیکس کی اس قدر وصولی کوئی زیادہ نہیں ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ وہ غلام خلیفتہ المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فیصلے پر مطمئن نہیں تھا۔ اس کے دل میں عداوت پیدا ہو چکی تھی' لہٰذا اس نے ایک صبح مسجد میں چھپ کر حضرت عمرؓ پر مہلک وار کرنے کا منصوبہ بنایا۔ واقعات کے مطابق پتا چلتا ہے کہ محرم الحرام کے مہینے کے ابتدائی دنوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں جب صبح کی نماز شروع کی تو اس وقت اس پارسی غلام نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کسی آلے سے پے بہ پے چھ وار کیے۔ اس پر خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہو کر گر پڑے۔ آپ کی جگہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے نماز کی امامت کی۔ نماز سے فارغ ہونے پر تھوڑی سی تگ و دو اور مزاحمت کے بعد اس پارسی غلام کو گرفتار کر لیا گیا۔

زخمی حالت میں جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اٹھا کر لایا گیا تو بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے دریافت فرمایا کہ میرا دشمن کون تھا' اور کون مجھے قتل کرنے کے در پے ہے؟ لوگوں نے اس غلام پارسی کا ذکر کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برجستہ فرمایا کہ اللہ الحمدللہ ! میرا قاتل کوئی مسلمان نہیں ہے۔

دشمن نے حضرت عمر فاروقؓ کو کاری زخم لگائے تھے' اس لئے بچنے کی امید کم تھی۔ اسی دوران میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درخواست پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حجرہ نبوی میں دفن ہونے کی اجازت حاصل کر لی تھی۔

زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے خلیفتہ المومنینؓ کی حالت غیر ہوتی جا رہی تھی لیکن اس دوران میں بھی انہوں نے چند وصیتیں کیں اور ساتھ ہی اپنی جانشینی کے حوالے سے بتا دیا کہ جمہور کی رائے اور خواہش کے مطابق حضرت علیؓ' حضرت عثمانؓ' زبیرؓ' طلحہؓ' سعدؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ جو عشرہ مبشرہ میں سے بھی ہیں' ان کی اسلام میں خدمات بے مثال ہیں' انہی میں سے کثرت رائے سے کسی ایک کو خلیفہ اور امیر بنا لیا جائے۔ اس کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ وصیت کی کہ جو بھی شخص خلیفہ مقرر ہو وہ "مہاجرین' انصار' اعراب' اہل عرب اور ذمیوں کے حقوق کا پورا خیال رکھے"۔

ان چند ایک وصیتوں کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یک محرم الحرام ۲۴ ہجری کو شہادت کا رتبہ حاصل کرتے ہوئے واصل بحق ہو گئے۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ حضرت صہیبؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آقائے نامدار کے پہلو میں سپرد

Marfat.com

خاک کیے گئے"۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

---- "حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہادت کے بعد جنازہ اٹھنے سے پہلے تابوت پر لٹایا گیا تو لوگوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا جو آپ کے لئے دعا اور نماز جنازہ کی غرض سے جمع ہوئے تھے اور میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ اس وقت اچانک ایک شخص نے میرا شانہ پکڑا' جس کی وجہ سے میں گھبرا گیا میں نے دیکھا تو وہ حضرت علیؓ تھے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کے لئے رحمت کی دعا کی اور کہا:۔

"اے عمرؓ! آپ نے اپنے پیچھے ایک شخص بھی ایسا نہیں چھوڑا کہ مجھے آپ کے مقابلہ میں اس کے عملوں جیسے عمل لے کر اللہ تعالیٰ کے سامنے جانا پسند ہو۔ اور قسم خدا کی! مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا۔ اور یہ خیال مجھے اس بنا پر تھا کہ میں اکثر سنتا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم اس انداز سے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ میںؐ اور ابوبکرؓ و عمرؓ گئے۔ میںؐ اور ابوبکرؓ و عمرؓ داخل ہوئے۔ میںؐ اور ابوبکرؓ و عمرؓ باہر نکلے"۔

اپنی انکساری اور الفت و محبت اسلام کے حوالے سے ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بارے میں خود فرمایا تھا کہ: بخدا عمرؓ نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو گئے"۔

Marfat.com

بزم غوث اعظمؒ	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
فتوح الغیب	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
علوم مصطفیٰﷺ	امام احمد رضا خاں بریلوی
احکام شریعت	امام احمد رضا خاں بریلوی
عرفان شریعت	امام احمد رضا خاں بریلوی
فتاویٰ افریقہ	امام احمد رضا خاں بریلوی
الامن والعلیٰ	امام احمد رضا خاں بریلوی
حدائق بخشش	امام احمد رضا خاں بریلوی
رسائل باہوؒ	حضرت سلطان باہوؒ
کلام باہوؒ	حضرت سلطان باہوؒ
کلام بلھے شاہ	حضرت بلھےؒ شاہ
اسلام	امام غزالیؒ
مکاشفتہ القلوب	امام غزالیؒ
فلسفہ دعا	علامہ فضل احمد عارف
برکات رمضان	علامہ فضل احمد عارف
برکات بردہ	علامہ فضل احمد عارف
سیرت سلیمانؓ فارسی	علامہ فضل احمد عارف
اچھی نماز	مولانا جلال الدین امجدی
گلدستہ مثنوی	مولانا جلال الدین امجدی

Marfat.com

الفوز الکبیر فی اصول التفسیر	حضرت شاہ ولی اللہ
صحابہؓ کا عشق رسولؐ	صوفی محمد اکرم رضوی
معجزات خاتم المرسلینؐ	قمر یزدانی
فوائد الفواد	حضرت نظام الدینؒ اولیاء
معالی الہمم (ہمتوں کی بلندیاں)	حضرت جنید بغدادیؒ
کشف المحجوب	حضرت ابوالحسن سید علی بن عثمان ہجویری
حضرت ابوبکر صدیقؓ	محمد علی چراغ
حضرت عمر فاروقؓ	محمد علی چراغ
حضرت عثمان غنیؓ	محمد علی چراغ
حضرت علیؓ	محمد علی چراغ
خلفائے راشدین	محمد علی چراغ
داستان انبیاء	مولانا محمد شریف نوری
علم حدیث اور چند اہم محدثین	سالم قدوائی
اولیائے کشمیر	پیر زادہ محمد طیب
تذکرہ حضرت صابر کلیرؒ	تعارف۔ راجا رشید محمود
کلیر کا چاند	ڈاکٹر ظہور الحسن شارب

Marfat.com

Marfat.com